کتاب

تحفہ گولڑویہ

از تصنیف لطیف

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

جسے

مینجر بک ڈپو تالیف و اشاعت قادیان ضلع گورداسپور نے

شائع کیا

دسمبر ۳۲ء

بار سوم   تعداد ۱۰۰۰   قیمت ۸؍

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

فہرست مضامین ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

BEST COPY AVAILABLE

ٹائیٹل پیج طبع اول

الحمد للہ والمنۃ

کہ یہ رسالہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی اور ان کے مریدوں اور ہمخیال لوگوں پر اتمام حجت کیلئے محض نصیحتاً للہ شائع کیا گیا ہے اور بغرض اسکے کہ عام لوگوں پر حق واضح ہو جائے اس رسالہ کے ساتھ پچاس روپیہ کے انعام کا اشتہار بھی دیا گیا ہے جو اسی ٹائیٹل پیج کے دوسرے صفحہ پر مندرج ہے اور

یہ رسالہ موسوم بہ

تحفہ گولڑویہ

ہو کر

مطبع ضیاء الاسلام قادیان ضلع گورداسپور میں باہتمام حکیم حافظ فضل الدین صاحب بھیروی مالک مطبع چھپکر یکم ستمبر ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا

قیمت ۱۰/ محصول ۲/ جلد ۷۰۰ وی پی ۱/ کل ۱۳/

اشتہار انعامی پچاس روپیہ

چونکہ میں اپنی کتاب انجام آتھم کے اخیر میں وعدہ کرچکا ہوں کہ آیندہ کسی مولوی وغیرہ کے ساتھ زبانی بحث نہیں کرونگا اسلئے پیر مہر علیشاہ صاحب کی درخواست زبانی بحث کی جو میرے پاس پہنچی میں کسی طرح انکو منظور نہیں کرسکتا افسوس کہ انھوں نے محض دھوکا دہی کے طور پر باوجود اہل علم کے کہ میں ایسی زبانی بحثوں سے برکنار رہنے کیلئے جن کا نتیجہ اچھا نہیں نکلا خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کرچکا ہوں کہ میں ایسے مباحثات سے دُور رہوں گا پھر بھی مجھ سے بحث کرنیکی درخواست کردی۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ انکی درخواست محض اس ندامت سے بچنے کے لئے ہے کہ وہ اس اعجازی مقابلہ کے وقت جو عربی میں تفسیر لکھنے کا مقابلہ تھا اپنی نسبت یقین رکھتے تھے گویا عوام کے خیالات کو اور طرف الٹا کر سُرخرو ہوگئے اور پردہ بنا رہا۔

ہر ایک دل خدا کے سامنے ہے اور ہر ایک سینہ اپنے گنہ کو محسوس کرلیتا ہے لیکن میں حق کی حمایت کی وجہ سے ہرگز نہیں چاہتا کہ یہ جھوٹی سرخروئی بھی انکے پاس رہے اس لئے مجھے خیال آیا کہ عوام جن میں سوچ کا مادہ طبعاً کم ہوتا ہے وہ اگرچہ یہ بات تو سمجھ لینگے کہ پیر صاحب عربی فصیح میں تفسیر لکھنے پر قادر نہیں تھے اسی وجہ سے تو ٹال دیا لیکن ساتھ ہی ان کو یہ خیال بھی گذرے گا کہ منقولی مباحثات پر ضرور وہ قادر ہونگے تبھی تو درخواست پیش کردی اور اپنے دلوں میں گمان کرینگے کہ ان کے پاس حضرت مسیح کی حیات اور میرے دلائل کے رد میں کچھ دلائل ہیں اور یہ تو معلوم نہیں کہ یہ زبانی مباحثہ کی جرأت بھی میرے ہی اس عہد ترک بحث نے اُن کو دلائی ہے جو انجام آتھم میں طبع ہو کر لاکھوں انسانوں میں مشتہر ہوچکا ہے لہذا میں یہ رسالہ لکھ کر اسوقت اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ اگر وہ اس کے مقابل پر کوئی رسالہ لکھ کر میرے ان تمام دلائل کو اوّل سے آخر تک توڑ دیں اور پھر مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایک مجمع بٹالہ میں مقرر کرکے ہم دونوں کی حاضری میں میرے تمام دلائل ایک ایک کرکے حاضرین کے سامنے ذکر کریں۔ اور پھر ہر ایک دلیل کے مقابل پر جس کو وہ بغیر کسی کمی بیشی اور تصرف کے حاضرین کو سُنا دینگے۔ پیر صاحب کے جوابات سُنا دیں اور خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہیں کہ یہ جوابات صحیح ہیں اور دلیل پیش کردہ کی قلع قمع کرتے ہیں تو میں مبلغ پچاس روپیہ انعام بطور فتحیابی پیر صاحب کو اسی مجلس میں دے دونگا۔ اور اگر پیر صاحب تحریر فرماویں تو میں یہ مبلغ پچاس روپیہ پہلے سے مولوی محمد حسین صاحب کے پاس جمع کرا دونگا مگر یہ پیر صاحب کا ذمہ ہوگا کہ وہ مولوی محمد حسین صاحب کو ہدایت کریں کہ تا وہ مبلغ پچاس روپیہ اپنے پاس بطور امانت جمع کرکے باضابطہ رسید دے دیں۔ اور مندرجہ بالا طریق کی پابندی سے قسم کھا کر ان کو اختیار ہوگا کہ وہ بغیر میری اجازت کے پچاس روپیہ پیر صاحب کے حوالہ کردیں قسم کھانے کے بعد میری شکایت اُن پر کوئی نہیں ہوگی صرف خدا پر نظر ہوگی جس کی وہ قسم کھائیں گے۔ پیر صاحب کا یہ اختیار نہیں ہوگا کہ یہ فضول عذرات پیش کریں کہ میں نے پہلے سے رد کرنے کے لئے کتاب لکھی ہے کیونکہ اگر انعامی رسالہ کا انھوں نے جواب نہ دیا تو بلاشبہ لوگ سمجھ جائیں گے کہ وہ سیدھے طریق سے مباحثات پر بھی قادر نہیں ہیں ✦

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان یکم ستمبر ۱۹۰۲ء



حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْكَرِيْمِ

رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِيْنَ

اے ہمارے خدا ہم میں اور ہماری قوم میں سچا فیصلہ کر۔ اور تو بہتر فیصلہ کرنیوالا ہے

آمین

اشتہار انعامی پانسو روپیہ

بنام حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر۔ اور ایسا ہی اس اشتہار میں یہ تمام لوگ بھی مخاطب ہیں جن کے نام ذیل میں درج ہیں۔

مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی۔ مولوی محمد بشیر صاحب بھوپالوی۔ مولوی حافظ محمد یوسف صاحب بھوپالوی۔ مولوی تلطف حسین صاحب دہلوی۔ مولوی عبدالحق صاحب دہلوی صاحب تفسیر حقانی۔ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی مولوی محمد صدیق صاحب دیوبندی حال مدرس بچھرایوں ضلع مراد آباد۔ شیخ خلیل الرحمن صاحب جمالی سرساوہ ضلع سہارنپور۔ مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانہ۔ مولوی محمد حسن صاحب لدھیانہ۔ مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی ثم امرتسری۔ مولوی غلام رسول صاحب عرف رسل بابا۔ مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی لاہور۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی لاہور۔ ڈپٹی فتح علی شاہ صاحب ڈپٹی کلکٹر نہر لاہوری۔ منشی الٰہی بخش

صاحب اکونٹنٹ لاہور۔ منشی عبدالحق صاحب اکونٹنٹ پنشنر۔ مولوی محمد حسن صاحب ابوالفیض ساکن بھیں۔ مولوی سید عمر صاحب واعظ حیدرآباد۔ علمائے ندوۃ الاسلام معرفت مولوی محمد علی صاحب سکرٹری ندوۃ العلماء۔ مولوی سلطان الدین صاحب جے پور۔ مولوی مسیح الزمان صاحب استاد نظام حیدرآباد دکن۔ مولوی عبدالواحد خاں صاحب شاہجہانپور مولوی اعزاز حسین خاں صاحب شاہجہانپور۔ مولوی ریاست علی خاں صاحب شاہجہانپور سید صوفی جان شاہ صاحب میرٹھ۔ مولوی اسحاق صاحب پٹیالہ۔ جمیع علمائے کلکتہ و بمبئی و مدراس۔ جمیع سجادہ نشیناں و مشائخ ہندوستان۔ جمیع اہل عقل و انصاف و تقوےٰ و ایمان از قوم مسلمان ✦

واضح ہو کہ حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر نے اپنے نافہم اور غلط کار مولویوں کی تعلیم سے ایک مجلس میں بمقام لاہور جس میں مرزا خدا بخش صاحب مصاحب نواب محمد علی خاں صاحب اور میاں معراج الدین صاحب لاہوری۔ اور مفتی محمد صادق صاحب اور صوفی محمد علی صاحب کلرک۔ اور میاں چٹو صاحب لاہوری اور خلیفہ رجب دین صاحب تاجر لاہوری اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم۔ اور حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور حکیم محمد حسین صاحب تاجر مرہم عیسیٰ۔ اور میاں چراغ الدین صاحب کلرک۔ اور مولوی یار محمد صاحب موجود تھے۔ بڑے اصرار سے یہ بیان کیا کہ اگر کوئی نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعوےٰ کرے۔ اور اس طرح پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہے تو وہ ایسے افترا کے ساتھ تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ زندہ رہ سکتا ہے یعنے افترا علی اللہ کے بعد اس قدر عمر پانا اسکی سچائی کی دلیل نہیں ہو سکتی اور بیان کیا کہ ایسے کئی لوگوں کا نام میں نظیراً پیش کر سکتا ہوں جنھوں نے نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک لوگوں کو سناتے رہے کہ خدا تعالےٰ کا کلام ہمارے پر نازل ہوتا ہے حالانکہ وہ کاذب تھے۔ غرض حافظ صاحب نے محض اپنے مشاہدہ کا حوالہ دے کر مذکورہ بالا دعویٰ پر زور دیا۔ جس سے لازم آتا تھا کہ قرآن شریف کا وہ استدلال جو آیات مندرجہ ذیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں ہے صحیح نہیں ہے اور

گویا خدا تعالےٰ نے سراسر خلاف واقعہ اس حجت کو نصاریٰ اور یہودیوں اور مشرکین کے سامنے پیش کیا ہے اور گویا آئمہ اور مفسرین نے بھی محض نادانی سے اس دلیل کو مخالفین کے سامنے پیش کیا۔ یہاں تک کہ شرح عقائد نسفی میں بھی کہ جو اہل سنت کے عقیدوں کے بارے میں ایک کتاب ہے عقیدہ کے رنگ میں اس دلیل کو لکھا ہے۔ اور علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ استخفاف قرآن یا دلیل قرآن کلمۂ کفر ہے۔ مگر نہ معلوم کہ حافظ صاحب کو کس تعصب نے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ باوجود دعویٰ حفظ قرآن مفصلہ ذیل آیات کو بھول گئے اور وہ یہ ہیں۔ انہ لقول رسول کریم۔ وما ھو بقول شاعر۔ قلیلاً ما تؤمنون ولا بقول کاھن۔ قلیلاً ما تذکرون۔ تنزیل من رب العٰلمین۔ ولو تقول علینا بعض الاقاویل۔ لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین۔ فما منکم من احد عنہ حاجزین۔ دیکھو سورۃ الحاقۃ الجزو نمبر ۲۹۔ اور ترجمہ اس کا یہ ہے کہ یہ قرآن کلام رسول کا ہے یعنے وحی کے ذریعہ سے اُس کو پہنچا ہے۔ اور یہ شاعر کا کلام نہیں مگر چونکہ تمہیں ایمانی فراست سے کم حصہ ہے اس لئے تم اس کو پہچانتے نہیں اور یہ کاہن کا کلام نہیں یعنے اُس کا کلام نہیں جو جنات سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ مگر تمہیں تدبّر اور تذکّر کا بہت کم حصہ دیا گیا ہے۔ اس لئے ایسا خیال کرتے ہو۔ تم نہیں سوچتے کہ کاہن کس پست اور ذلیل حالت میں ہوتے ہیں بلکہ یہ رب العالمین کا کلام ہے جو عالم اجسام اور عالم ارواح دونوں کا رب ہے یعنے جیسا کہ وہ تمہارے اجسام کی تربیت کرتا ہے ایسا ہی وہ تمہاری روحوں کی تربیت کرنا چاہتا ہے اور اسی ربوبیت کے تقاضا کی وجہ سے اس نے اس رسول کو بھیجا ہے۔ اور اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا نہ خدا کا۔ تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اسکی رگِ جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچا نہ سکتا۔ یعنے اگر وہ ہم پر افترا کرتا تو اسکی سزا موت تھی۔ کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوے سے افترا اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا۔ تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔ اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں جو دنیا کے لئے

ہلاکت کی راہیں پیش کرتا ہے۔ اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کر کے مخلوقِ خدا کی روحانی
موت چاہتا ہے اور خدا پر افترا کر کے گستاخی کرتا ہے ✤

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
سچائی پر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر وہ ہماری طرف سے نہ ہوتا۔ تو ہم اسکو ہلاک کر دیتے اور
وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکتا۔ گو تم لوگ اسکے بچانے کے لئے کوشش بھی کرتے لیکن حافظ صاحب اس
دلیل کو نہیں مانتے اور فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی کی تمام و کمال مدت تیئیس
برس کی تھی۔ اور میں اس سے زیادہ مدت کے لوگ دکھا سکتا ہوں جنھوں نے جھوٹے
دعوے نبوت اور رسالت کے کئے تھے اور باوجود جھوٹ بولنے اور خدا پر افترا کرنے کے
وہ تیئیس برس سے زیادہ مدت تک زندہ رہے۔ لہٰذا حافظ صاحب کے نزدیک قرآن شریف
کی یہ دلیل باطل اور ہیچ ہے۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ثابت نہیں
ہو سکتی۔ مگر تعجب کہ جبکہ مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم اور مولوی سید آل حسن صاحب
مرحوم نے اپنی کتاب ازالہ اوہام اور استفسار میں پادری فنڈل کے سامنے یہی دلیل
پیش کی تھی۔ تو پادری فنڈل صاحب کو اس کا جواب نہیں آیا تھا۔ اور باوجودیکہ تواریخ
کی ورق گردانی میں یہ لوگ بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں مگر وہ اس دلیل کے توڑنے کیلئے
کوئی نظیر پیش نہ کر سکا✤ اور لاجواب رہ گیا۔ اور آج حافظ محمد یوسف صاحب مسلمانوں
کے فرزند کہلا کر اس قرآنی دلیل سے انکار کرتے ہیں۔ اور یہ معاملہ صرف زبانی ہی نہیں رہا
بلکہ ایک ایسی تحریر اس بارے میں ہمارے پاس موجود ہے جس پر حافظ صاحب کے دستخط ہیں جو
انھوں نے مجتبی اخویم مفتی محمد صادق صاحب کو اس عہد اقرار کے ساتھ دی ہے کہ ہم ایسے
مفتریوں کا ثبوت دینگے جنھوں نے خدا کے مامور یا نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور

✤ پادری فنڈل صاحب نے اپنے میزان الحق میں صرف یہ جواب دیا تھا کہ مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا میں کئی کروڑ بت پرست موجود ہیں لیکن یہ نہایت فضول جواب ہے کیونکہ بُت پرست لوگ بُت پرستی میں اپنے وحی من اللہ ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ یہ نہیں کہتے کہ خدا نے ہمیں حکم دیا ہے کہ بُت پرستی کو دنیا میں پھیلاؤ وہ لوگ گمراہ ہیں نہ مفتری علی اللہ۔ یہ جواب امر متنازع فیہ سے کچھ تعلق نہیں رکھتا بلکہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ بحث تو دعوئ نبوت اور افترا علی اللہ میں ہے نہ فقط ضلالت میں۔ منہ ✤

پھر وہ اس دعوے کے بعد تیئیس برس سے زیادہ جیتے رہے۔ یاد رہے کہ یہ صاحب مولوی عبداللہ
صاحب غزنوی کے گروہ میں سے ہیں۔ اور بڑے موحد مشہور ہیں اور ان لوگوں کے عقائد کا
بطور نمونہ یہ حال ہے جو ہم نے لکھا۔ اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ قرآن کے دلائل پیش کردہ
کی تکذیب قرآن کی تکذیب ہے۔ اور اگر قرآن شریف کی ایک دلیل کو رد کیا جائے۔ تو امان اُٹھ
جائیگا اور اس سے لازم آئے گا کہ قرآن کے تمام دلائل جو توحید اور رسالت کے اثبات میں
ہیں سب کے سب باطل اور ہیچ ہوں اور آج تو حافظ صاحب نے اس رد کے لئے یہ بیڑا اُٹھایا
کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ لوگوں نے تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ نبوت یا رسالت کے
جھوٹے دعوے کئے اور پھر زندہ رہے۔ اور کل شائد حافظ صاحب یہ بھی کہدیں کہ قرآن
کی یہ دلیل بھی کہ لو کان فیھما الھۃ الا اللّٰہ لفسدتا باطل ہے اور دعویٰ کریں کہ میں دکھلا
سکتا ہوں کہ خدا کے سوا اور بھی چند خدا ہیں جو سچے ہیں۔ مگر زمین و آسمان پھر بھی اب تک ۳
موجود ہیں۔ پس ایسے بہادر حافظ صاحب سے سب کچھ امید ہے۔ لیکن ایک ایماندار کے
بدن پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے جب کوئی یہ بات زبان پر لاوے کہ فلاں بات جو قرآن میں
ہے وہ خلاف واقعہ ہے یا فلاں دلیل قرآن کی باطل ہے بلکہ جس امر میں قرآن اور رسول
کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر زد پڑتی ہو ایماندار کا کام نہیں کہ اس پلید پہلو کو اختیار کرے اور
حافظ صاحب کی نوبت اس درجہ تک محض اس لئے پہنچ گئی کہ انھوں نے اپنے چند قدیم
رفیقوں کی رفاقت کی وجہ سے میرے منجانب اللہ ہونے کے دعوے کا انکار مناسب
سمجھا۔ اور چونکہ دروغگو کو خدا تعالےٰ اسی جہان میں ملزم اور شرمسار کر دیتا ہے اس لئے
حافظ صاحب بھی اور منکروں کی طرح خدا کے الزام کے نیچے آگئے اور ایسا اتفاق ہوا کہ
ایک مجلس میں جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں میری جماعت کے بعض لوگوں نے حافظ صاحب
کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں ایک شمشیر برہنہ کی طرح یہ حکم فرمایا
ہے کہ یہ نبی اگر میرے پر جھوٹ بولتا۔ اور کسی بات میں افترا کرتا تو میں اسکی رگِ جان کاٹ
دیتا اور اس مدت دراز تک وہ زندہ نہ رہ سکتا۔ تو اب جب ہم اپنے اس مسیح موعود کو اس
پیمانہ سے ناپتے ہیں تو براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ منجانب اللہ

ہونے اور مکالمات الٰہیہ کا قریباً تیس برس سے ہے۔ اور اکیس برس سے براہین احمدیہ شائع ہے پھر اگر اس مدت تک اس مسیح کا ہلاکت سے امن میں رہنا اس کے صادق ہونے پر دلیل نہیں ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا تیئیس برس تک موت سے بچنا آپکے سچا ہونے پر بھی دلیل نہیں ہے کیونکہ جبکہ خدا تعالےٰ نے اس جگہ ایک جھوٹے مدعی رسالت کو تیس برس تک مہلت دی اور لو تقول علینا کے وعدہ کا کچھ خیال نہ کیا۔ تو اسی طرح نعوذ باللہ یہ بھی قریب قیاس ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی باوجود کاذب ہونے کے مہلت دیدی ہو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کاذب ہونا محال ہے پس جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال۔ اور ظاہر ہے کہ یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جبھی ٹھیر سکتا ہے۔ جبکہ یہ قاعدہ کلی مانا جائے کہ خدا اس مفتری کو جو خلقت کے گمراہ کرنے کے لئے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہو کبھی مہلت نہیں دیتا۔ کیونکہ اس طرح پر اُس کی بادشاہت میں گڑبڑ پڑ جاتا ہے اور صادق اور کاذب میں تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ غرض جب میرے دعوے کی تائید میں یہ دلیل پیش کی گئی تو حافظ صاحب نے اس دلیل سے سخت انکار کرکے اس بات پر زور دیا کہ کاذب کا تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ زندہ رہنا جائز ہے اور کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے کاذبوں کی میں نظیر پیش کروں گا جو رسالت کا جھوٹا دعویٰ کرکے تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ رہے ہوں مگر اب تک کوئی نظیر پیش نہیں کی۔ اور جن لوگوں کو اسلام کی کتابوں پر نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آجتک علمائے امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیئیس برس تک زندہ رہ سکتا ہے بلکہ یہ تو صریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ اور کمال بے ادبی ہے اور خدا تعالیٰ کی پیش کردہ دلیل سے استخفاف ہے۔ ہاں اُن کا یہ حق تھا کہ مجھ سے اس کا ثبوت مانگتے کہ میرے دعویٰ مامور من اللہ ہونے کی مدت تیئیس برس یا اس سے زیادہ اب تک ہو چکی ہے یا نہیں۔ مگر حافظ صاحب نے ۴
مجھ سے یہ ثبوت نہیں مانگا۔ کیونکہ حافظ صاحب بلکہ تمام علمائے اسلام اور ہندو اور عیسائی اسبات کو جانتے ہیں کہ براہین احمدیہ جس میں یہ دعویٰ ہے اور جس میں بہت سے مکالمات الٰہیہ

درج ہیں اس کے شائع ہونے پر اکیس برس گذر چکے ہیں۔ اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریباً تیس برس سے یہ دعویٰ مکالمات الٰہیہ شائع کیا گیا ہے۔ اور نیز الہام اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ جو میرے والد صاحب کی وفات پر ایک انگشتری پر کھودا گیا تھا۔ اور امرتسر میں ایک مُہرکن سے کھدوایا گیا تھا وہ انگشتری اب تک موجود ہے اور وہ لوگ موجود ہیں جنھوں نے طیار کروائی۔ اور براہین احمدیہ موجود ہے جس میں یہ الہام اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ لکھا گیا ہے اور جیسا کہ انگشتری سے ثابت ہوتا ہے یہ بھی چھتیس برس کا زمانہ ہے غرض چونکہ یہ تیس سال تک مدت براہین سے ثابت ہوتی ہے اور کسی طرح مجال انکار نہیں۔ اور اسی براہین کا مولوی محمد حسین نے ریویو بھی لکھا تھا۔ لہٰذا حافظ صاحب کی یہ مجال تو نہ ہوئی کہ اُس امر کا انکار کریں جو اکیس سال سے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکا ہے ناچار قرآن شریف کی دلیل پر حملہ کر دیا کہ مثل مشہور ہے کہ مرتا کیا نہ کرتا۔ سو ہم اس اشتہار میں حافظ محمد یوسف صاحب سے وہ نظیر طلب کرتے ہیں جسکے پیش کرنے کا انھوں نے اپنی دستخطی تحریر میں وعدہ کیا ہے۔ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ قرآنی دلیل کبھی ٹوٹ نہیں سکتی یہ خدا کی پیشکردہ دلیل ہے نہ کسی انسان کی۔ کئی کم بخت بدقسمت دُنیا میں آئے اور انھوں نے قرآن کی اس دلیل کو توڑنا چاہا۔ مگر آخر آپ ہی دنیا سے رخصت ہو گئے مگر یہ دلیل ٹوٹ نہ سکی۔ حافظ صاحب علم سے بے بہرہ ہیں ان کو خبر نہیں کہ ہزارہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اسی دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے اور کسی عیسائی یا یہودی کو طاقت نہ ہوئی کہ کسی ایسے شخص کا نشان دے جس نے افترا کے طور پر مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے زندگی کے تیئیس برس پورے کئے ہوں۔ پھر حافظ صاحب کی کیا حقیقت اور سرمایہ ہے کہ اس دلیل کو توڑ سکیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسی وجہ سے بعض جاہل اور نافہم مولوی میری ہلاکت کے لئے طرح طرح کے حیلے سوچتے رہے ہیں تا یہ مدت پوری نہ ہونی پاوے جیسا کہ یہودیوں نے نعوذ باللہ حضرت مسیح کو رفع سے بے نصیب ٹھیرانے کے لئے صلیب کا حیلہ سوچا تھا تا اس سے دلیل پکڑیں کہ عیسیٰ بن مریم اُن صادقوں میں سے نہیں ہے جن کا رفع الی اللہ ہوتا رہا ہے مگر خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے صلیب سے بچاؤں گا

اور اپنی طرف تیرا رفع کروں گا جیسا کہ ابراہیم اور دوسرے پاک نبیوں کا رفع ہُوا۔ سو
اس طرح ان لوگوں کے منصوبوں کے برخلاف خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسّی برس یا دو
تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کروں گا تا لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں۔
جیسا کہ یہودی صلیب سے نتیجہ عدم رفع کا نکالنا چاہتے تھے۔ اور خدا نے مجھے وعدہ دیا
کہ میں تمام خبیث مرضوں سے بھی تجھے بچاؤں گا جیسا کہ اندھا ہونا تا اس سے بھی کوئی بد
نتیجہ نہ نکالیں* اور خدا نے مجھے اطلاع دی کہ بعض ان میں سے تیرے پر بد دعائیں بھی کرتے
رہیں گے۔ مگر انکی بد دُعائیں میں اُنہی پر ڈالوں گا۔ اور درحقیقت لوگوں نے اس خیال سے
۵ کہ کسی طرح لونتقوّل کے نیچے مجھے لے آئیں منصوبہ بازی میں کچھ کمی نہیں کی۔ بعض مولویوں
نے قتل کے فتوے دئیے۔ بعض مولویوں نے جھوٹے قتل کے مقدمات بنانے کیلئے میرے
پر گواہیاں دیں۔ بعض مولوی میری موت کی جھوٹی پیشگوئیاں کرتے رہے۔ بعض مسجدوں
میں میرے مرنے کے لئے ناک رگڑتے رہے۔ بعض نے جیسا کہ غلام دستگیر قصوری نے
اپنی کتاب میں۔ اور مولوی اسمٰعیل علیگڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ اگر وہ کاذب
ہے تو ہم سے پہلے مریگا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔ مگر جب ان تالیفات
کو دُنیا میں شائع کر چکے۔ تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح پر انکی موت نے
فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔ مگر پھر بھی یہ لوگ عبرت نہیں پکڑتے۔ پس کیا یہ ایک
عظیم الشان معجزہ نہیں ہے کہ محی الدین لکھو کے والے نے میری نسبت موت کا الہام
شائع کیا وہ مر گیا۔ مولوی اسمٰعیل نے شائع کیا وہ مر گیا۔ مولوی غلام دستگیر نے ایک
کتاب تالیف کر کے اپنے مرنے سے میرا پہلے مرنا بڑے زور شور سے شائع کیا وہ
مر گیا۔ پادری حمید اللہ پشاوری نے میری موت کی نسبت دس مہینہ کی میعاد رکھ کر
پیشگوئی شائع کی وہ مر گیا۔ لیکھرام نے میری موت کی نسبت تین سال کی میعاد کی
پیشگوئی کی وہ مر گیا۔ یہ اس لئے ہُوا کہ تا خدا تعالیٰ ہر طرح سے اپنے نشانوں کو مکمل

* الہام الٰہی آنکھ کے بارے میں یہ ہے تنزل الرحمۃ علٰی ثلٰث العین وعلی الاخریین
یعنے تیرے تین عضووں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔ ایک آنکھیں اور باقی دو اور۔ منہ

کرے ۔
میری نسبت جو کچھ ہمدردی قوم نے کی ہے وہ ظاہر ہے اور غیر قوموں کا بغض ایک
طبعی امر ہے۔ ان لوگوں نے کونسا پہلو میرے تباہ کرنے کا اُٹھا رکھا۔ کونسا ایذا کا منصوبہ
ہے جو انتہا تک نہیں پہنچایا۔ کیا بد دُعاؤں میں کچھ کسر رہی یا قتل کے فتوے نامکمل رہے
یا ایذا اور توہین کے منصوبے کما حقہٗ ظہور میں نہ آئے۔ پھر وہ کونسا ہاتھ ہے جو مجھے بچاتا ہے
اگر میں کاذب ہوتا تو چاہیئے تو یہ تھا کہ خدا خود میرے ہلاک کرنے کے لئے اسباب پیدا
کرتا نہ یہ کہ وقتاً فوقتاً لوگ اسباب پیدا کریں اور خدا اُن اسباب کو معدوم کرتا رہے*
کیا یہی کاذب کی نشانیاں ہُوا کرتی ہیں کہ قرآن بھی اسکی گواہی دے۔ اور آسمانی نشان
بھی اسی کی تائید میں نازل ہوں۔ اور عقل بھی اسی کی مؤید ہو اور جو اس کی موت کے
شائق ہوں وہی مرتے جائیں۔ میں ہرگز یقین نہیں کرتا کہ زمانہ نبوی کے بعد کسی اہل اللہ
اور اہل حق کے مقابل پر کبھی کسی مخالف کو ایسی صاف اور صریح شکست اور ذلت
پہنچی ہو جیسا کہ میرے دشمنوں کو میرے مقابل پر پہنچی ہے۔ اگر انھوں نے میری عزت پر
حملہ کیا تو آخر آپ ہی بیعزت ہوئے۔ اور اگر میری جان پر حملہ کر کے یہ کہا کہ اس شخص کے

* دیکھو مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے میرے نابود کرنے کے لئے کیا کچھ ہاتھ پیر مارے۔ اور محض فضول
گوئی سے خدا سے لڑا۔ اور دعویٰ کیا کہ میں نے ہی اونچا کیا۔ اور میں ہی گراؤں گا۔ مگر وہ خوب جانتا ہے کہ اس
فضول گوئی کا انجام کیا ہُوا۔ افسوس کہ اس نے اپنے اس کلمہ میں ایک صریح جھوٹ تو زمانہ ماضی کی نسبت
بولا۔ اور ایک آئندہ کی نسبت جھوٹی پیشگوئی کی۔ وہ کون تھا اور کیا چیز تھا جو مجھے اونچا کرتا۔ یہ خدا کا میرے پر
احسان ہے اور اس کے بعد کسی کا بھی احسان نہیں۔ اوّل اسی نے مجھے ایک بڑے شریف خاندان میں پیدا کیا اور نسب کے
ہر ایک داغ سے بچایا۔ پھر بعد میں میری حمایت میں آپ کھڑا ہُوا۔ افسوس ان لوگوں کی کہانتک حالت پہنچ گئی ہے کہ ایسی خلاف
واقعہ باتیں مُنہ پر لاتے ہیں جنکی کچھ بھی اصلیت نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس بدقسمت نے ہر ایک طور سے مجھ پر حملے کئے اور
نامراد رہا۔ لوگوں کو بیعت سے روکا نتیجہ یہ ہُوا کہ ہزارہا لوگ میری بیعت میں داخل ہو گئے۔ اقدام قتل کے جھوٹے مقدمہ میں
پادریوں کا گواہ بنکر میری عزت پر حملہ کیا۔ مگر اسی وقت کُرسی مانگنے کی تقریب سے اپنی نیت کا پھل پا لیا۔ میرے پرائیویٹ
امور میں گندے اشتہار دیئے۔ ان کا جواب خدا نے پہلے سے دے رکھا ہے میرے بیان کی حاجت نہیں۔ منہ

صدق اور کذب کا معیار یہ ہے کہ وہ ہم سے پہلے مریگا۔ تو پھر آپ ہی مرگئے۔ مولوی غلام دستگیر
کی کتاب تو دُور نہیں مدت سے چھپ کر شائع ہو چکی ہے۔ دیکھو وہ کس دلیری سے لکھتا ہے
کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مریگا اور پھر آپ ہی مرگیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ
جو لوگ میری موت کے شائق تھے اور انھوں نے خدا سے دُعائیں کیں کہ ہم دونوں میں سے
جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے آخر وہ مرگئے نہ ایک نہ دو بلکہ پانچ آدمیوں نے ایسا ہی کہا اور اس
دنیا کو چھوڑ گئے۔ اس کا نتیجہ موجودہ مولویوں کے لئے جو محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد الجبار غزنوی
ثم امرتسری اور عبد الحق غزنوی ثم امرتسری اور مولوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور رشید احمد
گنگوہی اور نذیر حسین دہلوی اور رسل بابا امرتسری اور منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ اور
حافظ محمد یوسف ضلعدار نہر وغیرہم کے لئے یہ تو نہ ہوا کہ اس اعجاز صریح سے یہ لوگ فائدہ
اُٹھاتے۔ اور خدا سے ڈرتے اور توبہ کرتے۔ ہاں ان لوگوں کی ان چند نمونوں کے بعد کمریں ٹوٹ
گئیں۔ اور اس قسم کی تحریروں سے ڈر گئے۔ فلن یکتبوا بمثل ھٰذا بما تقدمت الامثال
یہ معجزہ کچھ تھوڑا نہیں تھا۔ کہ جن لوگوں نے مدار فیصلہ جھوٹے کی موت رکھی تھی وہ میرے مرنے
سے پہلے قبروں میں جا سوئے۔ اور مینے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمی کے
روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو آتھم بھی اپنی موت سے
میری سچائی کی گواہی دے گیا مجھے ان لوگوں کی حالتوں پر رحم آتا ہے کہ بخل کی وجہ سے کہاں
تک ان لوگوں کی نوبت پہنچ گئی ہے۔ اگر کوئی نشان بھی طلب کریں تو کہتے ہیں کہ یہ دُعا کرو کہ
ہم سات دن میں مرجائیں۔ نہیں جانتے کہ خود تراشیدہ میعادوں کی خدا پیروی نہیں
کرتا۔ اس نے فرمادیا ہے کہ لا تقف ما لیس لک بہٖ علم۔ اور اس نے اپنے نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کو فرمایا کہ ولا تقولنّ لشیءٍ انی فاعل ذٰلک غدا۔ سو جبکہ سیدنا محمد مصطفٰے صلے
اللہ علیہ وسلم ایک دن کی میعاد اپنی طرف سے پیش نہیں کرسکتے۔ تو میں سات دن کا کیونکر
دعویٰ کروں۔ ان نادان ظالموں سے مولوی غلام دستگیر اچھا رہا کہ اس نے اپنے رسالہ
میں کوئی میعاد نہیں لگائی۔ یہی دُعا کی کہ یاالٰہی اگر میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب میں
حق پر نہیں تو مجھے پہلے موت دے۔ اور اگر مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوے میں حق پر نہیں

تو اسے مجھ سے پہلے موت دے۔ بعد اس کے بہت جلد خدا نے اس کو موت دے دی۔ دیکھو
کیسا صفائی سے فیصلہ ہوگیا۔ اگر کسی کو اس فیصلہ کے ماننے میں تردد ہو۔ تو اس کو اختیار
ہے۔ کہ آپ خدا کے فیصلہ کو آزمائے لیکن ایسی شرارتیں چھوڑ دے جو آیت ولا تقولنّ
لشیءٍ انی فاعل ذٰلک غدا سے مخالف پڑی ہیں۔ شرارت کی حجت بازی سے صریح
بے ایمانی کی بُو آتی ہے۔ ایسا ہی مولوی اسمٰعیل نے صفائی سے خدا تعالیٰ کے روبرو یہ درخواست
کی کہ ہم دونوں فریق میں سے جو جھوٹا ہے وہ مرجائے۔ سو خدا نے اس کو بھی جلد تر اس جہان
سے رخصت کردیا۔ اور ان وفات یافتہ مولویوں کا ایسی دُعاؤں کے بعد مرجانا ایک خدا ترس
مسلمان کے لئے تو کافی ہے مگر ایک پلید دل سیاہ دل دنیا پرست کے لئے ہرگز کافی ۷
نہیں۔ بھلا علیگڈھ تو بہت دُور ہے اور شاید پنجاب کے کئی لوگ مولوی اسمٰعیل کے نام
سے بھی ناواقف ہوں گے۔ مگر قصور ضلع لاہور تو دُور نہیں اور ہزاروں اہل لاہور مولوی
غلام دستگیر قصوری کو جانتے ہونگے اور اس کی یہ کتاب بھی انھوں نے پڑھی ہوگی تو
کیوں خدا سے نہیں ڈرتے۔ کیا مرنا نہیں ؟ کیا غلام دستگیر کی موت میں بھی لیکھرام
کی موت کی طرح سازش کا الزام لگائیں گے۔ خدا کے جھوٹوں پر نہ ایک دم کے لئے
لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے۔ کیا دنیا کے کیڑے محض سازش اور منصوبہ سے
خدا کے مقدس مامورین کی طرح کوئی قطعی پیشگوئی کرسکتے ہیں۔ ایک چور جو چوری کے لئے
جاتا ہے اس کو کیا خبر ہے کہ وہ چوری میں کامیاب ہو یا ماخوذ ہو کر جیل خانہ میں جائے پھر
وہ اپنی کامیابی کی زور شور سے تمام دنیا کے سامنے دشمنوں کے سامنے کیا پیشگوئی کریگا
مثلاً دیکھو کہ کیسی پُرزور پیشگوئی جو لیکھرام کے قتل کئے جانے کے بارے میں تھی جس کے
ساتھ دن وقت تاریخ بیان کیا گیا تھا۔ کیا کسی شریر بدچلن خونی کا کام ہے۔ غرض ان
مولویوں کی سمجھ پر کچھ ایسے پتھر پڑ گئے ہیں کہ کسی نشان سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ براہین احمدیہ
میں قریب سولہ برس پہلے بیان کیا گیا تھا کہ خدا تعالےٰ میری تائید میں خسوف کسوف کا نشان
ظاہر کرے گا۔ لیکن جب وہ نشان ظاہر ہوگیا۔ اور حدیث کی کتابوں سے بھی کھل گیا
کہ یہ ایک پیشگوئی تھی کہ مہدی کی شہادت کے لئے اس کے ظہور کے وقت میں رمضان

میں خسوف کسوف ہوگا۔ تو ان مولویوں نے اس نشان کو بھی گاؤ خورد کر دیا۔ اور حدیث
سے مُنہ پھیر لیا۔ یہ بھی احادیث میں آیا تھا کہ مسیح کے وقت میں اونٹ ترک کئے جائینگے
اور قرآن شریف میں بھی وارد تھا کہ واذا العشار عطلت۔ اب یہ لوگ دیکھتے ہیں
کہ مکہ اور مدینہ میں بڑی سرگرمی سے ریل طیار ہو رہی ہے اور اونٹوں کے الوداع کا وقت
آگیا۔ پھر اس نشان سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح موعود کے
وقت میں ستارہ ذو السنین نکلے گا۔ اب انگریزوں سے پوچھ لیجئے کہ مدت ہوئی کہ وہ
ستارہ نکل چکا۔ اور یہ بھی حدیثوں میں تھا کہ مسیح کے وقت میں طاعون پڑے گی حج روکا
جائے گا۔ سو یہ تمام نشان ظہور میں آگئے۔ اب اگر مثلاً میرے لئے آسمان پر خسوف کسوف
نہیں ہوا۔ تو کسی اور مہدی کو پیدا کریں جو خدا کے الہام سے دعویٰ کرتا ہو کہ میرے لئے
ہوا ہے۔ افسوس ان لوگوں کی حالتوں پر ان لوگوں نے خدا اور رسول کے فرمودہ کی کچھ بھی
عزت نہ کی۔ اور صدی پر بھی سترہ برس گذر گئے مگر ان کا مجدد اب تک کسی غار میں
پوشیدہ بیٹھا ہے۔ مجھ سے یہ لوگ کیوں بخل کرتے ہیں۔ اگر خدا نہ چاہتا تو میں نہ آتا
بعض دفعہ میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ میں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ
سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے۔ پر ساتھ ہی میرے
دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس سے زیادہ اور کوئی سخت گناہ نہیں کہ میں خدمت سپرد کردہ
میں بزدلی ظاہر کروں۔ جس قدر میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں۔ اسی قدر خدا تعالے مجھے کھینچ
کر آگے لے آتا ہے۔ میرے پر ایسی رات کوئی کم گذرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلّی
نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں اگرچہ جو
لوگ دل کے پاک ہیں۔ مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اسی کے منہ کی قسم
ہے کہ میں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے
۸ جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔ اور سراسر بد قسمتی ہے کہ میری تباہی
چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ جو شخص
مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور

ابو جہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُر آب
ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا
کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں۔ ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک
پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کی مثل
بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو
اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان
اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے
کے لئے دُعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شل
ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ اپنے کام
کو پورا نہ کرلے۔ اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے
ساتھ ہونگے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی
جانوں پر ظلم مت کرو۔ کاذبوں کے اور مُنہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر
کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ میں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے
ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ
خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا
ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سُستی کروں۔ اگرچہ آفتاب ایک طرف سے اور زمین ایک
طرف سے باہم مل کر کچلنا چاہیں۔ انسان کیا ہے محض ایک کیڑا۔ اور بشر کیا ہے محض ایک مضغہ
پس کیونکر میں حیّ و قیّوم کے حکم کو ایک کیڑے یا ایک مضغہ کے لئے ٹال دوں۔ جس طرح خدا
نے پہلے مامورین اور مکذبین میں آخر ایک دن فیصلہ کر دیا۔ اسی طرح وہ اس وقت بھی فیصلہ
کرے گا۔ خدا کے مامورین کے آنے کے لئے بھی ایک موسم ہوتے ہیں اور پھر جانے کے
لئے بھی ایک موسم۔ پس یقیناً سمجھو کہ میں نہ بے موسم آیا ہوں اور نہ بے موسم جاؤں گا
خدا سے مت لڑو! یہ تمہارا کام نہیں کہ مجھے تباہ کر دو ✤

اب اس اشتہار سے میرا یہ مطلب ہے کہ جس طرح خدا تعالے نے اور نشانوں میں

مخالفین پر حجت پوری کی ہے ✱ اسی طرح میں چاہتا ہوں کہ آیت لو تقول کے متعلق بھی
حجت پوری ہو جائے اسی جہت سے میں نے اس اشتہار کو پانسو روپیہ کے انعام کے ساتھ
9 شائع کیا ہے۔ اور اگر تسلی نہ ہو تو میں یہ روپیہ کسی سرکاری بینک میں جمع کرا سکتا ہوں۔ اگر حافظ
محمد یوسف صاحب اور ان کے دوسرے ہم مشرب جن کے نام میں نے اس اشتہار میں
لکھے ہیں اپنے اس دعوے میں صادق ہیں یعنے اگر یہ بات صحیح ہے کہ کوئی شخص نبی یا رسول
اور مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرکے اور کھلے کھلے طور پر خدا کے نام کلمات لوگوں
کو سنا کر پھر باوجود مفتری ہونے کے برابر تیئیس برس تک جو زمانہ وحی آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہے زندہ رہا ہے تو میں ایسی نظیر پیش کرنے والے کو بعد اس کے کہ مجھے میرے ثبوت
کے موافق یا قرآن کے ثبوت کے موافق ثبوت دیدے۔ پانسو روپیہ نقد دیدوں گا۔ اور اگر
ایسے لوگ کئی ہوں تو ان کا اختیار ہوگا کہ وہ روپیہ باہم تقسیم کرلیں۔ اس اشتہار کے
نکلنے کی تاریخ سے پندرہ روز تک ان کو مہلت ہے کہ دنیا میں تلاش کرکے ایسی نظیر
پیش کریں۔ افسوس کا مقام ہے کہ میرے دعوے کی نسبت جب یعنے مسیح موعود ہونے
کا دعویٰ کیا مخالفوں نے نہ آسمانی نشانوں سے فائدہ اٹھایا۔ اور نہ زمینی نشانوں سے
کچھ ہدایت حاصل کی۔ خدا نے ہر ایک پہلو سے نشان ظاہر فرمائے پر دنیا کے فرزندوں

✱ اس زمانہ کے بعض نادان کئی دفعہ شکست کھا کر پھر مجھ سے حدیثوں کی رو سے بحث کرنا چاہتے ہیں یا بحث کرانے کے خواہشمند ہوتے ہیں مگر افسوس کہ نہیں جانتے کہ جس حالت میں وہ اپنی چند ایسی حدیثوں کو چھوڑنا نہیں چاہتے جو محض ظنیات کا ذخیرہ اور مجروح اور مخدوش ہیں اور تیز مخالف انکے اور حدیثیں بھی ہیں۔ اور قرآن بھی ان حدیثوں کو جھوٹی ٹھیراتا ہے تو پھر میں ایسے روشن ثبوت کو کیونکر چھوڑ سکتا ہوں جسکی ایک طرف قرآن شریف تائید کرتا ہے اور ایک طرف اُسکی سچائی کی احادیث صحیحہ گواہ ہیں۔ اور ایک طرف خدا کا وہ کلام گواہ ہے جو مجھ پر نازل ہوتا ہے اور ایک طرف پہلی کتابیں گواہ ہیں اور ایک طرف عقل گواہ ہے اور ایک طرف وہ صدہا نشان گواہ ہیں جو میرے ہاتھ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ پس حدیثوں کی بحث طریق تصفیہ نہیں ہے۔ خدا نے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حَکَم ہو کر آیا ہے اسکا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پاکر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پاکر رد کرے۔ منہ

نے ان کو قبول نہ کیا۔ اب خدا کی اور ان لوگوں کی ایک کشتی ہے یعنے خدا چاہتا ہے
کہ اپنے بندہ کی جس کو اس نے بھیجا ہے روشن دلائل اور نشانوں کے ساتھ سچائی
ظاہر کرے اور یہ لوگ چاہتے ہیں کہ وہ تباہ ہو اس کا انجام بد ہو اور وہ انکی
آنکھوں کے سامنے ہلاک ہو اور اس کی جماعت متفرق اور نابود ہو تب یہ لوگ
ہنسیں اور خوش ہوں اور ان لوگوں کو تمسخر سے دیکھیں جو اس سلسلہ کی حمایت
میں تھے اور اپنے دل کو کہیں کہ تجھے مبارک ہو کہ آج تو نے اپنے دشمن کو ہلاک ہوتے
دیکھا اور اس کی جماعت کو تتر بتر ہوتے مشاہدہ کر لیا۔ مگر کیا اُن کی مرادیں پوری ہو
جائینگی۔ اور کیا ایسا خوشی کا دن اُن پر آئے گا؟ اس کا یہی جواب ہے کہ اگر
ان کے امثال پر آیا تھا تو ان پر بھی آئے گا۔ ابوجہل نے جب بدر کی لڑائی میں یہ دعا
کی تھی کہ اللّٰھم من کان منا کاذبا فاحنه فی ھذا الموطن یعنے اے خدا ہم دونو
میں سے جو محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم اور میں ہوں جو شخص تیری نظر میں جھوٹا ہے
اس کو اسی موقع قتال میں ہلاک کر۔ تو کیا اس دعا کے وقت اس کو گمان تھا کہ میں
جھوٹا ہوں۔ اور جب لیکھرام نے کہا کہ میری بھی مرزا غلام احمد کی موت کی نسبت
ایسی ہی پیشگوئی ہے جیسا کہ اس کی۔ اور میری پیشگوئی پہلے پوری ہو جائے گی۔ اور
وہ مرے گا ✱ تو کیا اس کو اس وقت اپنی نسبت گمان تھا کہ میں جھوٹا ہوں۔ پس منکر
تو دنیا میں ہوتے ہیں۔ پر بڑا بدبخت وہ منکر ہے جو مرنے سے پہلے معلوم نہ کرسکے کہ میں 10
جھوٹا ہوں۔ پس کیا خدا پہلے منکروں کے وقت میں قادر تھا اور اب نہیں۔ نعوذ باللہ
ہرگز ایسا نہیں بلکہ جو زندہ رہے گا دیکھ لے گا کہ آخر خدا غالب ہوگا۔ دنیا میں ایک

✱ ایسا ہی جب مولوی غلام دستگیر قصوری نے کتاب تالیف کرکے تمام پنجاب میں مشہور کر دیا تھا کہ میں نے یہ طریق فیصلہ قرار دے دیا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے گا تو کیا اس کو خبر تھی کہ یہی فیصلہ اس کے لئے لعنت کا نشانہ ہو جائے گا۔ اور وہ پہلے مر کر دوسرے ہم مشربوں کا بھی منہ کالا کرے گا۔ اور آیندہ ایسے مقابلات میں ان کے منہ پر مہر لگا دے گا اور بزدل بنا دے گا ✱ منہ 10

نذیر آیا۔ پر دُنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ وہ خدا جس کا قوی ہاتھ زمینوں اور آسمانوں اور اُن سب چیزوں کو جو اُن میں ہیں تھامے ہوئے ہے وہ کب انسان کے ارادوں سے مغلوب ہو سکتا ہے۔ اور آخر ایک دن آتا ہے جو وہ فیصلہ کرتا ہے۔ پس صادقوں کی یہی نشانی ہے کہ انجام اُنہی کا ہوتا ہے۔ خدا اپنی تجلیات کے ساتھ اُنکے دل پر نزول کرتا ہے پس کیونکر وہ عمارت منہدم ہو سکے جس میں وہ حقیقی بادشاہ فروکش ہے۔ ٹھٹھا کرو جسقدر چاہو۔ گالیاں دو جسقدر چاہو۔ اور ایذا اور تکلیف دہی کے منصوبے سوچو جسقدر چاہو۔ اور میرے استیصال کے لئے ہر ایک قسم کی تدبیریں اور مکر سوچو جسقدر چاہو۔ پھر یاد رکھو کہ عنقریب خدا تمہیں دکھلا دے گا کہ اُس کا ہاتھ غالب ہے۔ نادان کہتا ہے کہ میں اپنے منصوبوں سے غالب ہو جاؤں گا مگر خدا کہتا ہے کہ اے لعنتی دیکھ میں تیرے سارے منصوبے خاک میں ملا دوں گا۔ اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو آنکھیں بخشتا۔ اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے جن میں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دُکھ اُٹھائے گا وہ اُس کو کافر قرار دینگے اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائینگے اور اُس کی سخت توہین کی جائے گی۔ اور اُس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیشگوئی اُنہی مولویوں نے اپنے ہاتھوں سے پوری کی۔ افسوس یہ لوگ سوچتے نہیں کہ اگر یہ دعویٰ خدا کے امر اور ارادہ سے نہیں تھا تو کیوں اس مدعی میں پاک اور صادق نبیوں کی طرح بہت سے سچائی کے دلائل جمع ہو گئے۔ کیا وہ رات ان کے لئے ماتم کی رات نہیں تھی جس میں میرے دعوے کے وقت رمضان میں خسوف کسوف عین پیشگوئی کی تاریخوں میں وقوع میں آیا۔ کیا وہ دن ان پر مصیبت کا دن نہیں تھا جس میں لیکھرام کی نسبت پیشگوئی پوری ہوئی۔ خدا نے بارش کی طرح نشان برسائے

مگر ان لوگوں نے آنکھیں بند کر لیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ دیکھیں اور ایمان لائیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ یہ دعویٰ غیر وقت پر نہیں۔ بلکہ عین صدی کے سر پر اور عین ضرورت کے دنوں میں ظہور میں آیا۔ اور یہ امر قدیم سے اور جب سے کہ بنی آدم پیدا ہوئے سنت اللہ میں داخل ہے کہ عظیم الشان مصلح صدی کے سر پر اور عین ضرورت کے وقت میں آیا کرتے ہیں۔ جیسا کہ ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد ساتویں صدی کے سر پر جبکہ تمام دنیا تاریکی میں پڑی تھی ظہور فرما ہوئے اور جب سات کو دُگنا کیا جائے تو چودہ ہوتے ہیں لہذا چودھویں صدی کا سر مسیح موعود کے لئے مقدر تھا تا اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ جس قدر قوموں میں فساد اور بگاڑ حضرت مسیح کے زمانہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک پیدا ہو گیا تھا اس فساد سے وہ فساد دوچند ہے جو مسیح موعود کے زمانہ میں ہوگا۔ اور جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں خدا تعالیٰ نے ایک بڑا اصول جو قرآن شریف میں قائم کیا تھا اور اسی کے ساتھ نصاریٰ اور یہودیوں پر حجت قائم کی تھی یہ تھا کہ خدا تعالیٰ اُس کاذب کو جو نبوت یا رسالت اور مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے مہلت نہیں دیتا اور ہلاک کرتا ہے پس ہمارے مخالف مولویوں کی یہ کیسی ایمانداری ہے کہ مُنہ سے تو قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں۔ مگر اس کے پیش کردہ دلائل کو رد کرتے ہیں اگر وہ قرآن شریف پر ایمان لا کر اسی اصول کو میرے صادق یا کاذب ہونے کا معیار ٹھیرا لیتے تو جلد تر حق کو پا لیتے۔ لیکن میری مخالفت کے لئے اب وہ قرآن شریف کے اس اصول کو بھی نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا دعوے کرے کہ میں خدا کا نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہوں جس سے خدا ہمکلام ہو کر اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے وقتاً فوقتاً راہِ راست کی حقیقتیں اُس پر ظاہر کرتا ہے اور اس دعوے پر تئیس یا پچیس برس گذر جائیں۔ یعنے وہ میعاد گذر جائے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی میعاد تھی اور وہ شخص اس مدت تک فوت نہ ہو اور نہ قتل کیا جائے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ وہ شخص سچا نبی یا سچا رسول یا خدا کی طرف سے سچا مصلح

اور مجدّد ہے اور حقیقت میں خدا اس سے ہمکلام ہوتا ہے لیکن ظاہر ہے کہ یہ کلمۂ کفر ہے کیونکہ اس سے خدا کے کلام کی تکذیب و توہین لازم آتی ہے۔ ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالتِ حقہ کے ثابت کرنے کے لئے اسی استدلال کو پکڑا ہے کہ اگر یہ شخص خدا تعالےٰ پر افترا کرتا تو میں اس کو ہلاک کر دیتا۔ اور تمام علماء جانتے ہیں کہ خدا کی دلیل پیشکردہ سے استخفاف کرنا بالاتفاق کفر ہے کیونکہ اس دلیل پر ٹھٹھا مارتا جو خدا نے قرآن اور رسول کی حقیت پر پیش کی ہے مستلزم تکذیب کتاب اللہ و رسول اللہ ہے اور وہ صریح کفر ہے۔ مگر ان لوگوں پر کیا افسوس کیا جائے۔ شاید ان لوگوں کے نزدیک خدا تعالیٰ پر افترا کرنا جائز ہے اور ایک بدظن کہہ سکتا ہے کہ شاید یہ تمام اصرار حافظ محمد یوسف صاحب کا اور ان کا ہر مجلس میں بار بار یہ کہنا کہ ایک انسان تیئیس برس تک خدا تعالیٰ پر افترا کر کے ہلاک نہیں ہوتا اس کا یہی باعث ہو کہ انہوں نے نعوذ باللہ چند افترا خدا تعالےٰ پر کئے ہوں اور کہا ہو کہ مجھے یہ خواب آئی یا مجھے یہ الہام ہوا۔ اور پھر اب تک ہلاک نہ ہوئے تو دل میں یہ سمجھ لیا کہ خدا تعالےٰ کا اپنے رسول کی نسبت یہ فرمانا کہ اگر وہ ہم پر افترا کرتا تو ہم اس کی رگِ جان کاٹ دیتے یہ بھی صحیح نہیں ہے٭ اور خیال کیا کہ ہماری رگِ جان خدا نے کیوں نہ کاٹ دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت رسولوں اور نبیوں اور ماموریں کی نسبت ہے جو کروڑہا انسانوں کو اپنی طرف دعوت کرتے ہیں اور جن کے افترا سے دنیا تباہ ہوتی ہے لیکن ایک ایسا شخص جو اپنے تئیں مامور من اللہ ہونے کا دعوےٰ کر کے قوم کا مصلح قرار نہیں دیتا اور نہ نبوت اور رسالت کا مدعی بنتا ہے اور محض ہنسی کے طور پر یا لوگوں کو اپنا رسوخ جتلانے کے لئے دعوے کرتا ہے کہ مجھے یہ خواب آئی اور یا الہام ہوا اور جھوٹ بولتا

٭ ہمیں حافظ صاحب کی ذات پر ہرگز یہ امید نہیں کہ نعوذ باللہ کبھی انہوں نے خدا پر افترا کیا ہو اور پھر کوئی سزا نہ ملنے کی وجہ سے یہ عقیدہ ہو گیا ہو۔ ہمارا ایمان ہے کہ خدا پر افترا کرنا پلید طبع لوگوں کا کام ہے اور آخر وہ ہلاک کئے جاتے ہیں۔ منہ

ہے یا اس میں جھوٹ ملاتا ہے وہ اس نجاست کے کیڑے کی طرح ہے جو نجاست میں ہی پیدا ہوتا ہے اور نجاست میں ہی مر جاتا ہے۔ ایسا خبیث اس لائق نہیں کہ خدا اس کو یہ عزت دے کہ تو نے اگر میرے پر افترا کیا تو میں تجھے ہلاک کر دوں گا بلکہ وہ بوجہ اپنی نہایت درجہ کی ذلت کے قابل التفات نہیں کوئی شخص اسکی پیروی نہیں کرتا کوئی اس کو نبی یا رسول یا مامور من اللہ نہیں سمجھتا۔ ماسوا اس کے یہ بھی ثابت کرنا چاہیئے کہ اس مفتریانہ عادت پر برابر تیئیس برس گذر گئے۔ ہمیں حافظ محمد یوسف صاحب کی بہت کچھ واقفیت نہیں مگر یہ بھی امید نہیں۔ خدا ان کے اندرونی اعمال بہتر جانتا ہے۔ ان کے دو قول تو ہمیں یاد ہیں اور سنا ہے کہ اب ان سے وہ انکار کرتے ہیں۔ (۱) ایک یہ کہ چند سال کا عرصہ گذرا ہے کہ بڑے بڑے جلسوں میں انہوں نے بیان کیا تھا کہ مولوی عبد اللہ غزنوی نے میرے پاس بیان کیا کہ آسمان سے ایک نور قادیان پر گرا اور میری اولاد اس سے بے نصیب رہ گئی۔ (۲) دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے انسانی تمثل کے طور پر ظاہر ہو کر ان کو کہا کہ مرزا غلام احمد حق پر ہے کیوں لوگ اس کا انکار کرتے ہیں۔ اب مجھے خیال آتا ہے کہ اگر حافظ صاحب ان دو واقعات سے اب انکار کرتے ہیں جن کو بار بار بہت سے لوگوں کے پاس بیان کر چکے ہیں تو نعوذ باللہ بیشک انہوں نے خدا تعالےٰ پر افترا کیا ہے٭ کیونکہ جو شخص سچ کہتا ہے اگر وہ مر بھی جائے تب بھی انکار نہیں کر سکتا جیسا کہ ان کے بھائی محمد یعقوب نے ابھی صاف گواہی دیدی ہے کہ ایک خواب کی تعبیر میں مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی نے فرمایا تھا

٭ میں ہرگز قبول نہیں کروں گا کہ حافظ صاحب ان ہر دو واقعات سے انکار کرتے ہیں ان واقعات کا گواہ نہ صرف میں ہوں بلکہ مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت گواہ ہے اور کتاب ازالہ اوہام میں ان کی زبانی مولوی عبد اللہ صاحب کا کشف درج ہو چکا ہے۔ میں تو یقیناً جانتا ہوں کہ حافظ صاحب ایسا کذب صریح زبان پر نہیں لائیں گے گو قوم کی طرف سے ایک بڑی مصیبت میں گرفتار ہو جائیں۔ ان کے بھائی محمد یعقوب نے تو انکار نہیں کیا۔ تو وہ کیونکر کریں گے۔ جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ منہ

کہ وہ نور جو دُنیا کو روشن کرے گا وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ حافظ صاحب بھی بار بار ان دونوں قصّوں کو بیان کرتے تھے اور ہنوز وہ ایسے پیر فرتوت نہیں ہوئے تا یہ خیال کیا جائے کہ پیرانہ سالی کے تقاضا سے قوت حافظہ جاتی رہی اور آٹھ سال سے زیادہ مدت ہو گئی جب میں حافظ صاحب کی زبانی مولوی عبد اللہ صاحب کے مذکورہ بالا کشف کو ازالہ اوہام میں شائع کر چکا ہوں۔ کیا کوئی عقلمند مان سکتا ہے کہ میں ایک جھوٹی بات اپنی طرف سے لکھ دیتا اور حافظ صاحب اس کتاب کو پڑھ کر پھر خاموش رہتے۔ کچھ عقل و فکر میں نہیں آتا کہ حافظ صاحب کو کیا ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی مصلحت سے عمداً گواہی کو چھپاتے ہیں اور نیک نیتی سے ارادہ رکھتے ہیں کہ کسی اور موقع پر اس گواہی کو ظاہر کر دوں گا مگر زندگی کتنے روز ہے؟ اب بھی اظہار کا وقت ہے۔ انسان کو اس سے کیا فائدہ کہ اپنی جسمانی زندگی کے لئے اپنی روحانی زندگی پر چھُری پھیر دے۔ میں نے بہت دفعہ حافظ صاحب سے یہ بات سُنی تھی کہ وہ میرے معتقدین میں سے ہیں اور مکذب کے ساتھ مباہلہ کرنے کو طیار ہیں اور اسی میں بہت سا حصہ ان کی عمر کا گذر گیا اور اس کی تائید میں وہ اپنی خوابیں سُناتے رہے اور بعض مخالفوں سے انھوں نے مباہلہ بھی کیا۔ مگر کیوں پھر دُنیا کی طرف جُھک گئے لیکن ہم اب تک اس بات سے نومید نہیں ہیں کہ خدا ان کی آنکھیں کھولے اور یہ امید باقی ہے جب تک کہ وہ اسی حالت میں فوت نہ ہو جائیں ؀ ۱۴

اور یاد رہے کہ خاص موجب اس اشتہار کے شائع کرنے کا وہی ہیں۔ کیونکہ ان دنوں میں سب سے پہلے انہی نے اس بات پر زور دیا ہے کہ قرآن کی یہ دلیل کہ ”اگر یہ نبی جھوٹے طور پر وحی کا دعویٰ کرتا تو میں اس کو ہلاک کر دیتا“ یہ کچھ چیز نہیں ہے بلکہ بہتیرے ایسے مفتری دنیا میں پائے جاتے ہیں جنھوں نے تیئیس برس سے بھی زیادہ مدّت تک نبوت یا رسالت یا مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کر کے خدا پر افترا کیا اور اب تک زندہ موجود ہیں۔ حافظ صاحب کا یہ قول ایسا ہے کہ کوئی مومن اس کی برداشت نہیں کرے گا مگر وہی جس کے دل پر خدا کی لعنت ہو۔ کیا خدا کا کلام جھوٹا ہے

ومن اظلم من الذی کذّب کتاب اللّٰہ۔ الا ان قول اللّٰہ حق والا ان لعنۃ اللّٰہ علی المکذبین۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ اس نے منجملہ اور نشانوں کے یہ نشان بھی میرے لئے دکھلایا کہ میرے وحی اللہ پانے کے دن سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے دنوں سے برابر کئے۔ جب سے کہ دنیا شروع ہوئی۔ ایک انسان بھی بطور نظیر نہیں ملےگا جس نے ہمارے سید و سردار نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح تیئیس برس پائے ہوں اور پھر وحی اللہ کے دعوے میں جھوٹا ہو یہ خدا تعالےٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص عزّت دی ہے جو ان کے زمانہ نبوت کو بھی سچائی کا معیار ٹھیرا دیا ہے۔ پس اے مومنو! اگر تم ایک ایسے شخص کو پاؤ جو مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور تم پر ثابت ہو جائے کہ وحی اللہ پانے کے دعوے پر تیئیس برس کا عرصہ گذر گیا اور وہ متواتر اس عرصہ تک وحی اللہ پانے کا دعویٰ کرتا رہا اور وہ دعویٰ اسکی شائع کردہ تحریروں سے ثابت ہوتا رہا تو یقیناً سمجھ لو کہ وہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وحی اللہ پانے کی مدّت اُس شخص کو مل سکے جس شخص کو خدا تعالےٰ جانتا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ ہاں اس بات کا واقعی طور پر ثبوت ضروری ہے کہ درحقیقت اس شخص نے وحی اللہ پانے کے دعوے میں تیئیس برس کی مدّت حاصل کر لی۔ اور اس مدّت میں اخیر تک کبھی خاموش نہیں رہا۔ اور نہ اس دعوے سے دست بردار ہوا۔ سو اس اُمت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تیئیس برس کی مدت دی گئی اور تیئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا۔ اس کے ثبوت کے لئے اوّل میں براہین احمدیہ کے وہ مکالمات الٰہیہ لکھتا ہوں جو اکیس برس سے براہین احمدیہ میں چھپکر شائع ہوئے اور سات آٹھ برس پہلے زبانی طور پر شائع ہوتے رہے جنکی گواہی خود براہین احمدیہ سے ثابت ہے اور پھر اس کے بعد چند وہ مکالمات الٰہیہ لکھوں گا جو براہین احمدیہ کے بعد وقتاً فوقتاً دوسری کتابوں کے ذریعہ سے شائع ہوتے رہے سو براہین احمدیہ میں یہ کلمات اللہ درج ہیں جو خدا تعالےٰ کی طرف سے میرے پر نازل

ہوئے اور میں صرف نمونہ کے طور پر اختصار کرکے لکھتا ہوں۔ مفصل دیکھنے کے لئے براہین موجود ہے ✣

وہ مکالماتِ الٰہیہ جن سے مجھے مشرف کیا گیا اور براہین احمدیہ میں درج ہیں

یشری لک احمدی۔ انت مرادی ومعی۔ غرست لک قدرتی بیدی۔ سرّک سرّی
انت وجیہ فی حضرتی۔ اخترتک لنفسی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی۔
۱۴ فحان ان تعان وتعرف بین الناس۔ یا احمد فاضت الرحمۃ علی شفتیک۔ بورکت
یا احمد وکان ما بارک اللّٰہ فیک حقا فیک۔ الرحمٰن علم القرآن لتنذر قوماً ما انذر
آباء ھم ولتستبین سبیل المجرمین۔ قل انی امرت وانا اول المؤمنین۔ قل
ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللّٰہ۔ ویمکرون ویمکر اللّٰہ۔ واللّٰہ خیر الماکرین
وما کان اللّٰہ لیترکک حتی یمیز الخبیث من الطیّب۔ وان علیک رحمتی فی الدنیا
والدین۔ وانک الیوم لدینا مکین امین۔ وانک من المنصورین۔ وانت منی بمنزلۃ
لا یعلمھا الخلق۔ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ یا احمد اسکن انت وزوجک
الجنّۃ۔ یا آدم اسکن انت وزوجک الجنّۃ۔ ھذا من رحمۃ ربک۔ لیکون اٰیۃ
للمؤمنین۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ لیقیم الشریعۃ ویحی الدین۔ جری اللّٰہ
فی حلل الانبیاء۔ وجیہ فی الدنیا والاٰخرۃ ومن المقربین۔ کنت کنزاً مخفیا فاحببت
ان اعرف۔ ولنجعلہ اٰیۃ للناس ورحمۃ منا وکان امرا مقضیا۔ یا عیسٰی انی متوفیک
ورافعک الیّ ومطھرک من الذین کفروا۔ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا
الی یوم القیامہ۔ ثلۃ من الاولین وثلۃ من الاٰخرین۔ یخوفونک من دونہ۔ یعصمک
اللّٰہ من عندہ ولو لم یعصمک الناس۔ وکان ربک قدیرا۔ یحمدک اللّٰہ من عرشہ
نحمدک ونصلی۔ وانا کفیناک المستھزئین۔ وقالوا ان ھو الا افک افتری۔ وما
سمعنا بھٰذا فی اٰباءنا الاوّلین۔ ولقد کرّمنا بنی آدم وفضّلنا بعضھم علی بعض

کذٰلک لتکون اٰیۃ للمؤمنین۔ وجحدوا بھا واستیقنتھا انفسھم ظلما وعلوا۔
قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل انتم مؤمنون۔ قل عندی شھادۃ من اللّٰہ فھل
انتم مسلمون۔ وقالوا انّی لک ھٰذا۔ ان ھٰذا الا سحر یؤثر۔ وان یروا اٰیۃ یعرضوا و
یقولوا سحر مستمر۔ کتب اللّٰہ لاغلبن انا ورسلی۔ واللّٰہ غالب علٰی امرہ ولکن
اکثر الناس لا یعلمون۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدٰی ودین الحق لیظھرہ علی
الدین کلہ۔ لا مبدل لکلمات اللّٰہ۔ والذین اٰمنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم
اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون۔ ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انھم مغرقون۔
وان یتخذونک الا ھزوا۔ اھٰذا الذی بعث اللّٰہ۔ وینظرون الیک وھم لا
یبصرون۔ واذ یمکر بک الذی کفر۔ اوقد لی یا ھامان۔ لعلی اطلع علی الٰہ موسٰی
وانی لاظنہ من الکاذبین۔ تبت یدا ابی لھب وتب۔ ما کان لہ ان یدخل
فیھا الا خائفا۔ وما اصابک فمن اللّٰہ۔ الفتنۃ ھٰھنا فاصبر کما صبر اولوا العزم۔
الا انھا فتنۃ من اللّٰہ لیحب حبا جمّا۔ حبا من اللّٰہ العزیز الاکرم۔ عطاء غیر
مجذوذ۔ وفی اللّٰہ اجرک۔ ویرضٰی عنک ربّک ویتم اسمک۔ وعسٰی ان
تحبوا شیئًا وھو شرّ لکم وعسٰی ان تکرھوا شیئًا وھو خیر لکم واللّٰہ یعلم
وانتم لا تعلمون ✣

ترجمہ۔ اے میرے احمد تجھے بشارت ہو۔ تو میری مُراد ہے۔ اور میرے ساتھ ہے۔
میں نے اپنے ہاتھ سے تیرا درخت لگایا۔ تیرا بھید میرا بھید ہے۔ اور تو میری درگاہ میں وجیہ
ہے۔ میں نے اپنے لئے تجھے چُنا۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وقت ۱۵
آگیا ہے کہ تو مدد دیا جائے اور لوگوں میں تیرے نام کی شہرت دی جائے۔ اے احمد تیرے
لبوں میں نعمت یعنے حقائق اور معارف جاری ہیں اے احمد تو برکت دیا گیا۔ اور یہ برکت
تیرا ہی حق تھا۔ خدا نے تجھے قرآن سکھلایا یعنے قرآن کے اُن معنوں پر اطلاع دی جن کو

✣ اس قدر الہامات ہم نے براہین احمدیہ سے بطور اختصار لکھے ہیں۔ اور چونکہ کئی دفعہ کئی ترتیبوں کے رنگ میں یہ الہامات ہوچکے ہیں اس لئے فقرات جوڑنے میں ایک خاص ترتیب کا لحاظ نہیں ہر ایک ترتیب فہم ملہم کے مطابق الہامی ہے منہ

لوگ بھول گئے تھے تا کہ تو ان لوگوں کو ڈراوے۔ جن کے باپ دادے بے خبر گذر گئے اور تا کہ مجرموں پر خدا کی حجت پوری ہو جائے۔ ان کو کہدے کہ میں اپنی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی وحی اور حکم سے یہ سب باتیں کہتا ہوں۔ اور میں اس زمانہ میں تمام مومنوں میں سے پہلا ہوں۔ ان کو کہدے کہ اگر تم خدا تعالےٰ سے محبت کرتے ہو تو آؤ میری پیروی کرو۔ تا خدا بھی تم سے محبت کرے ✣ اور یہ لوگ مکر کریں گے۔ اور خدا بھی مکر کرے گا۔ اور خدا بہتر مکر کرنے والا ہے۔ اور خدا ایسا نہیں کرے گا کہ وہ تجھے چھوڑ دے۔ جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کر لے۔ اور تیرے پر دنیا اور دین میں میری رحمت ہے اور تو آج ہماری نظر میں صاحب مرتبہ ہے اور ان میں سے ہے جن کو مدد دی جاتی ہے۔ اور مجھ سے تو وہ مقام اور مرتبہ رکھتا ہے جس کو دنیا نہیں جانتی اور ہم نے دنیا پر رحمت کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔ اے احمد اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو۔ اے آدم اپنے زوج کے ساتھ بہشت میں داخل ہو۔ یعنے ہر ایک جو تجھ سے تعلق

✣ یہ مقام ہماری جماعت کے لئے سوچنے کا مقام ہے کیونکہ اس میں خداوند قدیر فرماتا ہے کہ خدا کی محبت اسی سے وابستہ ہے کہ تم کامل طور پر پیرو ہو جاؤ۔ اور تم میں ایک ذرہ مخالفت باقی نہ رہے اور اس جگہ جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے یہ اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزون نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے اسی وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانی ایل اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے۔ اور دانی ایل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنے میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔ یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین الناس یعنے تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں۔ جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔ سو جیسا کہ میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں ایسا ہی تجھے دنیا میں مشہور کروں گا۔ اور ہر ایک جگہ جو میرا نام جائے گا تیرا نام بھی ساتھ ہوگا۔ منہ

رکھنے والا ہے گو وہ تیری بیوی ہے یا تیرا دوست ہے نجات پائے گا۔ اور اس کو بہشتی زندگی ملے گی اور آخر بہشت میں داخل ہوگا۔ اور پھر فرمایا کہ میں نے ارادہ کیا کہ زمین پر اپنا جانشین پیدا کروں۔ سو میں نے اس آدم کو پیدا کیا۔ یہ آدم شریعت کو قائم کرے گا اور دین کو زندہ کر دے گا۔ اور یہ خدا کا رسول ہے نبیوں کے لباس میں۔ دنیا اور آخرۃ میں وجیہ اور خدا کے مقربوں میں سے۔ میں ایک خزانہ پوشیدہ تھا۔ پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں۔ اور ہم اس اپنے بندہ کو اپنا ایک نشان بنائیں گے۔ اور اپنی رحمت کا ایک نمونہ کرینگے۔ اور ابتدا سے یہی مقدر تھا۔ اے عیسیٰ میں تجھے طبعی طور پر وفات دوں گا۔ یعنے تیرے مخالف تیرے قتل پر قادر نہیں ہوسکینگے اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا یعنے دلائل واضح سے اور کھلے کھلے نشانوں سے ثابت کر دونگا کہ تو میرے مقربوں میں سے ہے اور ان تمام الزاموں سے تجھے پاک کرونگا جو تیرے پر منکر لوگ لگاتے ہیں اور وہ لوگ جو مسلمانوں میں سے تیرے پیرو ہونگے۔ میں اُن کو دوسرے گروہ پر قیامت تک غلبہ اور فوقیت دونگا جو تیرے مخالف ہونگے۔ تیرے تابعین کا ایک گروہ پہلوں میں سے ہوگا۔ اور ایک گروہ پچھلوں میں سے۔ لوگ تجھے اپنی شرارتوں سے ڈرائینگے۔ پر خدا تجھے دشمنوں کی شرارت سے آپ بچائے گا گو لوگ نہ بچاویں۔ اور تیرا خدا قادر ہے۔ وہ عرش پر سے تیری تعریف کرتا ہے یعنے لوگ جو گالیاں نکالتے ہیں۔ ان کے مقابل پر خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے۔ ہم تیری تعریف کرتے ہیں اور تیرے پر درود بھیجتے ہیں۔ اور جو ٹھٹھا کرنے والے ہیں ان کے لئے ہم اکیلے کافی ہیں اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو جھوٹا افترا ہے جو اس شخص نے کیا۔ ہم نے اپنے باپ دادوں سے ایسا نہیں سُنا۔ یہ نادان نہیں جانتے کہ کسی کو کوئی مرتبہ دینا خدا پر مشکل نہیں۔ ہم نے انسانوں میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ پس اسی طرح اس شخص کو یہ مرتبہ عطا فرمایا۔ تا کہ مومنوں کے لئے نشان ہو۔ مگر خدا کے نشانوں سے ان لوگوں نے انکار کیا۔ دل تو مان گئے۔ مگر یہ انکار تکبر اور ظلم کی وجہ سے تھا۔ ان کو کہدے کہ میرے پاس خاص خدا کی طرف سے گواہی ہے پس کیا تم مانتے نہیں۔ پھر ان کو کہدے کہ میرے پاس خاص خدا کی طرف سے گواہی ہے پس

کیاتم قبول نہیں کرتے۔ اور جب نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو ایک معمولی امر ہے جو
قدیم سے چلا آتا ہے (واضح ہو کہ آخری فقرہ اس الہام کا وہ آیت ہے جس کا یہ مطلب
ہے کہ جب کفار نے شق القمر دیکھا تھا تو یہی عذر پیش کیا تھا کہ یہ ایک کسوف کی قسم ہے
ہمیشہ ہُوا کرتا ہے کوئی نشان نہیں۔ اب اس پیشگوئی میں خدا تعالےٰ نے اس کسوف
خسوف کی طرف اشارہ فرمایا۔ جو اس پیشگوئی سے کئی سال بعد میں وقوع میں آیا جو کہ
مہدی معہود کے لئے قرآن شریف اور حدیث دارقطنی میں بطور نشان مندرج تھا اور
یہ فرمایا کہ اس کسوف خسوف کو دیکھ کر منکر لوگ یہی کہینگے کہ یہ کچھ نشان نہیں یہ ایک
معمولی بات ہے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف میں اس کسوف خسوف کی طرف آیت
جمع الشمس والقمر میں اشارہ ہے اور حدیث میں اس کسوف خسوف کے بارے
میں امام باقر کی روایت ہے جس کے یہ لفظ ہیں کہ ان لمھدینا اٰیتین اور عجیب تربات
یہ کہ براہین احمدیہ میں واقعہ کسوف خسوف سے قریباً پندرہ برس پہلے اس واقعہ کی خبر دیگئی
اور یہ بھی بتلایا گیا کہ اس کے ظہور کے وقت ظالم لوگ اس نشان کو قبول نہیں کریں گے
اور کہینگے کہ یہ ہمیشہ ہُوا کرتا ہے حالانکہ ایسی صورت جب سے کہ دنیا ہوئی کبھی پیش
نہیں آئی کہ کوئی مہدی کا دعویٰ کرنے والا ہو اور اس کے زمانہ میں کسوف خسوف ایک
ہی مہینہ میں یعنے رمضان میں ہو۔ اور یہ فقرہ جو دو مرتبہ فرمایا گیا کہ قل عندی شہادۃ
۱۷ من اللہ فھل انتم مؤمنون۔ وقل عندی شہادۃ من اللہ فھل انتم
مسلمون۔* اس میں ایک شہادت سے مراد کسوف شمس ہے اور دوسری شہادت
سے مراد خسوف قمر ہے) اور پھر فرمایا کہ خدا نے قدیم سے لکھ رکھا ہے یعنے مقرر کر رکھا
ہے کہ میں اور میرے رسول ہی غالب ہونگے یعنے گو کسی قسم کا مقابلہ آپڑے۔ جو لوگ
خدا کی طرف سے ہیں وہ مغلوب نہیں ہونگے۔ اور خدا اپنے ارادوں پر غالب ہے
مگر اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔ خدا وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق

* اس کلام الٰہی سے ظاہر ہے کہ تکفیر کرنے والے اور تکذیب کی راہ اختیار کرنے والے ہلاک شدہ قوم
ہے اس لئے وہ اس لایق نہیں ہیں کہ میری جماعت میں سے کوئی شخص اُن کے پیچھے نماز پڑھے۔ کیا

کے ساتھ بھیجا۔ تاکہ اس دین کو تمام دینوں پر غالب کرے۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو
بدل دے۔ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمان کو کسی ظلم سے آلودہ نہیں کیا ان کو
ہر ایک بلا سے امن ہے اور وہی ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ اور ظالموں کے بارے میں
مجھ سے کچھ کلام نہ کر۔ وہ تو ایک غرق شدہ قوم ہے۔ اور تجھے ان لوگوں نے ایک ہنسی
کی جگہ بنا رکھا ہے اور کہتے ہیں کہ کیا یہی ہے جو خدا نے مبعوث فرمایا۔ اور تیری طرف
دیکھتے ہیں۔ اور تو انھیں نظر نہیں آتا۔ اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص
سراسر مکر سے تکفیر کا فتویٰ دے گا۔ (یہ ایک پیشگوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی
کی نسبت خبر دیگئی ہے۔ کہ ایک زمانہ آتا ہے جبکہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ
طیار کرے گا) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بُنیاد تو
ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے۔ اور تو اپنے فتویٰ سے سب کو افروختہ کرسکتا ہے
سو تو سب سے پہلے اس کفرنامہ پر مُہر لگا۔ تا سب علماء بھڑک اُٹھیں۔ اور تیری مُہر
کو دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا کہ میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۶

زندہ مردہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہے پس یاد رکھو کہ جیسا خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام
ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفّر اور مکذّب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیئے کہ تمہارا وہی
امام ہو جو تم میں سے ہو اسی کی طرف حدیث بخاری کے ایک پہلو میں اشارہ ہے کہ امامکم منکم
یعنے جب مسیح نازل ہوگا۔ تو تمہیں دوسرے فرقوں کو جو دعوے اسلام کرتے ہیں بکلّی ترک کرنا پڑیگا
اور تمہارا امام تم میں سے ہوگا پس تم ایسا ہی کرو۔ کیا تم چاہتے ہو کہ خدا کا الزام تمہارے سر پر ہو۔
اور تمہارے عمل حبط ہو جائیں۔ اور تمہیں کچھ خبر نہ ہو۔ جو شخص مجھے دل سے قبول کرتا ہے وہ دل سے
اطاعت بھی کرتا ہے اور ہر ایک حال میں مجھے حَکَم ٹھیراتا ہے اور ہر ایک تنازع کا مجھ سے
فیصلہ چاہتا ہے۔ مگر جو شخص مجھے دل سے قبول نہیں کرتا۔ اس میں تم نخوت اور خود پسندی اور خود اختیاری
پاؤ گے۔ پس جانو کہ وہ مجھ میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ وہ میری باتوں کو جو مجھے خدا سے ملی ہیں عزت سے نہیں
دیکھتا۔ اس لئے آسمان پر اس کی عزت نہیں۔ منہ

یا نہیں۔ کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مُہر لگا دی) ابولہب ہلاک ہوگیا اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہوگئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ کو پکڑا۔ اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مُہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے۔ اور جو تجھے رنج پہنچے گا۔ وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مُہر لگاوے گا تو بڑا فتنہ برپا ہوگا۔ پس تو صبر کر۔ جیسا کہ اولوا العزم نبیوں نے صبر کیا۔ (یہ اشارہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت ہے کہ ان پر بھی یہود کے پلید طبع مولویوں نے کفر کا فتویٰ لکھا تھا اور اس الہام میں یہ اشارہ ہے کہ یہ تکفیر اس لئے ہوگی کہ تا اس امر میں بھی حضرت عیسٰی سے مشابہت پیدا ہو جائے۔ اور اس الہام میں خدا تعالےٰ نے استفتاء لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتویٰ دینے والے کا نام جس نے اوّل فتویٰ دیا۔ ہامان۔ پس تعجب نہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہامان اپنے کفر پر مرے گا۔ لیکن فرعون کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہے گا امنت بالذی امنت بہٖ بنوا اسرائیل) اور پھر فرمایا کہ یہ فتنہ خدا کی طرف سے فتنہ ہوگا تا وہ تجھ سے بہت محبت کرے جو دائمی محبت ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی اور خدا میں تیرا اجر ہے خدا تجھ سے راضی ہوگا۔ اور تیرے نام کو پورا کرے گا۔ بہت ایسی باتیں ہیں کہ تم چاہتے ہو مگر وہ تمہارے لئے اچھی نہیں۔ اور بہت ایسی باتیں ہیں کہ تم نہیں چاہتے اور وہ تمہارے لئے اچھی ہیں اور خدا جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ تکفیر ضروری تھی اور اس میں خدا کی حکمت تھی مگر افسوس اُن پر جن کے ذریعہ سے یہ حکمت اور مصلحت الٰہی پوری ہوئی۔ اگر وہ پیدا نہ ہوتے تو اچھا تھا +

اس قدر الہام تو ہم نے بطور نمونہ کے براہین احمدیہ میں سے لکھے ہیں۔ لیکن اس اکیس برس کے عرصہ میں براہین احمدیہ سے لے کر آجتک یعنے چالیس کتابیں تالیف کی ہیں اور ساٹھ ہزار کے قریب اپنے دعوے کے ثبوت کے متعلق اشتہارات شائع کئے ہیں۔ اور وہ سب میری طرف سے بطور چھوٹے چھوٹے رسالوں کے ہیں۔ اور ان سب میں میری مسلسل طور پر یہ عادت رہی ہے کہ اپنے جدید الہامات ساتھ ساتھ شائع کرتا رہا

ہوں۔ اس صورت میں ہر ایک عقلمند سوچ سکتا ہے کہ یہ ایک مدّت دراز کا زمانہ ابتدائے دعوئے مامور من اللہ ہونے سے آجتک کیسی شبا روزی سرگرمی سے گذرا ہے اور خدا نے نہ صرف اس وقت تک مجھے زندگی بخشی بلکہ ان تالیفات کے لئے صحت بخشی۔ مال عطا کیا۔ وقت عنایت فرمایا۔ اور الہامات میں خدا تعالےٰ کی مجھ سے یہ عادت نہیں کہ صرف معمولی مکالمہ الٰہیہ ہو۔ بلکہ اکثر الہامات میرے پیشگوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور دشمنوں کے بد ارادوں کا ان میں جواب ہے۔ مثلاً چونکہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا۔ تبھی جلد مرگیا۔ اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کرکے فرمایا ثمانین حولاً او قریباً من ذالک او تزید علیہ سنینا و ترٰی نسلا بعیداً یعنے تیری عمر اسّی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ۔ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دُور کی نسل کو دیکھ لے گا۔ اور یہ الہام قریباً پینتیس برس سے ہو چکا ہے اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ ایسا ہی چونکہ خدا تعالےٰ جانتا تھا کہ دشمن یہ بھی تمنا کریں گے کہ یہ شخص جھوٹوں کی طرح مہجور اور مخذول رہے اور زمین پر اس کی قبولیت پیدا نہ ہو۔ تا یہ نتیجہ نکال سکیں کہ وہ قبولیت جو صادقین کے لئے شرط ہے اور ان کے لئے آسمان سے نازل ہوتی ہے اس شخص کو نہیں دیگئی۔ لہذا اس نے پہلے سے براہین احمدیہ میں فرما دیا ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء۔ یاتون من کل فج عمیق۔ والملوک یتبرکون بثیابک۔ اذا جاء نصر اللّٰہ والفتح وانتھٰی امر الزمان الینا الیس ھذا بالحق یعنے تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں پر میں آسمان سے وحی نازل کروں گا۔ وہ دُور دُور کی راہوں سے تیرے پاس آئیں گے اور بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ جب ہماری مدد اور فتح آجائے گی۔ تب مخالفین کو کہا جائے گا کہ کیا یہ انسان کا افترا تھا یا خدا کا کاروبار* ایسا ہی خدا تعالےٰ یہ بھی جانتا تھا کہ

* ایسا ہی خدا تعالےٰ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر کوئی خبیث مرض دامنگیر ہو جائے۔ جیسا کہ جذام اور جنون اور اندھا ہونا۔ اور مرگی۔ تو اس سے یہ لوگ نتیجہ نکالینگے کہ اس پر غضب الٰہی ہوگیا۔ اس لئے

دشمن یہ بھی تمنا کریں گے کہ یہ شخص منقطع النسل رہ کر نابود ہو جائے۔ تا نادانوں کی نظر میں یہ بھی ایک نشان ہو۔ لہٰذا اُس نے پہلے سے براہین احمدیہ میں خبر دیدی کہ ینقطع اٰباءک ویبدء منک یعنے تیرے بزرگوں کی پہلی نسلیں منقطع ہو جائینگی اور ان کے ذکر کا نام و نشان نہ رہے گا۔ اور خدا تجھ سے ایک نئی بنیاد ڈالے گا۔ اسی بُنیاد کی مانند جو ابراہیم سے ڈالی گئی۔ اسی مناسبت سے خدا نے براہین احمدیہ میں میرا نام ابراہیم رکھا جیسا کہ فرمایا سلام علیٰ ابراھیم صافیناہ ونجیناہ من الغم واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔ قل رب لاتذرنی فردًا وانت خیرالوارثین۔ یعنے سلام ہے ابراہیم پر (یعنے اس عاجز پر) ہم نے اس سے خالص دوستی کی اور ہر ایک غم سے اس کو نجات دیدی اور تم جو پیروی کرتے ہو تم اپنی نماز گاہ ابراہیم کے قدموں کی جگہ بناؤ یعنے کامل پیروی کرو۔ تا نجات پاؤ۔ اور پھر فرمایا۔ کہہ اے میرے خدا مجھے اکیلا مت چھوڑ اور تو بہتر وارث ہے۔ اس الہام میں یہ اشارہ ہے کہ خدا اکیلا نہیں چھوڑے گا۔ اور ابراہیم کی طرح کثرت نسل کرے گا اور بہتیرے اس نسل سے برکت پائیں گے اور یہ جو فرمایا کہ واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔ یہ قرآن شریف کی آیت ہے اور اس مقام میں اس کے یہ معنے ہیں کہ یہ ابراہیم جو بھیجا ۲۰
گیا۔ تم اپنی عبادتوں اور عقیدوں کو اس طرز پر بجا لاؤ اور ہر ایک امر میں اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹: پہلے سے اس نے مجھے براہین احمدیہ میں بشارت دی کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے تجھے محفوظ رکھونگا۔ اور اپنی نعمت تجھ پر پوری کرونگا۔ اور بعد اس کے آنکھوں کی نسبت خاص کر یہ بھی الہام ہوا۔ تنزل الرحمة علیٰ ثلٰث العین وعلی الاخریین۔ یعنے رحمت تین عضووں پر نازل ہوگی۔ ایک آنکھیں کہ پیرانہ سالی انکو صدمہ نہیں پہنچائے گی اور نزول الماء وغیرہ سے جس سے نور بصارت جاتا رہے محفوظ رہینگی۔ اور دو عضو اور ہیں جنکی خدا تعالیٰ نے تسریح نہیں کی انپر بھی یہی رحمت نازل ہوگی اور انکی قوتوں اور طاقتوں میں فتور نہیں آئے گا۔ اب بولو تم نے دنیا میں کس کذاب کو دیکھا کہ اپنی عمر بتلاتا ہی اپنی صحت بصری اور دوسرے دو اعضا کی صحت کا اخیر عمر تک دعویٰ کرتا ہے۔ ایسا ہی چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ لوگ قتل کے منصوبے کرینگے۔ اس نے پہلے سے براہین میں خبر دیدی۔ یعصمك اللّٰه ولولم یعصمك الناس۔ منہ

نمونہ پر اپنے تئیں بناؤ اور جیسا کہ آیت ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد میں یہ اشارہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آخر زمانہ میں ایک مظہر ظاہر ہوگا گویا وہ اس کا ایک ہاتھ ہوگا۔ جس کا نام آسمان پر احمد ہوگا۔ اور وہ حضرت مسیح کے رنگ میں جمالی طور پر دین کو پھیلائے گا۔ ایسا ہی یہ آیت واتخذوا من مقام ابراھیم مصلّٰی۔ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب اُمت محمدیہ میں بہت فرقے ہو جائینگے۔ تب آخر زمانہ میں ایک ابراہیم پیدا ہوگا۔ اور ان سب فرقوں میں وہ فرقہ نجات پائے گا کہ اُس ابراہیم کا پیرو ہوگا ✤

اب ہم بطور نمونہ چند الہامات دوسری کتابوں سے لکھتے ہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں صفحہ ۶۳۴ سے اخیر تک اور نیز دوسری کتابوں میں یہ الہام ہیں۔ جعلناك المسیح ابن مریم۔ ہم نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔ یہ کہیں گے کہ ہم نے پہلوں سے ایسا نہیں سُنا۔ سو تو ان کو جواب دے کہ تمہارے معلومات وسیع نہیں تم ظاہر لفظ اور ابہام پر قانع ہو۔ اور پھر ایک اور الہام ہے اور وہ یہ ہے الحمد للّٰہ الذی جعلك المسیح ابن مریم۔ انت الشیخ المسیح الذی لایضاع وقتہ۔ کمثلك دُرّ لایضاع۔ یعنے خدا کی سب حمد ہے جس نے تجھ کو مسیح ابن مریم بنایا۔ تو وہ شیخ مسیح ہے جس کا وقت ضائع نہیں کیا جاوے گا۔ تیرے جیسا موتی ضائع نہیں کیا جاتا۔ اور پھر

✤ یاد رہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ کے دو ہاتھ جلالی و جمالی ہیں۔ اسی نمونہ پر چونکہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ جلشانہٗ کے مظہر اتم ہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی وہ دونوں ہاتھ رحمت اور شوکت کے عطا فرمائے۔ جمالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے کہ قرآن شریف میں ہے۔ وما ارسلناك الا رحمةً للعالمین یعنے ہم نے تمام دنیا پر رحمت کر کے تجھے بھیجا ہے۔ اور جلالی ہاتھ کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللّٰہ رمٰی۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ یہ دونوں صفتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنے اپنے وقتوں میں ظہور پذیر ہوں۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے صفت جلالی کو صحابہ رضی اللہ عنہم کے ذریعہ سے ظاہر فرمایا۔ اور صفت جمالی کو مسیح موعود اور اس کے گروہ کے ذریعہ سے کمال تک پہنچایا اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے۔ وآخرین منہم لما یلحقوا بھم۔ منہ

فرمایا لنحیینک حیٰوۃ طیّبۃ۔ ثمانین حولًا اوقریبًا من ذٰلک۔ وترٰی نسلا بعیدًا مظھر الحق والعلاء۔ کان اللہ نزل من السماء۔ یعنے ہم تجھے ایک پاک اور آرام کی زندگی عنایت کرینگے۔ اسّی برس یا اس کے قریب یعنے دو چار برس کم یا زیادہ۔ اور تو ایک دُور کی نسل دیکھے گا۔ بلندی اور غلبہ کا مظہر گویا خدا آسمان سے نازل ہُوا۔ اور پھر فرمایا یاتی قمر الانبیاء وامرک یتاتّٰی۔ ما انت ان تترک الشیطان قبل ان تغلبہ۔ الفوق معک والتحت مع اعداءک۔ یعنے نبیوں کا چاند چڑھے گا۔ اور تو کامیاب ہو جائے گا۔ تو ایسا نہیں کہ شیطان کو چھوڑ دے قبل اس کے کہ اس پر غالب ہو اور اوپر رہنا تیرے حصہ میں ہے اور نیچے رہنا تیرے دشمنوں کے حصہ میں۔ اور پھر فرمایا انی مھین من اراد اھانتک۔ وما کان اللہ لیترکک حتّٰی یمیز الخبیث من الطیّب۔ سبحان اللہ انت وقارہ فکیف یترکک۔ انی انا اللہ فاخترنی۔ قل رب انی اخترتک علٰی کل شیٔ (ترجمہ) میں اس کو ذلیل کرونگا جو تیری ذلّت چاہتا ہے۔ اور میں اُس کو مدد دوں گا جو تیری مدد کرتا ہے۔ اور خدا ایسا نہیں جو تجھے چھوڑ دے۔ جب تک وہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرلے۔ خدا ہر ایک عیب سے پاک ہے۔ اور تو اس کا وقار ہے پس وہ تجھے کیونکر چھوڑ دے۔ میں ہی خدا ہوں۔ تو سراسر میرے لئے ہو جا۔ تو کہہ اے میرے رب میں نے تجھے ہر چیز پر اختیار کیا۔ اور پھر فرمایا۔ سیقول العدو لست مرسلا سناخذہ من مارن اوخرطوم۔ وانّا من الظالمین منتقمون۔ انی مع الافواج اتیک بغتۃ۔ یوم یعض الظالم علٰی یدیہ یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلا۔ وقالوا سیقلب الامر وما کانوا علی الغیب مطلعین۔ انا انزلناک وکان اللہ قدیرا۔ یعنے دشمن کہے گا کہ تو خدا کی طرف سے نہیں ہے۔ ہم اس کو ناک سے پکڑیں گے۔ یعنے دلائل قاطعہ سے اس کا دم بند کر دیں گے اور ہم جزا کے دن ظالموں سے بدلہ لیں گے۔ میں اپنی فوجوں کے ساتھ تیرے پاس ناگہانی طور پر آؤں گا یعنے جس گھڑی تیری مدد کی جائے گی۔ اس گھڑی کا تجھے علم نہیں۔ اور اس دن ظالم اپنے

ہاتھ کاٹے گا کہ کاش میں اس خدا کے بھیجے ہوئے سے مخالفت نہ کرتا۔ اور اس کے ساتھ رہتا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ جماعت متفرق ہو جائے گی اور بات بگڑ جائے گی حالانکہ ان کو غیب کا علم نہیں دیا گیا۔ تو ہماری طرف سے ایک بُرہان ہے اور خدا قادر تھا کہ ضرورت کے وقت میں اپنی بُرہان ظاہر کرتا۔ اور پھر فرمایا۔ انا ارسلنا احمد الٰی قومہ فاعرضوا وقالوا کذاب اشر۔ وجعلوا یشھدون علیہ ویسیلون کماء منھمر۔ ان حبّی قریب مستتر۔ یاتیک نصرتی انا الرحمٰن۔ انت قابل یاتیک وابل۔ انی حاشر کل قوم یاتونک جنبا۔ وانی انرت مکانک۔ تنزیل من اللہ العزیز الرحیم۔ بلجت اٰیاتی۔ ولن یجعل اللہ للکافرین علی المومنین سبیلا۔ انت مدینۃ العلم۔ طیب مقبول الرحمٰن۔ وانت اسمی الاعلٰی۔ بشرٰی لک فی ھٰذہ الایام۔ انت منّی یا ابراھیم۔ انت القائم علی نفسہ مظھر الحی۔ وانت منی مبدء الامر۔ انت من مائنا وھم من فشل۔ ام یقولون نحن جمیع منتصر۔ سیھزم الجمع ویولّون الدبر۔ الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب۔ انذر قومک وقل انی نذیر مبین۔ انا اخرجنا لک زروعًا یا ابراھیم۔ قالوا لنھلکنّک۔ قال لاخوف علیکم لاغلبن انا ورسلی۔ وانی مع الافواج اٰتیک بغتۃ۔ وانی اموج موج البحر۔ ان فضل اللہ لاٰت۔ ولیس لاحد ان یرد ما اتی۔ قل ای وربی انہ لحق۔ لایتبدّل ولا یخفٰی۔ وینزل ما تعجب منہ وحی من رب السمٰوٰت العلٰی۔ لا الٰہ الّا ھو یعلم کل شیٔ ویرٰی۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم یحسنون الحسنٰی تفتح لھم ابواب السماء ولھم بشرٰی فی الحیٰوۃ۔ انت تربی فی حجر النبی* وانت تسکن قنن الجبال۔ وانی معک فی کل حال۔ (ترجمہ) ہم نے احمد کو اسکی قوم کی طرف بھیجا۔ تب لوگوں نے کہا کہ یہ کذاب ہے۔ اور انہوں نے اس پر گواہیاں

* بعض نادان کہتے ہیں کہ عربی میں کیوں الہام ہوتا ہے۔ اس کا یہی جواب ہے کہ شاخ اپنی جڑھ سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ جس حالت میں یہ عاجز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کنار عاطفت میں پرورش پاتا ہے۔ براہین احمدیہ کا یہ الہام بھی اس پر گواہ ہے تبارک الذی من علّم و تعلّم

دیں اور سیلاب کی طرح اس پر گرے۔ اس نے کہا کہ میرا دوست قریب ہے مگر
پوشیدہ۔ تجھے میری مدد آئے گی۔ میں رحمٰن ہوں۔ تو قابلیت رکھتا ہے۔ اس لئے تو
ایک بزرگ بارش کو پائے گا۔ میں ہر ایک قوم میں سے گروہ کے گروہ تیری طرف
بھیجوں گا۔ میں نے تیرے مکان کو روشن کیا۔ یہ اس خدا کا کلام ہے جو عزیز اور رحیم
ہے اور اگر کوئی کہے کہ کیونکر ہم جانیں کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ تو ان کے لئے یہ علامت
ہے کہ یہ کلام نشانوں کے ساتھ اُترا ہے اور خدا ہرگز کافروں کو یہ موقع نہیں دے گا
کہ مومنوں پر کوئی واقعی اعتراض کر سکیں۔ تو علم کا شہر ہے طبیب اور خدا کا مقبول
اور تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔ تجھے ان دنوں میں خوشخبری ہو اے ابراہیم تو مجھ
سے ہے تو خدا کے نفس پر قائم ہے۔ زندہ خدا کا مظہر اور تو مجھ سے امر مقصود کا
مبدء ہے اور تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے۔ کیا یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک
بڑی جماعت ہیں انتقام لینے والی۔ یہ سب بھاگ جائیں گے اور پیٹھ پھیر لیں گے۔ وہ
خدا قابل تعریف ہے جس نے تجھے دامادی اور آبائی عزت بخشی۔ اپنی قوم کو ڈرا۔ اور
کہہ کہ میں خدا کی طرف سے ڈرانے والا ہوں۔ ہم نے کئی کھیت تیرے لئے طیار کر
رکھے ہیں۔ اے ابراہیم۔ اور لوگوں نے کہا کہ ہم تجھے ہلاک کریں گے۔ مگر خدا نے اپنے
بندہ کو کہا کہ کچھ خوف کی جگہ نہیں میں اور میرے رسول غالب ہوں گے اور میں اپنی
فوجوں کے ساتھ عنقریب آؤں گا۔ میں سمندر کی طرح موج زنی کروں گا۔ خدا کا فضل
آنے والا ہے۔ اور کوئی نہیں جو اس کو رد کر سکے۔ اور کہہ خدا کی قسم یہ بات سچ ہے
اس میں تبدیلی نہیں ہوگی اور نہ وہ چھپی رہے گی۔ اور وہ امر نازل ہوگا جس سے
تو تعجب کرے گا یہ خدا کی وحی ہے جو اونچے آسمانوں کا بنانے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی

بقیہ حاشیہ متعلقہ صفحہ ۳۴

بہت برکت والا وہ انسان ہے جس نے اس کو فیض روحانی سے مستفیض کیا یعنے
سیدنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ اور دوسرا بہت برکت والا یہ انسان ہے جس نے
اس سے تعلیم پائی۔ تو پھر جب معلّم اپنی زبان عربی رکھتا ہے۔ ایسا ہی تعلیم پانے والے
کا الہام بھی عربی چاہیئے تا مناسبت ضائع نہ ہو۔ منہ

خدا نہیں۔ ہر ایک چیز کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے اور وہ خدا اُن کے ساتھ ہے جو
اس سے ڈرتے ہیں اور نیکی کو نیک طور پر ادا کرتے ہیں۔ اور اپنے نیک عملوں کو خوبصورتی
کے ساتھ انجام دیتے ہیں سو وہی ہیں جن کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جائیں گے
اور دُنیا کی زندگی میں بھی ان کو بشارتیں ہیں۔ تو نبی کی کنار عاطفت میں پرورش پارہا
ہے اور میں ہر حال میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور پھر فرمایا۔ وقالوا ان ھذا الا
اختلاق۔ ان ھٰذا الرجل یجوح الدین۔ قل جاء الحق وزھق الباطل۔ قل
لو کان الامر من عند غیر اللّٰہ لوجدتم فیہ اختلافاً کثیرا۔ ھو الذی ارسل
رسولہ بالھدیٰ ودین الحق وتھذیب الاخلاق۔ قل ان افتریتہ فعلیّ
اجرامی۔ ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللّٰہ کذبا۔ تنزیل من اللّٰہ العزیز الرحیم
لتنذر قوماً ما انذر اٰباءھم ولتدعو قوماً اٰخرین۔ عسی اللّٰہ ان یجعل بینکم
وبین الذین عادیتم مودۃ۔ یخرّون علی الاذقان سجدا ربنا اغفرلنا انا کنّا
خاطئین۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللّٰہ لکم وھو ارحم الرٰحمین۔ انّی ۲۳
انا اللّٰہ فاعبدنی ولاتنسی واجتھد ان تصلنی واسئل ربّک وکن سئولا۔ اللّٰہ
ولیّ حنّان۔ علم القراٰن۔ فبایّ حدیث بعدہ تحکمون۔ نزلنا علیٰ ھذا
العبد رحمۃً۔ وما ینطق عن الھویٰ۔ ان ھو الا وحی یوحیٰ۔ دنیٰ فتدلّیٰ فکان قاب
قوسین او ادنیٰ۔ ذرنی والمکذبین۔ انی مع الرسول اقوم۔ ان یومی لفصل
عظیم۔ و انّک علیٰ صراط مستقیم۔ واما نرینّک بعض الذی نعدھم او نتوفینّک
وانی رافعک الیّ ویاتیک نصرتی۔ انی انا اللّٰہ ذوالسلطان۔ ترجمہ۔ اور کہتے ہیں کہ
یہ بناوٹ ہے اور یہ شخص دین کی بیخکنی کرتا ہے۔ کہہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا کہہ اگر
یہ امر خدا کی طرف سے نہ ہوتا۔ تو تم اس میں بہت سا اختلاف پاتے یعنے خدا تعالیٰ
کی کلام سے اس کے لئے کوئی تائید نہ ملتی۔ اور قرآن جو راہ بیان فرماتا ہے یہ راہ اس کے
مخالف ہوتی اور قرآن سے اس کی تصدیق نہ ملتی۔ اور دلائل حقہ میں سے کوئی دلیل اس
پر قائم نہ ہوسکتی۔ اور اس میں ایک نظام اور ترتیب علمی سلسلہ اور دلائل کا ذخیرہ

جو پایا جاتا ہے یہ ہرگز نہ ہوتا۔ اور آسمان اور زمین میں سے جو کچھ اس کے ساتھ نشان جمع ہو رہے ہیں ان میں سے کچھ بھی نہ ہوتا۔ اور پھر فرمایا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنے اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ ان کو کہدے کہ اگر میں نے افترا کیا ہے تو میرے پر اس کا جرم ہے یعنے میں ہلاک ہو جاؤں گا اور اس شخص سے زیادہ تر ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ یہ کلام خدا کی طرف سے ہے جو غالب اور رحیم ہے تا تو ان لوگوں کو ڈراوے جن کے باپ دادے نہیں ڈرائے گئے اور تا دوسری قوموں کو دعوت دین کرے عنقریب ہے کہ خدا تم میں اور تمہارے دشمنوں میں دوستی کر دیگا* اور تیرا خدا ہر چیز پر قادر ہے۔ اس روز وہ لوگ سجدہ میں گرینگے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ہمارے گناہ معاف کر ہم خطا پر تھے۔ آج تم پر کوئی سرزنش نہیں خدا معاف کریگا اور وہ ارحم الراحمین ہے۔ میں خدا ہوں میری پرستش کر۔ اور میرے تک پہنچنے کیلئے کوشش کرتا رہ۔ اپنے خدا سے مانگتا رہ اور بہت مانگنے والا ہو۔ خدا دوست اور مہربان ہے اس نے قرآن سکھلایا۔ پس تم قرآن کو چھوڑ کر کس حدیث پر چلوگے۔ ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔ یہ خدا کے قریب ہوا یعنے اوپر کی طرف گیا۔ اور پھر نیچے کی طرف تبلیغ حق کے لئے جھکا۔ اس لئے یہ دو قوسوں کے وسط میں آگیا۔ اوپر خدا اور نیچے مخلوق۔ مکذبین کے لئے مجھ کو چھوڑ دے۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا۔ میرا دن بڑے فیصلہ کا دن ہے اور تو سیدھی راہ پر ہے اور جو کچھ ہم ان کے لئے وعدہ کرتے ہیں ہو سکتا ہے کہ ان میں سے کچھ تیری زندگی میں تجھ کو دکھلا دیں اور یا تجھ کو وفات دیدیں اور بعد میں وہ وعدے پورے کریں۔ اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ یعنے تیرا رفع الی اللہ دنیا پر ثابت کر دونگا۔ اور میری مدد تجھے پہنچے گی۔ میں ہوں وہ خدا جس کے نشان دلوں پر تسلط

* یہ تو غیر ممکن ہے کہ تمام لوگ مان لیں کیونکہ بموجب آیت ولذٰلک خلقھم اور بموجب آیت کریمہ وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامہ سب کا ایمان لانا خلاف نص صریح ہے۔ پس اس جگہ سعید لوگ مراد ہیں۔ منہ

کرتے ہیں اور ان کو قبضہ میں لے آتے ہیں ✦

ان الہامات کے سلسلہ میں بعض اردو الہام بھی ہیں جن میں سے کسی قدر ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں ✦

ایک عزت کا خطاب ایک عزت کا خطاب۔ لک خطاب العزۃ ایک بڑا نشان اس کے ساتھ ہوگا (عزت کے خطاب سے مراد یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اسباب پیدا ہو جائینگے کہ اکثر لوگ پہچان لیں گے اور عزت کا خطاب دینگے اور یہ تب ہوگا جب ایک نشان ظاہر ہوگا) اور پھر فرمایا خدا نے ارادہ کیا ہے کہ تیرا نام بڑھاوے اور آفاق میں تیرے نام کی خوب چمک دکھاوے۔ میں اپنی چمکار دکھلاؤنگا اور قدرت نمائی سے تجھے اٹھاؤں گا۔ آسمان سے کئی تخت اترے مگر سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا۔ دشمنوں سے ملاقات کرتے وقت فرشتوں نے تیری مدد کی آپ کے ساتھ انگریزوں کا نرمی کے ساتھ ہاتھ تھا۔ اسی طرف خدا تعالیٰ تھا جو آپ تھے۔ آسمان پر دیکھنے والوں کو ایک رائی برابر غم نہیں ہوتا۔ یہ طریق اچھا نہیں اس سے روک دیا جائے مسلمانوں کے لیڈر عبد الکریم کو* خذوا الرفق الرفق فان الرفق راس الخیرات نرمی کرو نرمی کرو کہ تمام نیکیوں کا سر نرمی ہے (اخویم مولوی عبد الکریم صاحب نے اپنی بیوی سے کسی قدر زبانی سختی کا برتاؤ کیا تھا اسپر

* اس الہام میں تمام جماعت کے لئے تعلیم ہے کہ اپنی بیویوں سے رفق اور نرمی کے ساتھ پیش آویں وہ انکی کنیزکیں نہیں ہیں۔ درحقیقت نکاح مرد اور عورت کا باہم ایک معاہدہ ہے پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے وعاشروھن بالمعروف یعنی اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو۔ اور حدیث میں ہے خیرکم خیرکم لاھلہ یعنے تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے۔ سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو۔ ان کے لئے دعا کرتے رہو۔ اور طلاق سے پرہیز کرو کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے۔ جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو۔ منہ

حکم ہؤا کہ اس قدر سخت گوئی نہیں چاہئے۔ حتی المقدور پہلا فرض مومن کا ہر ایک کے
ساتھ نرمی اور حُسن اخلاق ہے اور بعض اوقات تلخ الفاظ کا استعمال بطور تلخ دوا
کے جائز ہے۔ اما بحکم ضرورت و بقدر ضرورت۔ نہ یہ کہ سخت گوئی طبیعت پر غالب آجائے)
خدا تیرے سب کام درست کر دے گا۔ اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ ربّ الافواج
اس طرف توجہ کرے گا۔ اگر مسیح ناصری کی طرف دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ اس جگہ
اس سے برکات کم نہیں ہیں۔ اور مجھے آگ سے مت ڈراؤ کیونکہ آگ ہماری غلام
بلکہ غلاموں کی غلام ہے (یہ فقرہ بطور حکایت میری طرف سے خدا تعالیٰ نے بیان
فرمایا ہے۔ اور پھر فرمایا۔ لوگ آئے اور دعویٰ کر بیٹھے۔ شیر خدا نے ان کو پکڑا۔ شیر خدا
25 نے فتح پائی۔ اور پھر فرمایا۔ "بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار
بلند تر محکم* اُفتاد۔ پاک محمد مصطفٰے نبیوں کا سردار۔ و روشن شد نشانہائے من۔
بڑا مبارک وہ دن ہوگا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا
اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا۔

آمین

---

* اس فقرہ سے مُراد کہ محمدیوں کا پیر اونچے منار پر جا پڑا یہ ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں
جو آخر الزمان کے مسیح موعود کے لئے تھیں جس کی نسبت یہود کا خیال تھا کہ ہم میں سے پیدا
ہوگا۔ اور عیسائیوں کا خیال تھا کہ ہم میں سے پیدا ہوگا۔ مگر وہ مسلمانوں میں سے پیدا ہوا۔
اس لئے بلند مینار عزت کا محمدیوں کے حصہ میں آیا۔ اور اس جگہ محمدی کہا۔ یہ اس بات کی
طرف اشارہ ہے کہ جو لوگ اب تک صرف ظاہری قوت اور شوکت اسلام دیکھ رہے تھے
جس کا اسم محمدؐ مظہر ہے اب وہ لوگ بکثرت آسمانی نشان پائینگے۔ جو اسم احمد کے مظہر کو لازم حال
ہے کیونکہ اسم احمد انکسار اور فروتنی اور کمال درجہ کی محبوبیت کو چاہتا ہے جو لازم حال حقیقت
احمدیت اور حامدیت اور عاشقیت اور محبیت ہے۔ اور حامدیت اور عاشقیت کے لازم
حال صدور آیات تائیدیہ ہے۔ منہ 26

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

دینی جہاد کی ممانعت کا فتوےٰ مسیح موعودؑ کی طرف سے

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال	دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے*	دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے	اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے 24
دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد	منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد
کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو	جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اُس خبیث کو
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر	کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

* نوٹ (ایک زبردست الہام اور کشف) آج ۲ جون ۱۹۰۰ء کو بروز شنبہ بعد دوپہر
دو بجے کے وقت مجھے تھوڑی غنودگی کے ساتھ ایک ورق جو نہایت سفید تھا دکھلایا گیا۔ اس کی آخری
سطر میں لکھا تھا اقبال۔ میں خیال کرتا ہوں کہ آخر سطر میں یہ لفظ لکھنے سے انجام کی طرف اشارہ
تھا یعنی انجام باقبال ہے۔ پھر ساتھ ہی یہ الہام ہؤا۔ "**قادر کے کاروبار نمودار ہوگئے۔**
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے۔ اس کے یہ معنے مجھے سمجھائے گئے کہ عنقریب کچھ ایسے
زبردست نشان ظاہر ہو جائیں گے جس سے کافر کہنے والے جو مجھے کافر کہتے تھے الزام میں پھنس
جائیں گے اور خوب پکڑے جائیں گے اور کوئی گریز کی جگہ ان کے لئے باقی نہ رہے گی۔ یہ پیشگوئی ہے
ہر ایک پڑھنے والا اس کو یاد رکھے *
اس کے بعد ۳ جون ۱۹۰۰ء کو بوقت ساڑھے گیارہ بجے یہ الہام ہؤا۔ "**کافر جو کہتے تھے**
وہ نگونسار ہوگئے۔ جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہوگئے۔ یعنے کافر کہنے
والوں پر خدا کی حجت ایسی پوری ہوگئی کہ انکے لئے کوئی عذر کی جگہ نہ رہی۔ یہ آئندہ زمانہ کی خبر ہے کہ عنقریب
ایسا ہوگا۔ اور کوئی ایسی چمکتی ہوئی دلیل ظاہر ہو جائے گی کہ فیصلہ کر دے گی۔ منہ

فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

پیویں گے ایک گھاٹ پہ شیر اور گوسپند
کھیلیں گے بچے سانپوں سے بیخوف و بے گزند

یعنے وہ وقت امن کا ہوگا نہ جنگ کا
بھولیں گے لوگ مشغلہ تیر و تفنگ کا

یہ حکم سُنکے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزم مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

وہ علم وہ صلاح وہ عفت نہیں رہی ۴۷
وہ نور اور وہ چاند سی طلعت نہیں رہی

وہ درد وہ گداز وہ رقت نہیں رہی
خلقِ خدا پہ شفقت و رحمت نہیں رہی

دل میں تمہارے یار کی اُلفت نہیں رہی
حالت تمہاری جاذبِ نصرت نہیں رہی

حمق آگیا ہے سر میں وہ فطنت نہیں رہی
کسل آگیا ہے دل میں جلادت نہیں رہی

وہ علم و معرفت وہ فراست نہیں رہی
وہ فکر وہ قیاس وہ حکمت نہیں رہی

دُنیا و دیں میں کچھ بھی لیاقت نہیں رہی
اب تم کو غیر قوموں پہ سبقت نہیں رہی

وہ اُنس و شوق و وجد وہ طاعت نہیں رہی
ظلمت کی کچھ بھی حد و نہایت نہیں رہی

ہر وقت جھوٹ۔ سچ کی تو عادت نہیں رہی
نورِ خدا کی کچھ بھی علامت نہیں رہی

سو سو ہے گند دل میں طہارت نہیں رہی
نیکی کے کام کرنے کی رغبت نہیں رہی

خوانِ تہی پڑا ہے وہ نعمت نہیں رہی
دیں بھی ہے ایک قشر حقیقت نہیں رہی

مولیٰ سے اپنے کچھ بھی محبت نہیں رہی
دل مر گئے ہیں نیکی کی قدرت نہیں رہی

سب پر یہ اک بلا ہے کہ وحدت نہیں رہی
اک پھوٹ پڑ رہی ہے مودت نہیں رہی

تم مر گئے تمہاری وہ عظمت نہیں رہی
صورت بگڑ گئی ہے وہ صورت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو

اب زندگی تمہاری تو سب فاسقانہ ہے
مومن نہیں ہو تم کہ قدم کافرانہ ہے

اے قوم تم پہ یار کی اب وہ نظر نہیں
روتے رہو دعاؤں میں بھی وہ اثر نہیں

کیونکر ہو وہ نظر کہ تمہارے وہ دل نہیں
شیطاں کے ہیں خدا کے پیارے وہ دل نہیں

تقویٰ کے جامے جتنے تھے سب چاک ہو گئے
جتنے خیال دل میں تھے ناپاک ہو گئے

کچھ کچھ جو نیک مرد تھے وہ خاک ہو گئے
۴۸ باقی جو تھے وہ ظالم و سفاک ہو گئے

اب تم تو خود ہی موردِ خشمِ خدا ہوئے
اُس یار سے بشامتِ عصیاں جدا ہوئے

اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِ سزا ہوئے

سچ سچ کہو کہ تم میں امانت ہے اب کہاں
وہ صدق اور وہ دین و دیانت ہے اب کہاں

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے
آیت عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

اب سال سترہ بھی صدی سے گزر گئے
تم میں سے ہائے سوچنے والے کدھر گئے

تھوڑے نہیں نشاں جو دکھائے گئے تمہیں
کیا پاک راز تھے جو بتائے گئے تمہیں

پر تم نے اُن سے کچھ بھی اُٹھایا نہ فائدہ
مُنہ پھیر کر ہٹا دیا تم نے یہ مائدہ

بخلوں سے یارو باز بھی آؤ گے یا نہیں
خو اپنی پاک صاف بناؤ گے یا نہیں

باطل سے میل دل کی ہٹاؤ گے یا نہیں
حق کی طرف رجوع بھی لاؤ گے یا نہیں

اب عذر کیا ہے کچھ بھی بتاؤ گے یا نہیں
مخفی جو دل میں ہے وہ سناؤ گے یا نہیں

آخر خدا کے پاس بھی جاؤ گے یا نہیں
اُس وقت اُس کو مُنہ بھی دکھاؤ گے یا نہیں

تم میں سے جسکو دین و دیانت سے ہے پیار لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے	اب اُس کا فرض ہے کہ وہ دل کرکے استوار اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کرچکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

عربی زبان میں ایک خط اہل اسلام پنجاب اور ہندوستان اور عرب اور فارس وغیرہ ممالک کی طرف جہاد کی ممانعت کے بارے میں

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعلموا ایہا المسلمون رحمکم اللہ ان اللہ الذی تولی الاسلام۔ وکفل اموره العظام جعل دینه هذا وصلة الحِکَم وعلومه۔ ووضع المعارف فی ظاهره ومکتومه۔ فمن الحِکَم التی اودع هذا الدین لیزید هدی المهتدین۔ هو الجهاد الذی امر به فی صدر زمن الاسلام ثم نُهی عنه فی هذه الایام۔ والسرّ فیه انه تعالیٰ۔ اذن للذین یقاتلون فی اوّل زمان الملّة دفعًا لصول الکفرة۔ وحفظًا للدین ونفوس الصحبة۔ ثم انقلب امر الزمان عند عهد الدولة البرطانیة۔ وحصل الامن* للمسلمین وما بقی حاجة السیوف والاسنة۔ فعند

* نوٹ۔ لاشك انا نعیش تحت هذه السلطنة البرطانیة بالحریة التامة وحفظت اموالنا ونفوسنا وملّتنا واعراضنا من ایدی الظالمین بعنایة هذه الدولة فوجب علینا شکر من غمرنا بنواله۔ وسقانا کاس الراحة باثر خصاله ووجب ان نری اهلها مثال العضب ونوقد له لاعلیه نار الغضب۔ منه

ذٰلك اثم المخالفون المجاهدین۔ وسلکوهم مسلك الظالمین السفّاکین۔ ولبس الله علیهم سرّ الغزاة والغازین۔ فنظروا الی محاربات الدین کلها بنظر المزرایة۔ ونسبوا کل من غزا الی الجبر والطغیان والغوایة۔ فاقتضت مصالح الله ان یضع الحرب والجهاد ویرحم العباد وقد مضت سنته هذه فی شیع الاولین فان بنی اسرائیل قد طعن فیهم لجهادهم من قبل فبعث الله المسیح فی اٰخر زمن موسٰی واری ان الزارین کانوا خاطئین۔ ثم بعثنی ربی فی اٰخر زمن نبینا المصطفٰی وجعل مقدار هذا الزمن کمقدار زمن کان بین موسٰی وعیسٰی وان فی ذٰلك لاٰیة لقوم متفکرین۔ والمقصود من بعثی وبعث عیسٰی واحد وهو اصلاح الاخلاق ومنع الجهاد۔ واراءة الاٰیات لتقویة ایمان العباد۔ ولاشك ان وجوه الجهاد معدومة فی هذا الزمن وهذه البلاد۔ فالیوم حرام علی المسلمین ان یحاربوا للدین۔ وان یقتلوا من کفر بالشرع المتین۔ فان الله صرّح حرمة الجهاد عند زمان الامن والعافیة۔ وندّد الرسول الکریم بانه من المناهی عند نزول المسیح فی الامّة۔ ولا یخفٰی ان الزمان قد بدّل احواله تبدیلا صریحًا۔ وترك طورًا قبیحًا ولا یوجد فی هذا الزمان ملك یظلم مسلمًا لاسلامه ولا حاکم یجور لدینه فی احکامه۔ فلاجل ذٰلك بدّل الله حکمه فی هذا الاوان۔ ومنع ان یحارب للدین او تقتل نفس لاختلاف الادیان۔ وامر ان یتم المسلمون حججهم علی الکفار۔ ویضعوا البراهین موضع السیف البتار۔ ویتوردوا موارد البراهین البالغة ویعلوا قنن البراهین العالیة حتی تطاء اقدامهم کل اساس یقوم علیه البرهان۔ ولا یفوتهم حجة تسبق الیه الاذهان۔ ولا سلطان یرغب فیه الزمان۔ ولا یبقی شبهة یولّدها الشیطان۔ وان یکونوا فی اتمام الحجج مستشفّین۔ واراد ان یتصیّد شوارد الطبائع المتنفرة من مسئلة الجهاد۔ وینزل ماء الاٰی علی القلوب المجدبة کالعهاد۔ ویغسل وسخ الشبهات ودرن الوساوس وسوء الاعتقاد۔ فقدّر للاسلام وقتًا کایام الربیع وهو وقت المسیح النازل من الرفیع۔ لیجری فیه ماء الاٰیات کالسیل ...

صدق الاسلام ويبيّن ان المتزرّين كانوا كاذبين۔ وكان ذٰلك واجبًا في علم الله
رب العٰلمين۔ ليعلم الناس ان تضوّع الاسلام وشيوعته كان من الله لا من
المحاربين۔ واني انا المسيح النازل من السماء۔ وانّ وقتي وقت ازالة
الظنون واراءة الاسلام كالشمس في الضياء۔ ففكروا ان كنتم عاقلين۔
وترون ان الاسلام قد وقعت حذته اديان كاذبة يسعٰى لتصديقها واعين
كليلة يجاهد لتبريقها۔ وان اهلها اخذوا طريق الرفق والحلم في دعواتهم
وارَوا التواضع والذل عند ملاقاتهم۔ وقالوا ان الاسلام اوليغ في الابدان المُدى
ليبلغ القوة والعلٰى۔ وانا ندعوا الخلق متواضعين۔ فيرى الله كيدهم من السماء
وما اريد من البهتان والازدراء والافتراء۔ فيجلّي مطلع هٰذا الدين بنوره
البرهان۔ ويري الخلق انه هو القائم والشايع بنور ربه لا بالسيف والسنان
ومنع ان يقاتل في هٰذا الحين۔ وهو حكيم يعلّمنا ارتضاع كاس الحكمة
والعرفان۔ ولا يفعل فعلا ليس من مصالح الوقت والاوان۔ ويرحم عباده
ويحفظ القلوب من الصداء والطبائع من الطغيان۔ فانزل مسيحه الموعود
والمهدي المعهود۔ ليعصم قلوب الناس من وساوس الشيطان وتجارتهم
من الخسران۔ وليجعل المسلمين كرجل هيمن ما اصطفاه۔ واصاب اصباه
فثبت ان الاسلام لا يستعمل السيف والسهام عند الدعوة۔ ولا يضرب الصعدة
ولكن ياتي بدلائل تحكي الصعدة في اعدام الفرية۔ وكانت الحاجة فتنة
اشتدت في زمننا لرفع الالتباس۔ ليعلم الناس حقيقة الامر ويعرفوا
السركالاكياس۔ والاسلام مشرب قد احتوى كل نوع حلاوة۔ والقرآن كتاب جمع
كل حلاوة وطلاوة۔ ولكن الاعداء لا يرون من الظلم والضيم۔ وينسابون
انسياب الايم۔ مع ان الاسلام دين خصه الله بهٰذه الاثرة۔ وفيه بركات
لا يبلغها احد من الملة۔ وكان الاسلام في هٰذا الزمان كمثل معصوم أُتّهم وظلم
بانواع البهتان۔ وطالت الالسنة عليه وصالوا على حريمه۔ وقلوا منصب

كان قتل الناس خلاصة تعليمه۔ فبعثت ليجد الناس ما فقدوا من سعادة
الجد۔ ويتخلصوا من الخصم الالدّ۔ واني ظهرت برقٍ في الارض وحلت بارقة
في السماء۔ فقبير في الغبراء وسلطان في الخضراء۔ فطوبٰى للذي عرفني او عرف من
عرفني من الاصدقاء وجئت اهل الدنيا ضعيفًا نحيفًا كنحافة الصب۔ وعرض
القذف والشتم والسبّ۔ ولكني حيّ قوي في العالم الاعلٰى۔ ولي عضب مذرب
في الافلاك ومناك لا يبلٰى۔ وحسام يضاهي البرق صقاله۔ ويمزّق الكذب
قتاله۔ ولي صورة في السماء لا يراها الانسان۔ ولا تدركها العينان۔ وانّي من
اعاجيب الزمان۔ فاني طُهّرت وبُدّلت وبُعّدت من العصيان۔ وكذٰلك
يطهّر ويبدّل من احبّني وجاء بصدق الجنان۔ وان انفاسي هٰذه ترياق
سمّ الخطيّات وسدّ مانع من سوق الخطرات الى سوق الشبهات۔ ولا يمتنع
من الفسق عبدٌ ابدًا الا الذي احبّ حبيب الرحمٰن۔ او ذهب منه الاطيبان
وعطف الشيب شطاطه بعد ما كان كقضيب البان۔ ومن عرف الله او عرف
عبده فلا يبقٰى فيه شيءٌ من الحدّ والسنان۔ وينكسر جناحه ولا يبقى بطش
في الكف واليدان۔ ومن خواص اهل النظر انهم يجعلون الحجر كالعقيان۔
فانهم قومٌ لا يشقى جليسهم ولا يرجع رفيقهم بالحرمان۔ فالحمد لله
على منّته انه هو المنّان۔ ذو الفضل والاحسان۔ واعلموا اني انا المسيح۔ وفي
بركات المسيح۔ وكل يوم يزيد البركات۔ ويزداد الآيات۔ والنور يبرق
على الابواب۔ ويأتي زمان يتبرك الملوك فيه بالثواب۔ وذٰلك الزمان زمان
قريب۔ وليس من القادر بعجيب ◆

الاختبار اللطيف لمن كان يعدل ويحيف

ايها الناس ان كنتم في شك من امري۔ ومما اوحي اليّ من ربي۔ فناضلوني

فی انباء الغیب من حضرۃ الکبریاء وان لم تقبلوا ففی استجابۃ الدعاء۔ وان لم تقبلوا ففی تفسیر القرآن فی اللسان العربیۃ۔ مع کمال الفصاحۃ ورعایۃ الملح الادبیۃ۔ فمن غلب منکم بعد ما ساق ھٰذا المساق۔ فھو خیر منی ولا امراء ولا اشقاق۔ ثم ان کنتم تُعرضون عن الامرین الاوّلین۔ وتعتذرون وتقولون انا ما اعطینا عین رؤیۃ الغیب ولا من قدرۃ علٰی اجراء تلک العین۔ فصارعونی فی فصاحۃ البیان مع التزام بیان معارف القرآن واختاروا مسحب نظم الکلام۔ ولتسحبوا ولا ترھبوا ان کنتم من الادباء الکرام۔ وبعد ذٰلک ینظر الناظرون فی تفاضل الانشاء ویجدون من یستحق الاحماد والابراد ویلعنون من لعن من السماء۔ فھل فیکم فارس ھٰذا المیدان۔ ومالک ذٰلک البستان۔ وان کنتم لا تقدرون علی البیان۔ ولا تکفون حصائد اللسان۔ فلستم علی شیءٍ من الصدق والسداد۔ ولیس فیکم الامادۃ الفساد۔ تتحمون وطیس الجدال۔ مع ھٰذہ البرودۃ والجمود والجھل والکلال۔ موتوا فی غدیر او بارزونی کقدیر۔ وارونی عینکم ولا تمشوا کضریر۔ واتقوا عذاب ملک خبیر واذکروا اخذ علیم وبصیر۔ وان لم تنتھوا فیاتی زمان تحضرون عند جلیل کبیر۔ ثم تذوقون مایذوق المجرمون فی حصیر۔ وان کنتم تدعون المھارۃ فی طرق الاشرار۔ ومکائد الکفار۔ فکیدوا کل کید الٰی قوۃ الاظفار۔ وقلّبوا امری ان کان عندکم ذرّۃ من الاقتدار۔ واحکموا تدبیرکم وعاقبوا دبیرکم۔ واجمعوا کبیرکم وصغیرکم واستعملوا دقاریرکم وادعوا لھٰذا الامر مشاھیرکم۔ وکل من کان من المحتالین۔ واسجدوا علٰی عتبۃ کل قریع زمن وجابر زمن یمدّکم بالمال والعقیان ثم انھضوا بذٰلک المال وھٰذہ مونی من البنیان ان کنتم علٰی ھدمی کالّلہ قادرین۔ واعلموا انّ اللہ یخزیکم عند قصد الشر۔ ویحفظنی من الضرّ۔ ویتم امرہ وینصر عبدہ ولا تضرونہ شیئًا ولا تموتون حتی یریکم ما اری من قبلکم کل من عادا اولیاءہ من النبیّین والمرسلین والمامورین واٰخر امرنا نصرٌ من اللہ وفتح مبین۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ؂

المشتہر میرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی

بجواب پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی

اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ثُمَّ كَفَرْتُمْ بِهٖ

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ

ناظرین کو یاد ہوگا کہ میں نے اپنے اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی صاحب گولڑوی کو اس بنا پر ایک اعجازی مقابلہ کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ دوسرے علمائے پنجاب اور ہندوستان کی طرح میرے دعوے کے مکذب ہیں اور میری وہ تیس ۳۰ سے زیادہ کتابیں جو مَیں نے اپنے دعوے کے اثبات میں تالیف کر کے ملک میں شائع کی ہیں وہ ثبوت ان کے لئے کافی نہیں ہے اور نیز وہ تمام مناظرات اور مباحثات جو ان کے ہم عقیدہ علماء سے آج تک ہوتے رہے وہ بھی ان کے نزدیک نظری ہیں تو اب آخری فیصلہ یہ ہے کہ وہ سنت قدیمہ اکابر اسلام کے رو سے اس طرح پر ایک مباہلہ کی صورت* پر مجھ سے مقابلہ کریں کہ قرآن شریف کی چالیس ۴۰ آیتیں قرعہ اندازی کے ذریعہ سے نکال کر اور یہ دُعا کر کے کہ جو شخص حق پر ہے اس کو اس مقابلہ میں فوری عزت

* اس قسم کا مقابلہ گو حقیقی طور پر مباہلہ نہیں کیونکہ اس میں لعنت نہیں اور کسی کے لئے عذاب کی درخواست نہیں۔ اسی لئے ہم نے اس کا نام اعجازی مقابلہ رکھا۔ تاہم مباہلہ کے اغراض نرم طور پر اس میں موجود ہیں جو خدا کے فیصلہ کے لئے کافی ہیں۔ منہ

حاصل ہو۔ اور جو ناحق پر ہے اس کو فوری خذلان نصیب ہو۔ اور پھر آمین کہہ کر دونو فریق بیٹھ جائیں اور پیر مہر علی شاہ صاحب زبان عربی فصیح اور بلیغ میں اُن چالیس آیات کی تفسیر لکھیں جو بیس ورق سے کم نہ ہو اور جو شخص ہم دونوں میں سے فصاحت زبان عربی اور معارف قرآنی کے رو سے غالب رہے وہی حق پر سمجھا جائے۔ اور اگر پیر صاحب موصوف اس مقابلہ سے کنارہ کش ہوں تو دوسرے مولوی صاحبان مقابلہ کریں۔ بشرطیکہ چالیس سے کم نہ ہوں تا عام لوگوں پر ان کے مغلوب ہونے کا کچھ اثر پڑ سکے اور انکی وقعت گھٹانے کی گنجایش کم ہو جائے لیکن افسوس بلکہ ہزار افسوس کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے میری اس دعوت کو جس سے مسنون طور پر حق کھلتا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے فیصلہ ہو جاتا تھا ایسے صریح ظلم سے ٹال دیا ہے جس کو بجز ہٹ دھرمی کچھ نہیں کہہ سکتے اور ایک اشتہار شائع کیا کہ ہم اوّل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے بحث کرنے کے لئے حاضر ہیں اس میں اگر تم مغلوب ہو تو ہماری بیعت کر لو۔ اور پھر بعد اس کے ہمیں وہ اعجازی مقابلہ بھی منظور ہے۔ اب ناظرین سوچ لیں کہ اس جگہ کس قدر جھوٹ اور فریب سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جبکہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے رو سے مغلوب ہونے کی حالت میں میرے لئے بیعت کرنے کا حکم لگا گیا ہے تو پھر مجھے اعجازی مقابلہ کے لئے کونسا موقع دیا گیا۔ اور ظاہر ہے کہ غالب ہونے کی حالت میں تو مجھے خود ضرورت اعجازی مقابلہ کی باقی نہیں رہیگی اور مغلوب ہونے کی حالت میں بیعت کرنے کا حکم میری نسبت صادر کیا گیا۔ اب ناظرین بتلا دیں کہ جس مقابلہ اعجازی کے لئے میں نے بُلایا تھا۔ اس کا موقع کونسا رہا۔ پس یہ کس قدر فریب ہے کہ پیر جی صاحب نے پیر کہلا کر اپنی جان بچانے کے لئے اس کو استعمال کیا ہے۔ پھر اس پر ایک اور جھوٹ یہ ہے کہ آپ اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ ہم نے آپ کی دعوت کو منظور کر لیا ہے۔ ناظرین انصاف کریں کہ کیا یہی طریق منظوری ہے جو انھوں نے پیش کیا ہے؟ منظوری تو اس حالت میں ہوتی کہ وہ بغیر کسی حیلہ بازی کے میری درخواست کو منظور کر لیتے مگر جبکہ آپ نے ایک

اور درخواست پیش کر دی اور یہ لکھ دیا کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ قرآن اور حدیث کے رو سے مباحثہ ہو۔ اور اگر منصف لوگ جو انہی کی جماعت میں سے ہونگے یہ رائے ظاہر کریں کہ پیر صاحب اس مباحثہ میں غالب رہے تو پھر بیعت کر لو۔ اب بتلاؤ کہ جب منقولی مباحثہ پر ہی بیعت تک نوبت پہنچ گئی۔ تو میری درخواست کے منظور کرنیکے کیا معنے ہوئے؟ وہ تو بات ہی معرض التوا میں رہی۔ کیا اسی کو منظوری کہتے ہیں۔ کیا میں پیر صاحب کا مرید بنکر پھر تفسیر لکھنے میں ان کا مقابلہ بھی کروں گا یا غالب ہونے کی حالت میں میرا حق نہیں ہوگا کہ میں ان سے بیعت لوں اور میرے لئے پھر اعجازی مقابلہ کی ضرورت رہیگی مگر ان کے لئے نہیں۔ اور پھر قابل شرم دھوکہ جو اس اشتہار میں دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ بیان نہیں کیا گیا کہ ہماری اس دعوت سے اصل غرض کیا تھی۔ ابھی میں بیان کر چکا ہوں کہ اصل غرض اس اشتہار سے یہ تھی کہ جبکہ نقلی مباحثات سے مخالف علماء راہِ راست پر نہیں آئے اور اُن مباحثات کے ہوتے ہوئے بھی دس سال سے کچھ زیادہ گذر گئے اور اس عرصہ میں مَیں نے چھتیس ۳۶ کتابیں تالیف کر کے قوم میں شائع کیں اور ایک سو سے زیادہ اشتہار شائع کیا اور ان تمام تحریروں کی پچاس ہزار سے زیادہ کاپی ملک میں پھیلائی گئی اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے اعلےٰ درجہ کا ثبوت دیا گیا۔ لیکن ان تمام دلائل اور مباحثات سے انھوں نے کچھ بھی فائدہ نہ اُٹھایا تو آخر خدا تعالیٰ سے امر پاکر سنت انبیاء علیہم السلام پر علاج اس میں دیکھا کہ ایک فوری مباہلہ کے رنگ میں اعجازی مقابلہ کیا جائے۔ لیکن اب پیر صاحب مجھے اسی پہلے مقام کی طرف کھینچتے ہیں اور اسی سوراخ میں پھر میرا ہاتھ ڈالنا چاہتے ہیں جس میں بجز سانپوں کے میں نے کچھ نہیں پایا۔ اور جس کی نسبت میں اپنی کتاب انجام آتھم میں مولویوں کی سخت دلی کو دیکھ کر تحریری وعدہ کر چکا ہوں کہ آیندہ ہم ان کے ساتھ مباحثات مذکورہ نہیں کرینگے۔ پیر صاحب نے کسی جگہ ہاتھ پڑتا نہ دیکھ کر اس غریق کی طرح جو گھاس پات پر ہاتھ مارتا ہے مباحثہ کا بہانہ پیش کر دیا یہ خیال میری نسبت کر کے کہ اگر وہ مباحثہ نہیں کرینگے تو ہم عوام میں فتح کا نقارہ بجائیں گے۔ اور اگر مباحثہ

کرینگے تو کہدینگے کہ اس شخص نے خدا تعالیٰ کے ساتھ عہد کرکے پھر توڑا۔ ہم پیر صاحب سے فتوےٰ پوچھتے ہیں کہ کیا آپ اپنے نفس کے لئے یہ جائز رکھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ عہد کرکے پھر توڑ دیں۔ پھر ہم سے آپ نے کیونکر توقع رکھی اور اب منقولی مباحثات کی حاجت ہی کیا تھی۔ خدا تعالیٰ کے کلام سے حضرت مسیح کا فوت ہونا ثابت ہوگیا۔ ایماندار کے لئے صرف ایک آیت فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ اس بات پر دلیل کافی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کے تیئس مقامات میں لفظ توفّی کو قبض رُوح کے موقع پر استعمال کیا۔ اوّل سے آخر تک قرآن شریف میں کسی جگہ لفظ توفّی کا ایسا نہیں جس کے بجز قبض رُوح اور مارنے کے اَور معنے ہوں۔ اور پھر ثبوت بر ثبوت یہ کہ صحیح بخاری میں ابن عباس سے مُتَوَفِّیْکَ کے معنے مُمِیْتُکَ لکھے ہیں۔ ایسا ہی تفسیر فوز الکبیر میں بھی یہی معنے مندرج ہیں اور کتاب عینی تفسیر بخاری میں اس قول کا اسناد بیان کیا ہے۔ اب اس نص قطعی سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیوں کے بگڑنے سے پہلے ضرور مر چکے ہیں اور احادیث میں جہاں کہیں توفّی کا لفظ کسی صیغہ میں آیا ہے اس کے معنے مارنا ہی آیا ہے جیسا کہ محدثین پر پوشیدہ نہیں اور علم لغت میں یہ مسلّم اور مقبول اور متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہے وہاں بجز مارنے کے اور کوئی معنے توفّی کے نہیں آتے۔ تمام دواوین عرب اس پر گواہ ہیں۔ اب اس سے زیادہ ترک انصاف کیا ہوگا کہ قرآن بلند آواز سے فرما رہا ہے کوئی نہیں سنتا۔ حدیث گواہی دے رہی ہے کوئی پروا نہیں کرتا۔ علم لغت عرب شہادت ادا کر رہا ہے کوئی اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔ دواوین عرب اس لفظ کے محاورات بتلا رہے ہیں کسی کے کان کھڑے نہیں ہوتے۔ پھر قرآن شریف میں صرف یہی آیت تو نہیں کہ حضرت مسیح کی موت پر دلالت کرتی ہے تیس ۳۰ آیتیں جن کا ذکر ازالہ اوہام میں موجود ہے یہی گواہی دیتی ہیں جیسا کہ آیت فیہا تحیون یعنے زمین پر ہی تم زندگی بسر کروگے۔ اب دیکھو اگر کوئی آسمان پر جا کر بھی کچھ حصہ زندگی

کا بسر کر سکتا ہے تو اس سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسی کی مؤید ہے یہ دوسری آیت کہ وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ یعنے تمہارا قرار گاہ زمین ہی رہیگی اب اس سے زیادہ خدا تعالیٰ کیا بیان فرماتا۔ پھر ایک اور آیت حضرت عیسیٰ کی موت پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ کَانَا یَاْکُلَانِ الطَّعَامَ یعنے حضرت مسیح اور حضرت مریم جب زندہ تھے تو روٹی کھایا کرتے تھے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر ترک طعام کی دو وجہیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اس کا ذکر علیحدہ علیحدہ کر دیتا کہ مریم تو بوجہ فوت ہونے کے طعام سے مہجور ہو گئی اور عیسیٰ کسی اور وجہ سے کھانا چھوڑ بیٹھا بلکہ دونوں کو ایک ہی آیت میں شامل کرنا اتحاد امر واقعہ پر دلیل ہے تا معلوم ہو کہ دونوں مر گئے۔ پھر ایک اور آیت حضرت عیسیٰ کی موت پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ وَاَوْصَانِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا۔ یعنے خدا نے مجھے حکم دے رکھا ہے کہ جبتک میں زندہ ہوں نماز پڑھتا رہوں اور زکوٰۃ دوں۔ اب بتلاؤ کہ آسمان پر وہ زکوٰۃ کس کو دیتے ہیں اور پھر ایک اور آیت ہے جو بڑی صراحت سے حضرت عیسیٰ کی موت پر دلالت کر رہی ہے ۳
اور وہ یہ ہے کہ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَاءٍ یعنے جس قدر باطل معبودوں کی لوگ زمانحال میں پرستش کر رہے ہیں وہ سب مر چکے ہیں ان میں کوئی زندہ باقی نہیں۔ اب بتلاؤ کیا اب بھی کچھ خدا کا خوف پیدا ہوا یا نہیں۔ یا نعوذ باللہ خدا نے غلطی کی جو سب باطل معبودوں کو مُردہ قرار دیا۔ اور پھر ان سب کے بعد وہ عظیم الشان آیت ہے جس پر تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہوا۔ اور ایک لاکھ سے زیادہ صحابی نے اس بات کو مان لیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور کل گزشتہ نبی فوت ہو چکے ہیں۔ اور وہ یہ آیت ہے وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِکُمْ اس جگہ خلت کے معنے خدا تعالیٰ نے آپ فرما دیئے کہ موت یا قتل پھر اسکے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے محل استدلال میں جمیع انبیائے گزشتہ کی موت پر اس آیت کو پیش کرکے اور صحابہ نے ترک مقابلہ اور تسلیم کا طریق اختیار کرکے ثابت کر دیا کہ یہ آیت موت مسیح اور تمام گزشتہ انبیاء علیہم السلام پر قطعی دلیل ہے اور اسپر تمام اصحاب

رضی اللہ عنہم کا اجماع ہو گیا۔ ایک فرد بھی باہر نہ رہا۔ جیسا کہ میں نے اسبات کو مفصل طور پر رسالہ تحفہ غزنویہ میں لکھ دیا ہے پھر اس کے بعد تیرہ سو برس تک کبھی کسی مجتہد اور مقبول امام پیشوائے انام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ بلکہ امام مالک نے صاف شہادت دی کہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور امام ابن حزم نے صاف شہادت دی کہ فوت ہو گئے ہیں اور تمام کامل مکمل ملہمین میں سے کبھی کسی نے یہ الہام نہ سنایا کہ خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا ہے کہ عیسیٰ بن مریم برخلاف تمام نبیوں کے زندہ آسمان پر موجود ہے۔ الغرض جبکہ میں نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ اور اقوال آئمہ اربعہ اور وحی اولیائے امت محمدیہ اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم میں بجز موت مسیح کے اور کچھ نہ پایا۔ تو بنظر تکمیل لوازم تقویٰ انبیائے سابقین علیہم السلام کے قصص کی طرف دیکھا کہ کیا قرون گزشتہ میں اسکی کوئی نظیر موجود بھی ہے کہ کوئی آسمان پر چلا گیا ہو اور دوبارہ واپس آیا ہو تو معلوم ہوا کہ حضرت آدم سے لیکر اس وقت تک کوئی نظیر نہیں جیسا کہ قرآن شریف بھی آیت قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا میں اسی کی طرف اشارہ فرماتا ہے یعنے جب کفار بدبخت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اقتراحی معجزہ مانگا کہ ہم تب تجھے قبول کرینگے کہ جب ہمارے دیکھتے دیکھتے آسمان پر چڑھ جائے اور دیکھتے دیکھتے اتر آوے تو آپکو حکم آیا کہ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا۔ یعنے انکو کہدے کہ میرا خدا اسبات سے پاک ہے کہ اپنی سنت قدیمہ اور دائمی قانون قدرت کے برخلاف کوئی بات کرے میں تو صرف رسول اور انسان ہوں اور جس قدر رسول دنیا میں آئے ہیں۔ ان میں سے کسی کے ساتھ خدا تعالےٰ کی یہ عادت نہیں ہوئی کہ اس کو بجسم عنصری آسمان پہ لے گیا ہو اور پھر آسمان سے اتارا ہو اور اگر عادت ہے تو تم خود ہی اس کا ثبوت دو کہ فلاں نبی بجسم عنصری آسمان پہ اٹھایا گیا تھا اور پھر اتارا گیا۔ تب میں بھی آسمان پہ جاؤں گا اور تمہارے روبرو اتروں گا۔ اور اگر کوئی نظیر تمہارے پاس نہیں۔ تو پھر کیوں ایسے امر کی نسبت مجھ سے تقاضا کرتے ہو جو رسولوں کے ساتھ سنت اللہ نہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو یہ سکھلایا ہوا ہوتا کہ حضرت مسیح زندہ

بجسمہ العنصری آسمان پر چلے گئے ہیں تو ضرور وہ اسوقت اعتراض کرتے اور کہتے کہ یا حضرت آپ کیوں آسمان پر کسی رسول کا بجسم عنصری جانا سنت اللہ کے برخلاف بیان فرماتے ہیں حالانکہ آپ ہی نے تو ہمیں بتلایا تھا کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ بجسمہ العنصری چلے گئے ہیں۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر کسی نے اعتراض نہ کیا کہ قرآن میں کیوں تحریف کرتے ہو تمام گزشتہ انبیاء کہاں فوت ہوئے ہیں اور اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اسوقت عذر کرتے کہ نہیں صاحب میرا منشاء تمام انبیاء کا فوت ہونا تو نہیں ہے میں تو بدل اس پر ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور کسی وقت اترینگے تو صحابہ جواب دیتے کہ اگر آپ کا یہی اعتقاد ہے تو پھر آپ نے اس آیت کو پڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خیالات کا رد کیا کیا۔ کیا آپ کے کان بہرے ہیں کیا آپ سنتے نہیں کہ عمر بلند آواز سے کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت وہ تو یہ کہہ رہا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم مرے نہیں زندہ ہیں اور پھر دنیا میں آئینگے اور منافقوں کو قتل کرینگے اور وہ آسمان کی طرف ایسا ہی زندہ اٹھائے گئے ہیں۔ جیسے کہ عیسیٰ بن مریم اٹھایا گیا تھا۔ آپ نے آیت تو پڑھ لی مگر اس آیت میں اس خیال کا رد کہاں ہے۔ لیکن صحابہ جو عقلمند اور زیرک اور پاک نبی کے ہاتھ سے صاف کئے گئے تھے اور عربی تو انکی مادری زبان تھی۔ اور کوئی تعصب درمیان نہ تھا۔ اس لئے انھوں نے آیت موصوفہ بالا کے سنتے ہی سمجھ لیا کہ خلت کے معنے موت ہیں جیسا کہ خود خدا تعالےٰ نے فقرہ افان مات او قتل میں تشریح کر دی ہے۔ اس لئے انھوں نے بلا توقف اپنے خیالات سے رجوع کر لیا۔ اور ذوق میں آکر اور آنحضرت کے فراق کے درد سے بھر کر بعض نے اس مضمون کے ادا کرنے کے لئے شعر بھی بنائے جیسا کہ حسان بن ثابت نے بطور مرثیہ یہ دو بیت کہے۔ کنت السواد لناظری ۔ فعمی علیک الناظر ۔ من شاء بعدک فلیمت ۔ فعلیک کنت احاذر۔ یعنے اے میرے پیارے نبی تو تو میری آنکھوں کی پتلی تھی اور میرے دیدوں کا نور تھا۔ پس میں تو تیرے مرنے سے اندھا ہو گیا۔ اب تیرے بعد میں دوسروں کی موت کا کیا غم کروں۔ عیسیٰ مرے یا موسیٰ مرے

کوئی مرے مجھے تو تیرا ہی غم تھا۔ دیکھو عشق محبت اسے کہتے ہیں جب صحابہ کو معلوم ہوگیا کہ وہ نبی افضل الانبیاء جنکی زندگی کی اشد ضرورت تھی عمر طبعی سے پہلے ہی فوت ہوگئے تو وہ اس کلمہ سے سخت بیزار ہوگئے کہ آنحضرت تو مرجائیں مگر کسی دوسرے کو زندہ رسول کہا جائے۔ افسوس ہے آجکل کے مسلمانوں پر کہ پادریوں کے ہاتھ سے اس بحث میں سخت ذلیل بھی ہوتے ہیں اور لاجواب اور کھسیانے ہو کر بحث کو ترک بھی کردیتے ہیں مگر اس عقیدہ سے باز نہیں آتے کہ زندہ رسول فقط عیسیٰ علیہ السلام ہے جو آسمان کے تخت پر بیٹھا ہوا دوبارہ آنے سے محمدی ختم نبوت کو داغ لگانا چاہتا ہے۔ افسوس کہ یہ علماء اس بات کو خوب سمجھتے ہیں کہ حضرت سید الرسل وسید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک مُردہ رسول قرار دینا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ایک زندہ رسول ماننا اس میں جناب خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی ہتک ہے اور یہی وہ جھوٹا عقیدہ ہے جسکی شامت کی وجہ سے کئی لاکھ مسلمان اس زمانہ میں مرتد ہوچکے ہیں اور اصطباغ لئے ہوئے گرجاؤں میں بیٹھے ہوئے ہیں مگر پھر بھی یہ لوگ اس باطل عقیدہ سے باز نہیں آتے۔ بلکہ میری مخالفت کی وجہ سے اور بھی اس میں اصرار کرتے اور حد سے بڑھتے جاتے ہیں۔ بلکہ بعض نابکار مولوی یہ بھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو عیسیٰ مسیح سے نسبت ہی کیا ہے وہ تو از قسم ملائک تھا نہ انسان۔ اور صاف اور صریح اور روشن دلائل حضرت مسیح کی موت پر پیش کئے گئے۔ انکو میرے بغض سے مانتے نہیں۔ اور اُنکی اُس ہندو کی مثال ہے کہ ایک ایسے موقع پر جہاں صرف مسلمان رہتے تھے سخت بھوکا اور قریب الموت ہوگیا مگر مسلمانوں کے کھانے جو نہایت نفیس اور لذیذ موجود تھے جنکو اس ہندو کے کبھی باپ دادے نے بھی نہیں دیکھا تھا ان میں سے کچھ نہ کھایا یہانتک کہ بھوک سے مرگیا اور اس لئے نہ کھایا کہ مسلمانوں کے ہاتھ اُن کھانوں سے چھوگئے تھے۔ اسی طرح ان لوگوں کا حال ہے کہ جن دلائل قاطعہ کو اُن کے خیال میں میرے ہاتھوں نے چھوا۔ ان سے فائدہ اُٹھانا نہیں چاہتے۔ مگر میں بار بار کہتا ہوں کہ ہندو مت بنو یہ دلائل میرے نہیں ہیں اور نہ میرے ہاتھ انکو چھوتے ہیں بلکہ یہ سب خدا تعالیٰ

کی طرف سے ہیں شوق سے انکو استعمال کرو۔ دیکھو کس قدر نصوص قرآنیہ حضرت مسیح کی وفات پر گواہی دے رہے ہیں۔ نصوص حدیثیہ گواہی دے رہے ہیں۔ صحابہ کا اجماع گواہی دے رہا ہے۔ آئمہ اربعہ کی شہادت گواہی دے رہی ہے۔ سنت قدیمہ جو مؤید بآیت لن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا ہے گواہی دے رہی ہے پھر بھی اگر نہ مانو تو سخت بدنصیبی ہے۔ قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ اور نظیر سنت قدیمہ کے بعد کونسا شک باقی ہے۔ افسوس یہ بھی نہیں سوچتے کہ دوبارہ نزول کا مقدمہ حضرت مسیح کی عدالت سے پہلے فیصلہ پاچکا ہے اور ڈگری ہماری تائید میں ہوئی ہے اور حضرت مسیح نے یہودیوں کے اس خیال کو کہ ایلیا نبی دوبارہ دُنیا میں آئے گا رد کردیا ہے اور مجاز اور استعارہ کے طور پر اس پیشگوئی کو قرار دیدیا ہے اور مصداق ایلیا کا حضرت یوحنا یعنے یحییٰ کو ٹھیرایا ہے دیکھو حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ فیصلہ کس قدر تمہارے مسئلہ متنازعہ فیہ کو صاف کر رہا ہے سچ کی یہی نشانی ہے کہ اسکی کوئی نظیر بھی ہوتی ہے۔ اور جھوٹ کی یہ نشانی ہے کہ اسکی کوئی نظیر نہیں ہوتی۔ بھلا بتلاؤ کہ مثلاً دو فریق میں ایک امر متنازعہ فیہ ہے اور منجملہ ان کے ایک فریق نے اپنی تائید میں ایک نبی معصوم کے فیصلہ کی نظیر پیش کردی ہے اور دوسرا نظیر پیش کرنے سے عاجز ہے۔ اب ان دونوں میں سے احق بالامن کون ہے بیّنوا توجروا۔ یہ مسئلہ مسلّم ہے کہ بجُز خدا تعالیٰ کے تمام انبیاء کے افعال اور صفات نظیر رکھتے ہیں تا کسی نبی کی کوئی خصوصیت منجر بہ شرک نہ ہوجائے اب بتلاؤ کہ ایک طرف تو نصاریٰ حضرت مسیح کی اس قدر لمبی زندگی کو انکی خدائی پر دلیل ٹھیراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اب دنیا میں بجُز اسکے کوئی بھی زندہ نبی موجود نہیں۔ اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک مُردہ سمجھتے ہیں مگر مسیح کو ایسا زندہ کہ خدا تعالےٰ کے پاس بیٹھا ہوا خیال کرتے ہیں اور دوسری طرف آپ لوگ بھی حضرت عیسیٰ کو زندہ کہہ کر اور قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ کو خاک میں پھینک کر نصاریٰ سے ہاں میں ہاں ملا رہے ہو۔ اب سوچ لو کہ اس حالت میں اُمت محمدیہ پر کیا اثر پڑے گا۔ تم نے تو اپنے مُنہ سے اپنے تئیں

لاجواب کردیا۔ اور کچے عذر تو اور بھی مخالف کی بات کو قوت دیتے ہیں۔ غرض تمہارے
لاجواب ہوجانے سے ہزاروں انسان مرگئے اور مسجدیں خالی ہوگئیں اور نصاریٰ
کے گرجا بھر گئے اے رحم کے لائق مولویو! کبھی تو مسجدوں کے حجروں سے نکل کر اس
انقلاب پر نظر ڈالو جو اسلام پر آگیا۔ تو دغرضی کو دُور کیجئے۔ برائے خدا ایک نظر دیکھئے
کہ اسلام کی کیا حالت ہے۔ خدا نے جو مجھے بھیجا اور یہ امور مجھے سکھلائے یہی آسمانی
حربہ ہے جس کے بغیر باطل کا دفع کرنا ممکن ہی نہیں۔ اب ہر ایک مرتد کا گناہ آپ ٦
لوگوں کی گردن پر ہے۔ جب آپ لوگ ہی قبول کریں کہ حضرت مسیح زندہ رسول اور حضرت
خاتم الانبیاء مردہ رسول ہیں تو پھر لوگ مرتد ہوں یا نہوں؟ پھر فرض کے طور پر اگر یہ
واقعہ دوبارہ دنیا میں آنے کا صحیح تھا تو کیا وجہ کہ آپ لوگ اس کی کوئی نظیر نہیں پیش کر
سکتے بغیر نظیر کے تو ایسی خصوصیت سے شرک کو قوت ملتی ہے اور ہرگز خدا تعالےٰ
کی یہ عادت نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ نصاریٰ کو ملزم کرنے کے لئے صرف ایلیا نبی کے
آسمان پر جانے اور دوبارہ آنے کی نظیر ہوسکتی تھی اور بیشک اس نظیر سے کچھ کام بن سکتا
تھا لیکن ان معنوں کو تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ہی رد کردیا اور فرمایا کہ ایلیا سے
مُراد یوحنا نبی ہے جو اس کی خو اور طبیعت پر آیا ہے۔ اب تک یہودی شور مچا رہے
ہیں کہ ملاکی نبی کی کتاب میں ایلیا کے دوبارہ آنے کی صاف اور صریح لفظوں میں خبر
دیگئی تھی کہ وہ مسیح سے پہلے آئے گا مگر حضرت مسیح نے ناحق اپنے تئیں سچا مسیح بنانے
کے لئے اس کھلے کھلے نص کی تاویل کردی۔ اور اس تاویل میں وہ منفرد ہیں کسی اور
نبی یا ولی یا فقیہہ نے ہرگز یہ تاویل نہیں کی اور ایلیا سے یحییٰ نبی مراد نہیں لیا بلکہ ظاہر
آیت کو مانتے چلے آئے اور حضرت ایلیا کے دوبارہ آسمان سے نازل ہونے کے
منتظر رہے۔ سو یہ ایک جھوٹ ہے جو عیسیٰ نے محض خودغرضی سے بولا۔ اب بتلاؤ یہودی
اس الزام میں سچے ہیں یا جھوٹے؟ وہ تو اپنے تئیں سچے کہتے ہیں۔ اُنکی یہ حجت ہے
کہ خدا کی کتاب میں کسی مثیل ایلیا کے آنے کی ہمیں خبر نہیں دی گئی۔ خبر یہی دی گئی کہ
ایلیا ہی دوبارہ دنیا میں آجائے گا مگر حضرت مسیح کا یہ عذر ہے کہ میں حَکَم ہوکر آیا

ہوں اور خدا سے علم رکھتا ہوں نہ اپنی طرف سے۔ اس لئے میرے معنے صحیح ہیں اور
واقعی امر یہ ہے کہ اگر یہ قبول نہ کیا جائے کہ حضرت مسیح خدا کی طرف سے علم پاکر
کہتے ہیں تو منطوق آیت بلاشبہ یہودیوں کے ساتھ ہے* اسی وجہ سے وہ لوگ
اب تک روتے چیختے اور حضرت مسیح کو سخت گالیاں دیتے ہیں کہ اپنے تئیں
مسیح موعود قرار دینے کے لئے تحریف سے کام لیا۔ چنانچہ ایک فاضل یہودی
کی ایک کتاب اسی پیشگوئی کے بارے میں میرے پاس موجود ہے جس کا خلاصہ
اس جگہ لکھا گیا جو چاہے دیکھ لے میں دکھا سکتا ہوں۔ اس کتاب کا مؤلف نہایت
درجہ کے دعوے سے تمام لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ دیکھو عیسیٰ کیسا عمداً
اپنے تئیں مسیح موعود قرار دینے کے لئے جھوٹ اور افترا سے کام لے رہا ہے
اور پھر یہ مؤلف کہتا ہے کہ خدا کے سامنے ہمارے لئے یہ عذر کافی ہے کہ ملاکی کی کتاب
میں صاف لکھا ہے کہ مسیح موعود سے پہلے ایلیا نبی دوبارہ دنیا میں آئے گا مگر یہ
شخص جو عیسیٰ بن مریم ہے یہ نص کتاب اللہ کے ظاہر الفاظ سے انحراف کرکے
ایلیا سے مثیل ایلیا مراد لیتا ہے اس لئے کاذب ہے اور چونکہ ایلیا ابتک آسمان
سے نہیں اُترا تو یہ کیونکر مسیح بنکر آگیا اور ممکن نہیں جو الہامی کتابیں جھوٹ ہوں
اب بتلاؤ کہ آپ لوگ حضرت عیسیٰ سے تو اتنی محبت رکھتے ہیں کہ آپ لوگوں کی
نظر میں نعوذ باللہ سید الاصفیاء و اصفی الاصفیاء حضرت خاتم الانبیاء تو مردہ رسول
مگر مسیح زندہ رسول اور باوصف اس قدر اطراء حضرت مسیح کے یہودیوں کا پہلو آپ
لوگوں نے اختیار کر رکھا ہے۔ بھلا بتلاؤ کہ آپ لوگوں کے بیان میں جو آخری مسیح موعود
کے بارے میں ہے اور یہودیوں کے بیان میں جو ان کے اس زمانہ کے مسیح موعود کے
بارے میں ہے فرق کیا ہے کیا یہ دونوں عقیدے ایک ہی صورت کے نہیں ہیں؟

* فقرہ رافعک الیّ اور بل رفعہ اللہ الیہ کے یہ معنے کیوں کئے جاتے ہیں کہ حضرت مسیح آسمان
کی طرف اُٹھائے گئے ان لفظوں کے تو یہ معنے نہیں۔ اور اگر کسی حدیث نے یہ تشریح کی ہے تو وہ
حدیث پیش کرنی چاہیئے۔ ورنہ یہودیوں کی طرح ایک تحریف ہے۔ منہ۔

اور کیا میرا جواب اور حضرت عیسیٰ کا جواب ایک ہی طرز کا نہیں ہے پھر اگر تقویٰ ہے تو اس قدر ہنگامۂ محشر کیوں برپا کر رکھا ہے اور یہودیوں کی وکالت کیوں اختیار کر لی۔ کیا یہ بھی ضروری تھا کہ جب مَیں نے اپنے آپ کو مسیح کے رنگ میں ظاہر کیا تو اس طرف سے آپ لوگوں نے جواب دینے کے وقت فی الفور یہودیوں کا رنگ اختیار کر لیا۔ بھلا اگر بقول حضرت مسیح ایلیا کے دوبارہ نزول کے یہ معنے ہوئے کہ ایک اور شخص بروزی طور پر اسکی خو اور طبیعت پر آئے گا تو پھر آپ کا کیا حق ہے کہ اس نبوی فیصلہ کو نظر انداز کرکے آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ اب خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی آجائے گا گویا خدا تعالیٰ کو ایلیا نبی کے دوبارہ بھیجنے میں تو کوئی کمزوری پیش آگئی تھی مگر مسیح کے بھیجنے میں پھر خدائی قوت اُس میں عود کر آئی کیا اسکی کوئی نظیر بھی موجود ہے کہ بعض آدمی آسمان پر بجسمہ العنصری جاکر پھر دُنیا میں آتے رہے ہیں کیونکہ حقیقتیں نظیروں کے ساتھ ہی کھلتی ہیں۔ چنانچہ جب لوگوں کو حضرت عیسیٰ کے بے پدر ہونے پر اشتباہ ہُوا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دلوں کو مطمئن کرنے کے لئے حضرت آدم کی نظیر پیش کر دی مگر حضرت عیسیٰ کے دوبارہ آنے کے لئے نظیر پیش نہ کی نہ حدیث میں نہ قرآن میں حالانکہ نظیر کا پیش کرنا دو وجہ سے ضروری تھا۔ ایک اس غرض سے کہ تا حضرت عیسیٰ کا زندہ آسمان کی طرف اُٹھائے جانا اُنکی ایک خصوصیت ٹھہر کر منجر الی الشرک نہ ہو جائے دوسرے

٭ بعض نادان کہتے ہیں کہ یہ بھی تو عقیدہ اہل اسلام کا ہے کہ الیاس اور خضر زمین پر زندہ موجود ہیں اور ادریس آسمان پر مگر انکو معلوم نہیں کہ علمائے محققین انکو زندہ نہیں سمجھتے کیونکہ بخاری اور مسلم کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ آج سے ایک سَو برس کے گذرنے پر زمین پر کوئی زندہ نہیں رہے گا۔ پس جو شخص خضر اور الیاس کو زندہ جانتا ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم کا مکذب ہے اور ادریس کو اگر آسمان پر زندہ مانیں تو پھر ماننا پڑے گا کہ وہ آسمان پر ہی مریں گے کیونکہ اُن کا دوبارہ زمین پر آنا نصوص سے ثابت نہیں اور آسمان پر مرنا آیت فیہا تموتون کے منافی ہے۔ منہ

اس لئے کہ تا اس بارے میں سنت اللہ معلوم ہو کر ثبوت اس امر کا پایۂ کمال کو پہنچ جائے سو جہاں تک ہمیں علم ہے خدا اور رسول نے اسکی نظیر پیش نہیں کی۔ اگر گولڑوی صاحب کو کشف کے ذریعہ سے اسکی نظیر معلوم ہو گئی ہے تو پھر اسکو پیش کرنا چاہیئے۔ غرض حضرت مسیح علیہ السلام کی موت قرآن اور حدیث اور اجماع صحابہ اور اکابر آئمہ اربعہ اور اہل کشوف کے کشوف سے ثابت ہے اور اسکے سوا اور بھی دلائل ہیں جیسا کہ مرہم عیسیٰ جو ہزار طبیب سے زیادہ اسکو اپنی اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے ہیں جنکے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ مرہم جو زخموں اور خون جاری کے لئے نہایت مفید ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے طیار کی گئی تھی اور واقعات سے ثابت ہے کہ نبوت کے زمانہ میں صرف ایک ہی صلیب کا حادثہ اُنکو پیش آیا تھا کسی اور سقطہ یا ضربہ کا واقعہ نہیں ہُوا پس بلاشبہ وہ مرہم انہی زخموں کے لئے تھی۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب سے زندہ بچ گئے اور مرہم کے استعمال سے شفا پائی اور پھر اس جگہ وہ حدیث جو کنز العمال میں لکھی ہے حقیقت کو اور بھی ظاہر کرتی ہے یعنے یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح کو اس ابتلا کے زمانہ میں جو صلیب کا زمانہ تھا حکم ہُوا کہ کسی اور ملک کی طرف چلا جا کہ یہ شریر یہودی تیری نسبت بد ارادے رکھتے ہیں اور فرمایا کہ ایسا کر جو ان ملکوں سے دُور نکل جا۔ تا تجھ کو شناخت کرکے یہ لوگ دُکھ نہ دیں۔ اب دیکھو کہ اس حدیث اور مرہم عیسیٰ کا نسخہ اور کشمیر کے قبر کے واقعہ کو باہم ملا کر کیسی صاف اصلیت اس مقولہ کی ظاہر ہو جاتی ہے۔ کتاب سوانح یوز آسف جسکی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ ہو گیا ہے اسمیں صاف لکھا ہے کہ ایک نبی یوز آسف کے نام سے مشہور تھا اور اس کی کتاب کا نام انجیل تھا اور پھر اسی کتاب میں اس نبی کی تعلیم لکھی ہے اور وہ تعلیم مثلِ تثلیث کو الگ رکھ کر بعینہٖ انجیل کی تعلیم ہے۔ انجیل کی مثالیں اور بہت سی عبارتیں اس میں بعینہٖ درج ہیں چنانچہ پڑھنے والے کو کچھ بھی اس میں شک نہیں رہ سکتا کہ انجیل اور اس کتاب کا مؤلف ایک ہی ہے اور طرفہ تر یہ کہ اس کتاب کا نام بھی انجیل ہی ہے اور استعارہ کے رنگ میں یہودیوں کو ایک ظالم باپ قرار دے کر ایک لطیف قصہ بیان

کیا ہے جو عمدہ نصائح سے پُر ہے اور مدت ہوئی کہ یہ کتاب یوروپ کی تمام زبانوں میں
ترجمہ ہو چکی ہے اور یورپ کے ایک حصہ میں یوز آسف کے نام پر ایک گرجا بھی طیار
کیا گیا ہے اور جب میں نے اس قصہ کی تصدیق کے لئے ایک معتبر مرید اپنا جو خلیفہ
نور الدین کے نام سے مشہور ہیں کشمیر سری نگر میں بھیجا تو انھوں نے کئی مہینے رہ کر
بڑی آہستگی اور تدبر سے تحقیقات کی آخر ثابت ہو گیا کہ فی الواقع صاحب قبر حضرت
عیسٰی علیہ السلام ہی ہیں جو یوز آسف کے نام سے مشہور ہوئے۔ یوز کا لفظ یسوع کا بگڑا
ہوا یا اس کا مخفف ہے اور آسف حضرت مسیح کا نام تھا جیسا کہ انجیل سے ظاہر ہے جسکے
معنے ہیں یہودیوں کے متفرق فرقوں کو تلاش کرنے والا یا اکٹھے کرنیوالا۔ اور یہ بھی معلوم
ہوا کہ کشمیر کے بعض باشندے اس قبر کا نام عیسٰی صاحب کی قبر بھی کہتے ہیں اور انکی
پورانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی شہزادہ ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا
تھا۔ جسکو قریبًا اُنیس سو ۱۹۰۰ برس آئے ہوئے گذر گئے اور ساتھ اسکے بعض شاگرد تھے اور
وہ کوہ سلیمان پر عبادت کرتا رہا اور اُسکی عبادت گاہ پر ایک کتبہ تھا جسکے یہ لفظ تھے
کہ یہ ایک شہزادہ نبی ہے جو بلاد شام کی طرف سے آیا تھا نام اس کا یوز ہے۔ پھر وہ
کتبہ سکھوں کے عہد میں محض تعصب اور عناد سے مٹایا گیا اب وہ الفاظ اچھی طرح
پڑھے نہیں جاتے اور وہ قبر بنی اسرائیل کی قبروں کی طرح ہے اور بیت المقدس کی
طرف مُنہ ہے اور قریبًا سری نگر کے پانسو آدمی نے اس محضر نامہ پر بدیں مضمون دستخط
اور مہریں لگائیں کہ کشمیر کی پورانی تاریخ سے ثابت ہے کہ صاحب قبر ایک اسرائیلی
نبی تھا اور شہزادہ کہلاتا تھا کسی بادشاہ کے ظلم کی وجہ سے کشمیر میں آ گیا تھا اور
بہت بڈھا ہو کر فوت ہوا اور اس کو عیسٰی صاحب بھی کہتے ہیں اور شہزادہ نبی بھی
اور یوز آسف بھی۔ اب بتلاؤ کہ اس قدر تحقیقات کے بعد حضرت عیسٰی علیہ السلام کے
مرنے میں کسر کیا رہ گئی اور اگر باوجود اس بات کے کہ اتنی شہادتیں قرآن اور حدیث اور
اجماع اور تاریخ اور نسخہ مرہم عیسٰی اور وجود قبر سری نگر میں اور معراج بزمرۂ اموات
دیکھے جانا اور عمر ایک سو بیس ۱۲۰ سال مقرر ہونا اور حدیث سے ثابت ہونا کہ واقعہ صلیب کے

بعد وہ کسی اور ملک کی طرف چلے گئے تھے اور اسی سیاحت کی وجہ سے ان کا نام
نبی سیاح مشہور تھا۔ یہ تمام شہادتیں اگر ان کے مرنے کو ثابت نہیں کرتیں تو پھر ہم
کہہ سکتے ہیں کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا۔ سب بجسم عنصری آسمان پر جا بیٹھے ہیں کیونکہ
اس قدر شہادتیں اُنکی موت پر ہمارے پاس موجود نہیں بلکہ حضرت موسٰی کی موت خود
مشتبہ معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُن کی زندگی پر یہ آیت قرآنی گواہ ہے یعنے یہ کہ فلا
تکن فی مریۃ من لقائہ اور ایک حدیث بھی گواہ ہے کہ موسٰی ہر سال دس ہزار قدوسیوں 9
کے ساتھ خانہ کعبہ کے حج کرنے کو آتا ہے۔ اے بزرگو! اب اس ماتم سے کچھ فائدہ نہیں
اب تو حضرت مسیح پر انا للہ پڑھو وہ تو بیشک فوت ہو گئے وہ حدیث صحیح نکلی کہ مسیح
کی عمر ایک سو بیس ۱۲۰ برس ہوگی نہ ہزاروں برس۔ اب خدا سے ڈرنے کا وقت ہے کج بحثی
کا وقت نہیں۔ کیونکہ ثبوت انتہا تک پہنچ گیا ہے اور یہ خیال کہ قرآن شریف میں انکی
نسبت بل رفعہ اللہ الیہ آیا ہے۔ اور یہ دلالت ہے کہ وہ مع جسم آسمان پر اٹھائے
گئے۔ یہ خیال نہایت ذلیل خیال اور بچوں کا سا خیال ہے اس قسم کا رفع تو بلعم کی
نسبت بھی مذکور ہے یعنے لکھا ہے کہ ہم نے ارادہ کیا تھا کہ بلعم کا رفع کریں مگر وہ
زمین کی طرف جھک گیا۔ ظاہر ہے کہ مسیح کے لئے جو لفظ رفع میں استعمال کئے گئے
وہی لفظ بلعم کی نسبت استعمال کئے گئے۔ مگر کیا خدا کا ارادہ تھا کہ بلعم کو مع جسم آسمان پر
پہنچا دے بلکہ صرف اُسکی رُوح کا رفع مُراد تھا۔ اے حضرات! خدا سے خوف کرو رفع
جسمانی تو یہودیوں کے الزام میں معرض بحث میں ہی نہیں تمام جھگڑا تو رفع روحانی
کے متعلق ہے کیونکہ یہود نے حضرت مسیح کو صلیب پر کھینچ کر بموجب نص توریت کے
یہ خیال کر لیا تھا کہ اب اس کا رفع روحانی نہیں ہوگا اور وہ نعوذ باللہ خدا کی طرف نہیں
جائے گا بلکہ ملعون ہو کر شیطان کی طرف جائے گا یہ ایک اصطلاحی لفظ ہے کہ جو شخص
خدا کی طرف بُلایا جاتا ہے اُس کو مرفوع کہتے ہیں اور جو شیطان کی طرف دھکیل دیا جاتا
ہے اسکو ملعون کہتے ہیں سو یہی وہ یہودیوں کی غلطی تھی جس کا قرآن شریف نے بحیثیت
حَکَم ہونے کے فیصلہ کیا اور فرمایا کہ مسیح صلیب پر قتل نہیں کیا گیا۔ اور فعل صلیب

پایۂ تکمیل کو نہیں پہنچا۔ اس لئے مسیح رفع رُوحانی سے محروم نہیں ہوسکتا۔ علاوہ اس کے
صاف ظاہر ہے کہ علم طبعی کی رو سے جس کے مسائل مشہودہ محسوسہ ہیں ہمیشہ جسم معرض
تحلیل وتبدیل میں ہے ہر آن اور ہر سکنڈ میں ذرات جسم بدلتے رہتے ہیں جو اس وقت
ہیں وہ ایک منٹ کے بعد نہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ جس جسم کے رفع کا آیت رَافِعُکَ اِلَیَّ
میں وعدہ ہؤا تھا وہی جسم زمانہ آیت فلما توفیتنی تک موجود تھا۔ پس لازم آیا کہ جو وعدہ
رَافِعُکَ اِلَیَّ میں ایک خاص جسم کی نسبت دیا گیا تھا وہ پورا نہیں ہؤا کیونکہ ایفائے وعدہ
کے وقت تو اور جسم تھا اور پہلا جسم تحلیل پا چکا تھا۔ اور خود یہ خیال غلط ہے کہ جب کسی
کو مخاطب کیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یا ابراہیم اور یا عیسٰی اور یا موسٰی اور یا محمدؐ
(علیہم السلام) تو اس کے ساتھ معیت جسم شرط ہوتی ہے اور کچھ حصہ خطاب کا جسم کے
ساتھ بھی متعلق ہوتا ہے کیونکہ اگر یہ صحیح ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ اگر مثلاً ایک نبی
کا ہاتھ کٹ جائے یا پیر کٹ جائے تو پھر اس لائق نہیں ہے کہ یا عیسٰی یا موسٰی اسکو کہا جائے
کیونکہ ایک حصہ جسم کا جسکو خطاب کیا گیا ہے اس کے ساتھ نہیں ہے خدا تعالیٰ نے
مُردہ انبیاء کا قرآن شریف میں ذکر اسی طرح کیا ہے جیسے اس حالت میں ذکر کیا تھا
جبکہ وہ جسم کے ساتھ زندہ تھے پس اگر ایسے خطاب کے لئے جسم کی شرط ہے تو مثلاً یہ کہنا
کیونکر جائز ہے کہ ان ابراھیم لاوّاہ منیب۔ غرض حضرت مسیح علیہ السلام کی موت کا بخوبی
فیصلہ ہو چکا ہے اور اب ایسے ایسے بیہودہ عذر کرنا اُس غرق ہونے والے کی مانند ہی
جو موت سے بچنے کے لئے گھاس پات کو ہاتھ مارتا ہے۔ افسوس کہ یہ لوگ نیک نیتی سی
سیدھی راہ کو نہیں سوچتے۔ اس بحث میں سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ حضرت مسیح ۱۰
کچھ انوکھے رسول نہیں تھے ان کے قتل کے بارے میں اس قدر جھگڑا کیوں برپا کیا گیا
اور کیوں بار بار اس بات پر زور دیا گیا کہ وہ مصلوب نہیں ہوئے بلکہ خدا نے ان کو
اپنی طرف اُٹھا لیا نہ شیطان کی طرف۔ اگر اس جھگڑے سے صرف اس قدر غرض تھی کہ
یہودیوں پر ظاہر کیا جائے کہ وہ قتل نہیں ہوئے تو یہ تو ایک بیہودہ اور سراسر لغو
غرض ہے اس غرض کو اس رفع اعتراض سے کیا تعلق کہ خدا نے مسیح کو اپنی طرف

جو مقام اعزاز ہے اٹھا لیا شیطان کی طرف ردّ نہیں کیا جو مقام ذلّت ہے ظاہر
ہے کہ محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا اور آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی دُعا میں یہ بات داخل ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل
کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں تو پھر یہ بات قبول کے
لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک نہیں۔ ورنہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اپنے لئے یہ دُعا نہ کرتے تو پھر اس قدر حضرت مسیح کی نسبت الزام قتل کا دفع اور
اور یہ کہنا کہ وہ قتل نہیں ہؤا اور ہرگز صلیب سے قتل نہیں ہؤا بلکہ ہم نے
اپنی طرف اُٹھا لیا اس سے مطلب کیا نکلا اگر مسیح قتل نہیں ہؤا تو کیا یحیٰی نبی بھی
قتل نہیں ہؤا۔ اس کو خدا نے کیوں اپنی طرف مع جسم عنصری نہ اُٹھایا۔ کیا وجہ کہ
اِس جگہ غیرت الٰہی نے جوش نہ مارا اور اُس جگہ جوش مارا اور اگر خدا نے کسی کو جسم کے
ساتھ آسمان پر اُٹھانا ہے تو اس کے لئے تو یہ الفاظ چاہئیں کہ جسم کے ساتھ آسمان پر
اُٹھایا گیا نہ یہ کہ خدا کی طرف اُٹھایا گیا۔ یاد رہے کہ قرآن شریف بلکہ تمام آسمانی کتابوں
نے دو طرفیں مقرر کی ہیں ایک خدا کی طرف اور اس کی نسبت یہ محاورہ ہے کہ فلاں
شخص خدا کی طرف اٹھایا گیا اور دوسری طرف بمقابل خدا کی طرف کے شیطان
کی طرف ہے اسکی نسبت قرآن میں اخلد الی الارض کا محاورہ ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہے
کہ رفع الی اللہ جو ایک روحانی امر اخلاد الی الشیطان کے مقابل پر تھا اس سے
آسمان پر مع جسم جانا سمجھا گیا۔ اور خیال کیا گیا کہ خدا نے مسیح کو مع جسم کے آسمان پر اُٹھا
لیا بھلا اس کارروائی سے حاصل کیا ہؤا اور اس سے کونسا الزام یہودیوں پر آیا۔
اور آسمان پر مع جسم کیوں پہنچایا گیا کس ضرورت نے حکیم مطلق سے یہ فعل کرایا اگر قتل
سے بچانا تھا تو خدا تعالےٰ زمین پر بھی بچا سکتا تھا* جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کو غار ثور میں کفّار کے قتل سے بچا لیا۔ اب اگر آہستگی اور تحمل سے سنو تو

* اگر آسمان پر پہنچانے سے یہ غرض تھی کہ وہ بہشت میں پہنچ جائیں اور لذات اُخروی سے حظ
اُٹھاویں تو وہ غرض بھی تو پوری نہیں ہوئی کیونکہ اُخروی لذّات سے حظ اٹھانیکے لئے اوّل مرنا

ہم بتلاتے ہیں کہ اس تمام جھگڑے کی اصلیت کیا ہے۔ بزرگو! خدا تم پر رحم کرے
یہودیوں اور عیسائیوں کی کتابوں کو غور سے دیکھنے اور ان کے تاریخی واقعات پر
نظر ڈالنے سے جو تواتر کے اعلیٰ درجہ پر پہنچے ہوئے ہیں جن سے کسی طرح انکار نہیں
ہو سکتا یہ حال معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں اوائل حال میں
تو بیشک یہودی ایک مسیح کے منتظر تھے تا وہ ان کو غیر قوموں کی حکومت سے نجات
بخشے اور جیسا کہ ان کی کتابوں کی پیشگوئیوں کے ظاہر الفاظ سے سمجھا جاتا ہے داؤد کے
تخت کو اپنی بادشاہی سے پھر قائم کرے چنانچہ اس انتظار کے زمانہ میں حضرت مسیح ۱۴۷
علیہ السلام نے دعویٰ کیا کہ وہ مسیح میں ہوں اور میں ہی داؤد کے تخت کو دوبارہ
قائم کرونگا۔ سو یہودی اس کلمہ سے اوائل حال میں بہت خوش ہوئے اور صدہا عوام
الناس بادشاہت کی امید سے آپ کے معتقد ہوگئے اور بڑے بڑے تاجر اور
رئیس بیعت میں داخل ہوئے لیکن کچھ تھوڑے دنوں کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے
ظاہر کر دیا کہ میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں ہے اور میری بادشاہت آسمان
کی ہے۔ تب انکی وہ سب امیدیں خاک میں مل گئیں اور ان کو یقین ہوگیا کہ یہ شخص دوبارہ
تخت داؤد کو قائم نہیں کرے گا بلکہ وہ کوئی اور ہوگا پس اسی دن سے بغض اور کینہ ترقی
ہونا شروع ہؤا اور ایک جماعت کثیر مرتد ہوگئی پس ایک تو یہی وجہ یہودیوں

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

ضروری ہے تو گویا اس جہان کے اغراض سے بھی جسکے لئے بھیجے گئے تھے ناکام رہے اور وہ
اصلاح جو اصل مقصود تھی وہ نہ کر سکے اور قوم ضلالت سے بھر گئی اور آسمان پر جا کر بھی کچھ لذت
اور راحت نہ اٹھائی آپ آسمان پر بے فائدہ بیٹھے ہیں نہ اس مقام پر ڈیرہ لگانے سے اپنے
نفس کو کچھ فائدہ اور نہ امت کو کچھ نفع۔ کیا انبیاء علیہم السلام کی طرف جو دنیا کی اصلاح
کر کے پھر خدا کو جا ملتے ہیں ایسے امور منسوب ہو سکتے ہیں۔ اول تو یہ سوچنا چاہیئے کہ رفع
الی اللہ جو جامع لذات اخروی ہے بغیر موت کے کب ممکن ہے یہ تخلّف وعدہ کیسا ہؤا کہ رفع الی اللہ
کا وعدہ کیا گیا اور پھر بٹھایا گیا دوسرے آسمان پر۔ کیا خدا دوسرے آسمان پر ہے اور کیا حضرت ابراہیم
اور موسیٰ خدا سے اوپر رہتے ہیں۔ منہ

کے ہاتھ میں تھی کہ یہ شخص نبیوں کی پیشگوئی کے موافق بادشاہ ہو کر نہیں آیا۔ پھر کتابوں پر
غور کرنے سے ایک اور وجہ یہ بھی پیدا ہوئی کہ ملاکی نبی کی کتاب میں لکھا تھا کہ مسیح
بادشاہ جسکی یہودیوں کو انتظار تھی وہ نہیں آئے گا جب تک کہ ایلیا نبی دوبارہ دنیا
میں نہ آئے چنانچہ انھوں نے یہ عذر حضرت مسیح کے سامنے پیش بھی کیا۔ لیکن آپ نے
اس کے جواب میں فرمایا کہ اس جگہ ایلیا سے مراد مثیل ایلیا ہے یعنے یحییٰ۔ افسوس کہ
اگر جیسا کہ انکی نسبت احیائے موتی کا گمان کیا جاتا ہے وہ حضرت ایلیا کو زندہ کر کے
دکھلا دیتے تو اس قدر جھگڑا نہ پڑتا اور نص کے ظاہری الفاظ کی رو سے حجت پوری
ہو جاتی۔ غرض یہودی ان کے بادشاہ نہ ہونیکی وجہ سے انکی نسبت شک میں پڑ گئے
تھے اور ملاکی نبی کی کتاب کی رو سے یہ دوسرا شک پیدا ہؤا پھر کیا تھا سب کے سب
تکفیر اور گالیوں پر آ گئے اور یہودیوں کے علماء نے ان کے لئے ایک کفر کا فتوے
طیار کیا اور ملک کے تمام علمائے کرام اور صوفیائے عظام نے اس فتوے پر اتفاق کر
لیا اور مُہریں لگا دیں مگر پھر بھی بعض عوام الناس میں سے جو تھوڑے ہی آدمی تھے حضرت
مسیح کے ساتھ رہ گئے ان میں سے بھی یہودیوں نے ایک کو کچھ رشوت دیکر اپنی طرف
پھیر لیا اور دن رات یہ مشورے ہونے لگے کہ توریت کے نصوص صریحہ سے اس
شخص کو کافر ٹھہرانا چاہیئے تا عوام بھی یکدفعہ بیزار ہو جائیں اور اسکے بعض نشانوں
کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھاویں۔ چنانچہ یہ بات قرار پائی کہ کسی طرح اسکو صلیب دیجائے
پھر کام بنجائے گا کیونکہ توریت میں لکھا ہے کہ جو لکڑی پر لٹکایا جائے وہ لعنتی ہے
یعنے وہ شیطان کی طرف جاتا ہے نہ خدا کی طرف۔ سو یہودی لوگ اس تدبیر میں لگے
رہے اور جو شخص اس ملک کا حاکم قیصر روم کی طرف سے تھا اور بادشاہ کی طرح
قائم مقام قیصر تھا اس کے حضور میں جھوٹی مخبریاں کرتے رہے کہ یہ شخص درپردہ
گورنمنٹ کا بدخواہ ہے آخر گورنمنٹ نے مذہبی فتنہ اندازی کے بہانہ سے پکڑ ہی
لیا مگر چاہا کہ کچھ تنبیہہ کر کے چھوڑ دیں مگر یہود صرف اس قدر پر کب راضی تھے
انھوں نے شور مچایا کہ اس نے سخت کفر بکا ہے قوم میں بلوہ ہو جائیگا مفسد کا

اندیشہ ہے اس کو ضرور صلیب ملنی چاہیئے۔ سو رومی گورنمنٹ نے یہودیوں کے بلوہ سے اندیشہ کر کے اور کچھ مصلحت ملکی کو سوچ کر حضرت مسیح کو انکے حوالہ کر دیا کہ اپنے مذہب کی رو سے جو چاہو کرو اور پیلاطوس گورنر قیصر جس کے ہاتھ میں یہ سب کارروائی تھی اسکی بیوی کو خواب آئی کہ اگر یہ شخص مر گیا تو پھر اس میں تمہاری تباہی ہے اس لئے اُس نے اندرونی طور پر پوشیدہ کوشش کر کے مسیح کو صلیبی موت سے بچا لیا مگر یہود اپنی حماقت سے یہی سمجھتے رہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا حالانکہ حضرت مسیح خدا تعالےٰ کا حکم پا کر جیسا کہ کنز العمال کی حدیث میں ہے اس ملک سے نکل گئے اور وہ تاریخی ثبوت جو ہمیں ملے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نصیبین سے ہوتے ہوئے پشاور کی راہ سے پنجاب میں پہنچے اور چونکہ سرد ملک کے باشندے تھے اس لئے اس
۱۲ ملک کی شدت گرمی کا تحمّل نہ کر سکے لہذا کشمیر میں پہنچ گئے اور سری نگر کو اپنے وجود باجود سے شرف بخشا اور کیا تعجب کہ انہی کے زمانہ میں یہ شہر آباد بھی ہوا ہو۔ بہرحال سری نگر کی زمین مسیح کے قدم رکھنے کی جگہ ہے۔ غرض حضرت مسیح تو سیاحت کرتے کرتے کشمیر پہنچ گئے* لیکن یہودی اسی زعم باطل میں رہے کہ گویا حضرت مسیح بذریعہ

* ہر ایک نبی کے لئے ہجرت مسنون ہے اور مسیح نے بھی اپنی ہجرت کیطرف انجیل میں اشارۃً فرمایا ہے اور کہا نبی بے عزت نہیں .... مگر اپنے وطن میں۔ مگر افسوس کہ ہمارے مخالفین اس بات پر بھی غور نہیں کرتے کہ حضرت مسیح نے کب اور کس ملک کیطرف ہجرت کی بلکہ زیادہ تر تعجب اس بات سے ہے کہ وہ اس بات کو تو مانتے ہیں کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ مسیح نے مختلف ملکوں کی بہت سیاحت کی ہے بلکہ ایک وجہ تسمیہ اسم مسیح کی یہ بھی لکھتے ہیں لیکن جب کہا جائے کہ وہ کشمیر میں بھی گئے تھے تو اس سے انکار کرتے ہیں حالانکہ جس حالت میں انھوں نے مان لیا کہ حضرت مسیح نے اپنے نبوت کے ہی زمانہ میں بہت سے ملکوں کی سیاحت بھی کی تو کیا وجہ کہ کشمیر جانا ان پر حرام تھا کیا ممکن نہیں کہ کشمیر میں بھی گئے ہوں اور وہیں وفات پائی ہو اور پھر جب صلیبی واقعہ کے بعد ہمیشہ زمین پر سیاحت کرتے
رہے تو آسمان پر کب گئے۔ اس کا کچھ بھی جواب نہیں دیتے۔ منہ ۱۳

صلیب قتل کئے گئے کیونکہ جس طرز سے حضرت مسیح صلیب سے بچائے گئے تھے اور پھر مرہم عیسیٰ سے زخم اچھے کئے گئے تھے اور پھر پوشیدہ طور پر سفر کیا گیا تھا یہ تمام امور یہودیوں کی نظر سے پوشیدہ تھے۔ ہاں حواریوں کو اس راز کی خبر تھی اور گلیل کی راہ میں حواری حضرت مسیح سے ایک گاؤں میں اکٹھے ہی رات رہے تھے اور مچھلی بھی کھائی تھی باایں ہمہ جیسا کہ انجیل سے صاف طور پر ظاہر ہوتا ہے حواریوں کو حضرت مسیح نے تاکید سے منع کر دیا تھا کہ میرے اس سفر کا حال کسی کے پاس مت کہو سو حضرت مسیح کی یہی وصیت تھی کہ اس راز کو پوشیدہ رکھنا اور کیا مجال تھی کہ وہ اس خبر کو افشا کر کے نبی کے راز اور امانت میں خیانت کرتے اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت مسیح کا نام سیاحت کرنے والا نبی رکھا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے صاف سمجھا جاتا ہے کہ حضرت مسیح نے اکثر حصہ دُنیا کا سیر کیا ہے اور یہ حدیث کتاب کنز العمال میں موجود ہے اور اسی بنا پر لغت عرب کی کتابوں میں مسیح کی وجہ تسمیہ بہت سیاحت کرنیوالا بھی لکھا ہے* غرض یہ قول نبوی کہ مسیح سیاح نبی ہے تمام سربستہ راز کی کُنجی تھی اور اسی ایک لفظ سے آسمان پر جانا اور اب تک زندہ ہونا سب باطل ہوتا تھا مگر اس پر غور نہیں کی گئی اور اس بات پر غور کرنے سے واضح ہوگا کہ جبکہ عیسیٰ مسیح نے زمانہ نبوت میں یہودیوں کے ملک سے ہجرت کر کے ایک زمانہ دراز اپنی عمر کا سیاحت میں گذارا تو آسمان پر کس زمانہ میں اُٹھائے گئے اور پھر اتنی مدت کے بعد ضرورت کیا پیش آئی تھی؟ عجیب بات ہے یہ لوگ کیسے پیچ میں پھنس گئے ایک طرف یہ اعتقاد ہے کہ صلیبی فتنہ کے وقت کوئی اور شخص سولی مل گیا اور حضرت مسیح بلا توقف دوسرے آسمان پر جا بیٹھے اور دوسری طرف یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ صلیبی حادثہ کے بعد وہ اسی دُنیا میں سیاحت کرتے رہے اور بہت سا حصہ عمر کا سیاحت
میں گذارا۔ عجب اندھیر ہے کوئی سوچتا نہیں کہ پیلاطوس کے ملک رہنے کا زمانہ تو ۱۳
بالاتفاق ساڑھے تین برس تھا۔ اور دُور دراز ملکوں کے یہودیوں کو بھی دعوت کرنا

* دیکھو لسان العرب مسیح کے لفظ میں۔ منہ ۱۳

مسیح کا ایک فرض تھا پھر وہ اس فرض کو چھوڑ کر آسمان پر کیوں چلے گئے کیوں ہجرت کرکے بطور سیاحت اس فرض کو پورا نہ کیا۔ عجیب تر امر یہ ہے کہ حدیثوں میں جو کنزالعمال میں ہیں اسی بات کی تصریح موجود ہے کہ یہ سیر و سیاحت اکثر ملکوں کا حضرت مسیح نے صلیبی فتنہ کے بعد ہی کیا ہے اور یہی معقول بھی ہے کیونکہ ہجرت انبیاء علیہم السلام میں سنت الٰہی یہی ہے کہ وہ جب تک نکالے نہ جائیں ہرگز نہیں نکلتے اور بالاتفاق مانا گیا ہے کہ نکالنے یا قتل کرنے کا وقت صرف فتنۂ صلیب کا وقت تھا۔ غرض یہودیوں نے بوجہ صلیبی موت کے جو انکے خیال میں تھی حضرت مسیح کی نسبت یہ نتیجہ نکالا کہ وہ نعوذ باللہ ملعون ہو کر شیطان کی طرف گئے نہ خدا کی طرف۔ اور ان کا رفع خدا کی طرف نہیں ہوا بلکہ شیطان کی طرف ہبوط ہوا کیونکہ شریعت نے دو طرفوں کو مانا ہے ایک خدا کی طرف اور وہ اونچی ہے جس کا مقام انتہائی عرش ہے اور دوسری شیطان کی۔ اور وہ بہت نیچی ہے اور اس کا انتہا زمین کا پاتال ہے۔ غرض یہ تینوں شریعتوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے کہ مومن مر کر خدا کی طرف جاتا ہے اور اس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں جیسا کہ آیت ارجعی الی ربّك اسکی شاہد ہے اور کافر نیچے کی طرف جو شیطان کی طرف ہے جاتا ہے جیسا کہ آیت لا تفتح لہم ابواب السماء اسکی گواہ ہے۔ خدا کی طرف جانے کا نام رفع ہے اور شیطان کی طرف جانے کا نام لعنت۔ ان دونوں لفظوں میں تقابل اضداد ہے۔ نادان لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھے یہ بھی نہیں سوچا کہ اگر رفع کے معنے مع جسم اُٹھانا ہے تو اس کے مقابل کا لفظ کیا ہوا جیسا کہ رفع روحانی کے مقابل پر لعنت ہے۔ یہودیوں نے خوب سمجھا تھا مگر بوجہ صلیب مسیح کے ملعون ہونے کے قائل ہو گئے اور نصاریٰ نے بھی لعنت کو مان لیا مگر یہ تاویل کی کہ ہمارے گناہوں کے لئے مسیح پر لعنت پڑی اور معلوم ہوتا ہے کہ نصاریٰ نے لعنت کے مفہوم پر توجہ نہیں کی کہ کیسا ناپاک مفہوم ہے جو رفع کے مقابل پر پڑا ہے جس سے انسان کی رُوح پلید ہو کر شیطان کی طرف جاتی ہے اور خدا کی طرف نہیں جاسکتی۔ اسی غلطی سے انھوں نے اس بات کو قبول کر لیا کہ حضرت مسیح صلیب پر

فوت ہو گئے ہیں۔ اور کفارہ کے پہلو کو اپنی طرف سے تراش کر یہ پہلو انکی نظر سے چھپ گیا کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے کہ نبی کا دل ملعون ہو کر خدا کو رد کردے اور شیطان کو اختیار کرے مگر حواریوں کے وقت میں یہ غلطی نہیں ہوئی بلکہ ان کے بعد عیسائیت کے بگڑنے کی یہ پہلی اینٹ تھی۔ اور چونکہ حواریوں کو تاکیداً یہ وصیت کی گئی تھی کہ میرے سفر کا حال ہرگز بیان مت کرو اس لئے وہ اصل حقیقت کو ظاہر نہ کرسکے اور ممکن ہے کہ توریہ کے طور پر انھوں نے بھی یہ کہدیا ہو کہ وہ تو آسمان پر چلے گئے تا یہودیوں کا خیال دوسری طرف پھیر دیں۔ غرض انہی وجوہ سے حواریوں کے بعد نصاریٰ صلیبی اعتقاد سے سخت غلطی میں مبتلا ہو گئے مگر ایک گروہ ان میں سے اس بات کا مخالف بھی رہا اور قرائن سے انھوں نے معلوم کر لیا کہ مسیح کسی اور ملک میں چلا گیا صلیب پر نہیں مرا اور نہ آسمان پر گیا ✻ بہرحال جبکہ یہ مسئلہ نصاریٰ پر مشتبہ ہو گیا اور یہودیوں نے صلیبی موت کی عام شہرت دے دی تو عیسائی چونکہ اصل حقیقت سے بے خبر تھے وہ بھی اس اعتقاد میں یہودیوں کے پیرو ہو گئے مگر قدر قلیل۔ اس لئے ان کا بھی یہی عقیدہ ہو گیا کہ حضرت مسیح صلیب پر فوت ہو گئے تھے اور اس عقیدہ کی حمایت میں بعض فقرے انجیلوں میں بڑھائے گئے جنکی وجہ سے انجیلوں کے بیانات میں باہم تناقض پیدا ہو گیا چنانچہ انجیلوں کے بعض فقروں سے تو صاف سمجھا جاتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا اور بعض میں لکھا ہے کہ مر گیا۔ اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ مرنے کے یہ فقرے پیچھے سے ملادیئے گئے ہیں۔ اب قصہ کوتاہ یہ کہ یہودیوں نے صلیب کی وجہ سے اس بات پر اصرار شروع کیا کہ عیسیٰ ابن مریم ایماندار اور صادق آدمی نہیں تھا اور نہ نبی تھا اور نہ ایمانداروں کی طرح اس کا خدا کی طرف رفع ہوا بلکہ شیطان کی طرف گیا اور اس پر یہ دلیل پیش کی کہ وہ صلیبی موت سے مرا ہے اس لئے ملعون ہے یعنے اس کا رفع نہیں ہوا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ آگیا اور چھ سو برس اس قصہ کو گذر گیا اور چونکہ عیسائیوں میں علم نہیں تھا اور کفارہ کا ایک منصوبہ بنانے کا شوق بھی

✻ اس گروہ کا ایک فرقہ اب تک نصاریٰ میں پایا جاتا ہے جو حضرت مسیح کے آسمان پر جانیسے منکر ہیں منہ

انکو محرک ہوا لہٰذا وہ بھی لعنت اور عدم رفع کے قائل ہو گئے اور خیال نہ کیا کہ لعنت کے مفہوم کو یہ بات لازمی ہے کہ انسان خدا کی بارگاہ سے بالکل راندہ ہو جائے اور پلید دل ہو کر شیطان کی طرف چلا جائے اور محبت اور وفا کے تمام تعلق ٹوٹ جائیں اور دل پلید اور سیاہ اور خدا کا دشمن ہو جائے جیسا کہ شیطان کا دل ہے اسی لئے لعین شیطان کا نام ہے پھر کیونکر ممکن ہے کہ خدا کا ایسا مقبول بندہ جیسا کہ مسیح ہے اس کا دل لعنت کی کیفیت کے نیچے آسکے اور نعوذ باللہ شیطانی مناسبت سے شیطان کی طرف کھینچا جائے۔ غرض یہ دونوں قومیں بھول گئیں یہودیوں نے ایک پاک نبی کو ملعون کہہ کر خدا کے غضب کی راہ اختیار کی* اور عیسائیوں نے اپنے پاک نبی اور مرشد اور ہادی کے دل کو بوجہ لعنت کے مفہوم کے ناپاک اور خدا سے پھرا ہوا قرار دیکر ضلالت

* اس جگہ یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ سورۂ فاتحہ میں جو آیا ہے کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین وہ اسی امر کی طرف اشارہ ہے۔ یعنے یہود نے خدا کے پاک اور مقدس نبی کو عمداً محض شرارت سے لعنتی ٹھہرا کر خدا تعالےٰ کا غضب اپنے پر نازل کیا اور مغضوب علیہم ٹھہرے حالانکہ انکو پتہ بھی لگ گیا تھا کہ حضرت مسیح قبر میں نہیں رہے اور وہ پیشگوئی انکی پوری ہوئی کہ یونس کی طرح میرا حال ہوگا یعنے زندہ ہی قبر میں جاؤنگا اور زندہ ہی نکلونگا اور نصاریٰ گو حضرت مسیح سے محبت کرتے تھے مگر محض اپنی جہالت سے انھوں نے بھی لعنت کا داغ حضرت مسیح کے دل کی نسبت قبول کر لیا اور یہ نہ سمجھا کہ لعنت کا مفہوم دل کی ناپاکی سے تعلق رکھتا ہے اور نبی کا دل کسی حالت میں ناپاک اور خدا کا دشمن اور اس سے بیزار نہیں ہو سکتا پس اس سورۃ میں بطور اشارت مسلمانوں کو یہ سکھلایا گیا ہے۔ کہ یہود کی طرح آنیوالے مسیح موعود کی تکذیب میں جلدی نہ کریں اور حیلہ بازی سے اسکو لعنتی ٹھہرایا نہ کریں اور اس کا نام لعنتی نہ رکھیں۔ ورنہ وہی لعنت اُلٹ کر اُنپر پڑیگی۔ ایسا ہی عیسائیوں کی طرح نادان دوست نہ بنیں اور ناجائز صفات اپنے پیشوا کی طرف منسوب نہ کریں پس بلا شبہ اس سورۃ میں مخفی طور پر میرا ذکر ہے اور ایک لطیف پیرایہ میں میری نسبت یہ ایک پیشگوئی ہے اور دُعا کے رنگ میں مسلمانوں کو سمجھایا گیا ہے کہ ایسا زمانہ تم پر بھی آئے گا اور تم بھی حیلہ جوئی سے مسیح موعود کو لعنتی ٹھہراؤ گے کیونکہ یہ بھی حدیث ہے کہ اگر یہودی سوسمار کے سوراخ میں داخل ہوئے ہیں تو مسلمان بھی داخل ہونگے۔ یہ عجیب خدا تعالیٰ کی رحمت ہے کہ قرآن شریف کی پہلی سورۃ میں ہی جس کو پنج وقت مسلمان پڑھتے ہیں میرے آنے کی نسبت پیشگوئی کر دی۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ منہ

کی راہ اختیار کی۔ اس لئے ضروری ہوا کہ قرآن بحیثیت حَکَم* ہونیکے اس امر کا فیصلہ کرے پس یہ آیات بطور فیصلہ ہیں کہ ماقتلوہ وما صلبوہ ولٰکن شبّہ لہم۔ بل رفعہ اللّٰہ الیہ۔ یعنے یہ سرے سے بات غلط ہے کہ یہودیوں نے بذریعہ صلیب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا ہے اس لئے اس کا نتیجہ بھی غلط ہے کہ حضرت مسیح کا خدا تعالیٰ کی طرف رفع نہیں ہوا اور نعوذ باللہ شیطان کی طرف گیا ہے بلکہ خدا نے اپنی طرف اس کا رفع کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہود اور نصاریٰ میں رفع جسمانی کا کوئی جھگڑا نہ تھا اور نہ یہود کا یہ اعتقاد تھا کہ جس کا رفع جسمانی نہ ہو وہ مومن نہیں ہوتا اور ملعون ہوتا ہے اور خدا کی طرف نہیں جاتا بلکہ شیطان کی طرف جاتا ہے۔ خود یہود قائل ہیں کہ حضرت موسیٰ کا رفع جسمانی نہیں ہوا حالانکہ وہ حضرت موسیٰ کو تمام اسرائیلی نبیوں سے افضل اور صاحب الشریعت سمجھتے ہیں اب تک یہود زندہ موجود ہیں انکو پوچھ کر دیکھ لو کہ انھوں نے حضرت مسیح کے مصلوب ہونے سے کیا نتیجہ نکالا تھا کیا یہ کہ اُن کا رفع جسمانی نہیں ہوا یا یہ کہ اُن کا رفع رُوحانی نہیں ہوا اور وہ نعوذ باللہ اوپر کو خدا کی طرف نہیں گئے بلکہ نیچے کو شیطان کی طرف گئے۔ بڑی حماقت انسان کی یہ ہے کہ وہ ایسی بحث شروع کر دے جسکو اصل تنازع سے کچھ بھی تعلق نہیں بمبئی کلکتہ میں صدہا یہودی رہتے ہیں بعض اہل علم اور اپنے مذہب کے فاضل ہیں ان سے بذریعہ خط و کتابت دریافت کر کے پوچھ لو کہ انھوں نے حضرت مسیح پر کیا الزام لگایا تھا اور صلیبی موت کا کیا نتیجہ نکالا تھا؟ کیا عدم رفع جسمانی یا عدم رفع رُوحانی؟ غرض حضرت مسیح کے رفع کا مسئلہ بھی قرآن شریف میں بیفائدہ اور بغیر کسی محرک کے بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں یہود کے ان خیالات کا رَدّ اور دفع مقصود ہے جن میں وہ حضرت مسیح کے رفع روحانی کے منکر ہیں بھلا اگر تنزّل کے طور پر ہم مان بھی لیں کہ یہ لغو حرکت نعوذ باللہ خدا تعالےٰ نے اپنے لئے پسند کی کہ مسیح کو مع جسم اپنی طرف کھینچ لیا اور اپنے نفس پر جسم اور جسمانی ہونے کا اعتراض بھی وارد کر لیا کیونکہ جسم جسم کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ پھر بھی طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن شریف یہود اور نصاریٰ کی غلطیوں کی اصلاح کرنے آیا ہے اور یہود نے یہ ایک بڑی

* حَکَم اور حاکم میں یہ فرق ہے کہ حَکَم کا فیصلہ ناطق ہوتا ہے اسکے بعد کوئی اپیل نہیں۔ مگر مجرد لفظ حاکم اس مضمون پر حاوی نہیں۔ منہ

غلطی اختیار کی تھی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نعوذ باللہ ملعون قرار دیا اور اُن کے رُوحانی
رفع سے انکار کیا۔ اور یہ ظاہر کیا کہ وہ مر کر خدا کی طرف نہیں گیا ہے بلکہ شیطان کی طرف
گیا تو اس الزام کا دفع اور ذَبّ قرآن میں کہاں ہے جو اصل منصب قرآن کا تھا کیونکہ
جس حالت میں آیت رافعک الیّ اور آیت بل رفعہ اللہ الیہ جسمانی رفع کے لئے
خاص ہوگئیں تو رُوحانی رفع کا بیان کسی اور آیت میں ہونا چاہیئے اور یہود اور نصاریٰ
کی غلطی دُور کرنے کے لئے کہ جو عقیدۂ لعنت کے متعلق ہے ایسی آیت کی ضرورت ہے
کیونکہ جسمانی رفع لعنت کے مقابل پر نہیں بلکہ جیسا کہ لعنت بھی ایک روحانی امر ہے
ایسا ہی رفع بھی ایک امر رُوحانی ہونا چاہیئے۔ پس وہی مقصود بالذات امر تھا۔ اور یہ
عجیب بات ہے کہ جو امر تصفیہ کے متعلق تھا وہ اعتراض تو بدستور گلے پڑا رہا اور
خدا نے خواہ نخواہ ایک غیر متعلق بات جو یہود کے عقیدہ اور باطل استنباط سے کچھ
بھی تعلق نہیں رکھتی یعنے رفع جسمانی۔ اُس کا قصہ بار بار قرآن شریف میں لکھ مارا۔ گویا
سوال دیگر اور جواب دیگر۔ ظاہر ہے کہ رفع جسمانی یہود اور نصاریٰ اور اہل اسلام
تینوں فرقوں کے عقائد کے رو سے مدار نجات نہیں* بلکہ کچھ بھی نجات اس پر موقوف
16 نہیں تو پھر کیوں خدا نے اس کو بار بار ذکر کرنا شروع کر دیا۔ یہود کا یہ کب مذہب ہے
کہ بغیر جسمانی رفع کے نجات نہیں ہوسکتی اور نہ سچا نبی ٹھہر سکتا ہے پھر اس لغو ذکر سے
فائدہ کیا ہُوا؟ کیا یہ عجیب بات نہیں ہے کہ جو تصفیہ کے لائق امر تھا جس کے عدم تصفیہ
سے ایک سچا نبی جھوٹا ٹھہرتا ہے بلکہ نعوذ باللہ کافر بنتا ہے اور لعنتی کہلاتا ہے

* یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اُس رفع سے منکر تھے جو ہر ایک مومن کیلئے مدار نجات ہے کیونکہ مسلمانوں
کی طرح ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ جان نکلنے کے بعد ہر ایک مومن کی رُوح کو آسمان کی طرف لے جاتے ہیں
اور اُس کے لئے آسمان کے دروازے کھولے جاتے ہیں مگر کافر پر آسمان کے دروازے بند ہوتے ہیں
اس لئے اسکی رُوح نیچے شیطان کی طرف پھینک دی جاتی ہے جیسا کہ وہ اپنی زندگی میں بھی شیطان
کی طرف ہی جاتا تھا۔ لیکن مومن اپنی زندگی میں اوپر کی طرف جاتا ہے۔ اسلئے مرنے کے بعد بھی خدا کی
طرف اس کا رفع ہوتا ہے اور ارجعی الٰی ربک کی آواز آتی ہے۔ منہ

اُس کا تو قرآن نے کچھ ذکر نہ کیا اور ایک بیہودہ قصہ رفع جسمانی کا جس سے کچھ بھی فائدہ
نہیں شروع کر دیا۔* غرض حضرت مسیح کی موت اور رفع جسمانی پر یہ دلائل ہیں جو ہم نے
بہت بسط سے اپنی کتابوں میں بیان کئے ہیں اور اب تک ہمارے مخالف عدم جواب
کی وجہ سے ہمارے مدیون ہیں۔ پھر اس میں اب ہم پیر مہر علی شاہ یا کسی اور
پیر صاحب یا مولوی صاحب سے کیا بحث کریں۔ ہم تو باطل کو ذبح کر چکے اب ذبح کے
بعد کیوں اپنے ذبیحہ پر بیفائدہ چُھری پھیریں۔ اے حضرات! ان امور میں اب بحثوں کا
وقت نہیں اب تو ہمارے مخالفوں کے لئے ڈرنے اور توبہ کرنے کا وقت ہے کیونکہ
جہاں تک اس دُنیا میں ثبوت ممکن ہے اور جہاں تک حقائق اور دعاوی کو ثابت کیا
جاتا ہے اسی طرح ہم نے حضرت مسیح کی موت اور ان کے رفع روحانی کو ثابت
کر دیا ہے۔ فماذا بعد الحق الا الضلال ؏

اب موتِ مسیح کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ مسیح موعود کا اسی امت میں سے آنا کن
نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ اور دیگر قرائن سے ثابت ہے سو وہ دلائل ذیل میں بیان کئے
جاتے ہیں غور سے سنو شائد خدائے رحیم ہدایت کرے ؏

منجملہ اُن دلائل کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو آنے والا مسیح جس کا اس اُمت
کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ اسی امت میں سے ایک شخص ہوگا بخاری اور مسلم کی وہ حدیث

* رفع جسمانی کا خیال اُس وقت نصاریٰ کے دل میں پیدا ہوا جبکہ ان کا ارادہ ہُوا کہ حضرت مسیح کو خدا بناویں
اور دنیا کا منجی قرار دیں ورنہ نصاریٰ بھی خود اس بات کے قائل ہیں کہ نجات کے لئے تو صرف روحانی
رفع کافی ہے پس افسوس کہ جس امر کو نصاریٰ نے حضرت مسیح کی خدائی کے لئے استعمال کرتے ہیں اور
انکی ایک خصوصیت ٹھہراتے ہیں وہی امر مسلمانوں نے بھی اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا ہے۔ اگر مسلمان
یہ جواب دیں کہ ہم تو ادریس کو بھی مسیح کی طرح آسمان پر زندہ کا عقیدہ رکھتے ہیں یہ دوسرا جھوٹ ہے کیونکہ
جیسا کہ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے کہ اہلسنّت کا یہی عقیدہ ہے کہ ادریس آسمان پر زندہ بجسم عنصری نہیں ورنہ
ماننا پڑیگا کہ وہ بھی کسی دن زمین پر مرنے کیلئے آئیگا تو اب خواہ نخواہ رفع جسمانی میں مسیح کی خصوصیت ماننی پڑی
اور قبول کرنا پڑا کہ اُس کا جسم غیر فانی ہے اور خدا کے پاس بیٹھا ہے اور یہ صریح باطل ہے۔ منہ

ہے جس میں اما مکم منکم اور امّکم منکم لکھا ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا
اور تم ہی میں سے ہوگا۔ چونکہ یہ حدیث آنے والے عیسٰی کی نسبت ہے اور اسی کی تعریف میں
اس حدیث میں حکم اور عدل کا لفظ بطور صفت موجود ہے جو اس فقرہ سے پہلے ہے
اس لئے امام کا لفظ بھی اسی کے حق میں ہے اور اس میں شک نہیں کہ اس جگہ منکم
کے لفظ سے صحابہ کو خطاب کیا گیا ہے اور وہی مخاطب تھے لیکن ظاہر ہے کہ ان میں
سے تو کسی نے مسیح موعود ہونے کا دعوٰی نہیں کیا اس لئے منکم کے لفظ سے کوئی ایسا شخص
مُراد ہے جو خدا تعالےٰ کے علم میں قائم مقام صحابہ ہے اور وہ وہی ہے جسکو اس آیت مفصلہ
ذیل میں قائم مقام صحابہ کیا گیا ہے یعنے یہ کہ واخرین منھم لما یلحقوا بھم کیونکہ
اس آیت نے ظاہر کیا ہے کہ وہ رسول کی روحانیت سے تربیت یافتہ ہے اور اسی
معنے کے رو سے صحابہ میں داخل ہے اور اس آیت کی تشریح میں یہ حدیث ہے
لوکان الایمان معلقا بالثریا لنالہ رجل من فارس اور چونکہ اس فارسی شخص
کی طرف وہ صفت منسوب کی گئی ہے جو مسیح موعود اور مہدی سے مخصوص ہے یعنے زمین
جو ایمان اور توحید سے خالی ہو کر ظلم سے بھر گئی ہے پھر اس کو عدل سے پُر کرنا لہذا یہی شخص
مہدی اور مسیح موعود ہے اور وہ میں ہوں اور جس طرح کسی دوسرے مدعی مہدویت کے
وقت میں کسوف خسوف رمضان میں آسمان پر نہیں ہوا ایسا ہی تیرہ سو برس کے عرصہ
میں کسی نے خدا تعالےٰ کے الہام سے علم پا کر یہ دعوٰی نہیں کیا کہ اس پیشگوئی لنالہ ١٧
رجل من فارس کا مصداق میں ہوں اور پیشگوئی اپنے الفاظ سے بتلا رہی ہے کہ
یہ شخص آخری زمانہ میں ہوگا جبکہ لوگوں کے ایمانوں میں بہت ضعف آجائے گا اور
فارسی الاصل ہوگا اور اسکے ذریعہ سے زمین پر دوبارہ ایمان قائم کیا جائے گا اور ظاہر
ہے کہ صلیبی زمانہ سے زیادہ تر ایمان کو صدمہ پہنچانے والا اور کوئی زمانہ نہیں۔ یہی زمانہ
ہے جس میں کہہ سکتے ہیں کہ گویا ایمان زمین پر سے اُٹھ گیا جیسا کہ اس وقت لوگوں کی عملی
حالتیں اور انقلاب عظیم جو بدی کی طرف ہوا ہے اور قیامت کے علامات صغرٰی جو
مدت سے ظہور میں آچکی ہیں صاف بتلا رہی ہیں اور نیز آیت واخرین منھم میں اشارہ

پایا جاتا ہے کہ جیسے صحابہ کے زمانہ میں زمین پر شرک پھیلا ہوا تھا۔ ایسا ہی اُس زمانہ میں
بھی ہوگا اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اس حدیث اور اس آیت کو باہم ملانے سے یقینی طور
پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ پیشگوئی مہدی آخر الزمان اور مسیح آخر الزمان کی نسبت ہے کیونکہ
مہدی کی تعریف میں یہ لکھا ہے کہ وہ زمین کو عدل سے بھر دے گا جیسا کہ وہ ظلم اور جور سے
بھری ہوئی تھی اور مسیح آخر الزمان کی نسبت لکھا ہے کہ وہ دوبارہ ایمان اور امن کو دُنیا
میں قائم کر دے گا اور شرک کو محو کرے گا اور ملل باطلہ کو ہلاک کر دے گا۔ پس ان حدیثوں کا
مآل بھی یہی ہے کہ مہدی اور مسیح کے زمانہ میں وہ ایمان جو زمین سے اُٹھ گیا اور ثریا
تک پہنچ گیا تھا پھر دوبارہ قائم کیا جائے گا اور ضرور ہے کہ اوّل زمین ظلم سے پُر ہو
جائے اور ایمان اُٹھ جائے کیونکہ جبکہ لکھا ہے کہ تمام زمین ظلم سے بھر جائے گی تو ظاہر
ہے کہ ظلم اور ایمان ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے ناچار ایمان اپنے اصلی مقر کی طرف جو
آسمان ہے چلا جائے گا۔ غرض تمام زمین کا ظلم سے بھرنا اور ایمان کا زمین پر سے اُٹھ جانا
اس قسم کی مصیبتوں کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے بعد ایک ہی زمانہ
ہے جسکو مسیح کا زمانہ یا مہدی کا زمانہ کہتے ہیں اور احادیث نے اس زمانہ کو تین پیرایوں
میں بیان کیا ہے رجل فارسی کا زمانہ۔ مہدی کا زمانہ۔ مسیح کا زمانہ۔ اور اکثر لوگوں نے
بوجہ قلت تدبر سے ان تین ناموں کی وجہ سے تین علیحدہ علیحدہ شخص سمجھ لئے ہیں اور تین قومیں
انکے لئے مقرر کی ہیں۔ ایک فارسیوں کی قوم۔ دوسری بنی اسرائیل کی قوم۔ تیسری بنی فاطمہ
کی قوم۔ مگر یہ تمام غلطیاں ہیں۔ حقیقت میں یہ تینوں ایک ہی شخص ہے جو تھوڑے
تھوڑے تعلق کی وجہ سے کسی قوم کی طرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ مثلاً ایک حدیث
سے جو کنز العمال میں موجود ہے سمجھا جاتا ہے کہ اہل فارس یعنے بنی فارس بنی اسحاق
میں سے ہیں۔ پس اس طرح پر وہ آنے والا مسیح اسرائیلی ہوا اور بنی فاطمہ کے ساتھ
امہاتی تعلق رکھنے کی وجہ سے جیسا کہ مجھے حاصل ہے فاطمی بھی ہوا پس گویا وہ نصف
اسرائیلی ہوا اور نصف فاطمی ہوا جیسا کہ حدیثوں میں آیا ہے۔ ہاں میرے پاس فارسی
ہونے کے لئے بجز الہام الٰہی کے اور کچھ ثبوت نہیں لیکن یہ الہام اُس زمانہ کا ہے کہ جب

اِس دعوے کا نام ونشان بھی نہ تھا یعنے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھا ہے اور وہ یہ ہے خذوا التوحید التوحید یا ابناء الفارس یعنے توحید کو پکڑو توحید کو پکڑو اے فارس کے بیٹو۔ اور پھر دوسری جگہ یہ الہام ہے ان الذین صدّوا عن سبیل اللہ ردّ علیھم رجل من فارس شکر اللہ سعیہ۔ یعنے جو لوگ خدا کی راہ سے روکتے تھے ایک شخص فارسی اصل نے ان کا ردّ لکھا خدا نے اسکی کوشش
۱۸ کا شکریہ کیا۔ ایسا ہی ایک اور جگہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے لوکان الایمان* معلّقًا بالثریا لنالہ رجل من فارس یعنے اگر ایمان ثریا پر اُٹھایا جاتا اور زمین سراسر بے ایمانی سے بھر جاتی تب بھی یہ آدمی جو فارسی الاصل ہے اس کو آسمان پر سے لے آتا۔ اور بنی فاطمہ ہونے میں یہ الہام ہے۔ الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر** والنسب اشکر نعمتی رئیت خدیجتی یعنے تمام حمد اور تعریف اُس خدا کے لئے جس نے تمہیں فخر دامادی سادات اور فخر علو نسب جو دونوں مماثل ومشابہ ہیں عطا فرمایا یعنے تمہیں سادات کا داماد ہونے کی فضیلت عطا کی اور نیز بنی فاطمہ اُمہات میں سے پیدا کر کے تمہارے نسب کو عزّت بخشی اور میری نعمت کا شکر کر کہ تُو نے میری خدیجہ کو*** پایا۔ یعنے

* چونکہ تیرہ سَو برس تک خدا کے الہام کے امر سے اس پیشگوئی کے مصداق ہونے کا کسی نے دعویٰ نہیں کیا اور ممکن نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی جھوٹی ہو اس لئے جس شخص نے یہ دعوے کیا اور دعویٰ بھی قبل اعتراض پیش آمدہ اس کا ردّ کرنا گویا پیشگوئی کی تکذیب ہے۔ منہ

** الہام۔ الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر والنسب سے ایک لطیف استدلال میرے بنی فاطمہ ہونے پر پیدا ہوتا ہے کیونکہ صہر اور نسب اس الہام میں ایک ہی جعل کے نیچے رکھے گئے ہیں اور ان دونوں کو قریبًا ایک ہی درجہ کا امر قابل حمد ٹھہرایا گیا ہے اور یہ صریح دلیل اسبات پر ہے کہ جس طرح صہر یعنی دامادی کو بنی فاطمہ سے تعلق ہے اسی طرح نسب میں بھی فاطمیت کی آمیزش والدات کیطرف سے ہے اور صہر کو نسب پر مقدم رکھنا اسی فرق کے دکھلانے کے لئے ہے کہ صہر میں خالص فاطمیت ہے اور نسب میں اس کی آمیزش۔ منہ

*** یہ الہام براہین میں درج ہے اس میں بطور پیشگوئی اشارۃً یہ بتلایا گیا ہے کہ وہ تمہاری شادی جو سادات میں مقدّر ہے ضروری طور پر ہونیوالی ہے اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کو خدیجہ کے نام

بنی اسحاق کی وجہ سے ایک تو آبائی عزّت تھی اور دوسری بنی فاطمہ ہونیکی عزّت اسکے ساتھ ملحق ہوئی اور سادات کی دامادی کی طرف اس عاجز کی بیوی کی طرف اشارہ ہے جو سیّدہ سندی سادات دہلی میں سے ہیں میر درد کے خاندان سے تعلق رکھنے والے اسی فاطمی تعلق کی طرف اس کشف میں اشارہ ہے جو آج سے تیس برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع کیا گیا جس میں دیکھا تھا کہ حضرات پنجتن سید الکونین حسنین فاطمۃ الزہراء اور علی رضی اللہ عنہ عین بیداری میں آئے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کمال محبت اور مادرانہ عطوفت کے رنگ میں اس خاکسار کا سر اپنی ران پر رکھ لیا اور عالم خاموشی میں ایک غمگین صورت بنا کر بیٹھے رہے۔ اسی روز سے مجھ کو اس خونی آمیزش کے تعلق پر یقین کلی ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ غرض میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی۔ اور میں دونوں مبارک پیوندوں سے مرکّب ہوں اور حدیث اور آثار کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آنے والے مہدی آخر الزمان کی نسبت یہی لکھا ہے کہ وہ مرکب الوجود ہو گا۔ ایک حصہ بدن کا اسرائیلی اور ایک حصہ محمدی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ جیسا کہ آنیوالے مسیح کے منصبی کاموں میں بیرونی اور اندرونی اصلاح کی ترکیب ہے یعنے یہ کہ وہ کچھ مسیحی رنگ میں ہے اور کچھ محمدی رنگ میں کام کریگا ایسا ہی اسکی سرشت میں بھی ترکیب ہے۔ غرض اس حدیث اِمامکم منکم سے ثابت ہے کہ آنیوالا مسیح ہرگز اسرائیلی

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

سے یاد کیا۔ یہ اسبات کیطرف اشارہ ہے کہ وہ ایک بڑے خاندان کی ماں ہو جائے گی۔ اس جگہ یہ عجیب لطیفہ ہے کہ خدا نے ابتدائے سلسلہ سادات میں سادات کی ماں ایک فارسی عورت مقرر کی جس کا نام شہربانو تھا اور دوسری مرتبہ ایک فارسی خاندان کی بنیاد ڈالنے کے لئے ایک سیّدہ عورت مقرر کی جس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے گویا فارسیوں کے ساتھ یہ عوض معاوضہ کیا کہ پہلے ایک بیوی فارسی الاصل سیّد کے گھر میں آئی اور پھر آخری زمانہ میں ایک بیوی سیّدہ فارسی مرد کے ساتھ بیاہی گئی اور عجیب تر یہ کہ دونوں کے نام بھی باہم ملتے ہیں۔ اور جس طرح سادات کا خاندان پھیلانے کے لئے وعدہ الٰہی تھا۔ اسجگہ بھی براہین احمدیہ کے الہام میں اس خاندان کے پھیلانے کا وعدہ ہے۔ اور وہ یہ ہے

سبحان اللہ تبارک وتعالیٰ زاد مجدک ینقطع آباءک ویبدء منک

فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ منہ

نبی نہیں ہے بلکہ اسی امت میں سے ہے جیسا کہ ظاہر نص یعنے اماکم منکم اسی پر دلالت کرتا ہے اور اس تکلف اور تاویل کے لئے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آکر اُمتی بنجائینگے اور نبی نہیں رہینگے کوئی قرینہ موجود نہیں ہے اور عبارت کا حق ہے کہ قبل وجود قرینہ اسکو ظاہر پر حمل کیا جائے ورنہ یہودیوں کی طرح ایک تحریف ہوگی۔ غرض یہ کہنا کہ حضرت عیسیٰ نبی اسرائیلی دنیا میں آکر مسلمانوں کا جامہ پہن لیگا اور اُمتی کہلائے گا یہ ایک غیر معقول تاویل ہے جو قوی دلائل چاہتی ہے۔ تمام نصوص حدیثیہ اور قرآنیہ کا یہ حق ہے کہ انکے معنے ظاہر عبارت کے رو سے کئے جائیں اور ظاہر پر حکم کیا جائے جب تک کہ کوئی قرینہ صارفہ پیدا نہ ہو اور بغیر قرینہ قویہ صارفہ ہرگز خلاف ظاہر معنے نہ کئے جائیں اور اماکم منکم کے ظاہر معنے یہی ہیں جو وہ امام اسی امت محمدیہ میں پیدا ہوگا اب اسکے برخلاف اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ حضرت عیسیٰ بنی اسرائیلی جسپر انجیل نازل ہوئی تھی وہی دنیا میں دوبارہ آکر اُمتی بنجائینگے تو یہ ایک نیا دعوےٰ ہے جو ظاہر نص کے برخلاف ہے۔ اس لئے قوی ثبوت کو چاہتا ہے کیونکہ دعویٰ بغیر دلیل کے قابل پذیرائی نہیں اور ایک دوسرا قرینہ اسپر یہ ہے کہ صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حُلیہ سُرخ رنگ لکھا ہے جیسا کہ عام طور پر شامی لوگوں کا ہوتا ہے ایسا ہی انکے بال بھی خمدار لکھے ہیں مگر آنیوالے مسیح کا رنگ ہر ایک حدیث میں گندم گون لکھا ہے اور بال سیدھے لکھے ہیں اور تمام کتاب میں یہی التزام کیا ہے کہ جہاں کہیں حضرت عیسیٰ نبی علیہ السلام کے حُلیہ لکھنے کا اتفاق ہُوا ہے تو ضرور بالالتزام اسکو احمر یعنے سرخ رنگ لکھا ہے اور اس احمر کے لفظ کو کسی جگہ چھوڑا نہیں اور جہاں کہیں آنیوالے مسیح کا حُلیہ لکھنا پڑا ہے تو ہر ایک جگہ بالالتزام اسکو آدم یعنے گندم گون لکھا ہے یعنے امام بخاری نے جو لفظ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لکھے ہیں جن میں ان دونوں مسیحوں کا ذکر ہے وہ ہمیشہ اس قاعدہ پر قائم رہے ہیں جو حضرت عیسیٰ بنی اسرائیلی کے لئے احمر کا لفظ اختیار کیا ہے اور آنیوالے مسیح کی نسبت آدم یعنے گندم گون کا لفظ اختیار کیا ہے پس اس التزام سے جسکو کسی جگہ صحیح بخاری کی حدیثوں میں ترک نہیں کیا گیا۔ بجز اسکے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے نزدیک عیسیٰ ابن مریم بنی اسرائیلی اور تھا اور آنے والا مسیح جو اسی اُمت میں سے ہوگا اور ہے ورنہ اس بات کا کیا جواب ہے کہ تفریق حُلیتین کا پورا التزام کیوں کیا گیا۔ ہم اس بات کے ذمہ وار نہیں ہیں اگر کسی اور محدث نے اپنی ناواقفی کی وجہ سے احمر کی جگہ آدم اور آدم کی جگہ احمر لکھ دیا ہو مگر امام بخاری حافظ حدیث اور اوّل درجہ کا نقاد ہے اس نے اس بارے میں کوئی ایسی حدیث نہیں لی جس میں مسیح بنی اسرائیلی کو آدم لکھا گیا ہو یا آنیوالے مسیح کو احمر لکھا گیا ہو بلکہ امام بخاری نے نقل حدیث کے وقت اس شرط کو عمدًا لیا ہے اور برابر اوّل سے آخر تک اسکو ملحوظ رکھا ہے پس جو حدیث امام بخاری کی شرط کے مخالف ہو وہ قبول کے لائق نہیں ٭

اور منجملہ ان دلائل کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا قرآن شریف کی یہ آیت ہے کنتم خیر امۃ اخرجت للناس۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ۲۰
کہ تم بہترین امت ہو جو اس لئے نکالی گئی ہو کہ تا تم تمام دجّالوں اور دجّال معہود کا فتنہ فرو کر کے اور انکے شر کو دفع کر کے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاؤ۔ واضح رہے کہ قرآن شریف میں الناس کا لفظ بمعنی دجّال معہود بھی آتا ہے اور جس جگہ ان معنوں کو قرینہ قویّہ متعین کرے تو پھر اور معنے کرنا معصیت ہے چنانچہ قرآن شریف کے ایک اور مقام میں النّاس کے معنے دجّال ہی لکھا ہے اور وہ یہ ہے لخلق السمٰوٰت والارض اکبر من خلق الناس یعنے جو کچھ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اسرار اور عجائبات پُر ہیں دجّال معہود کی طبائع کی بناوٹ اسکے برابر نہیں یعنے گو وہ لوگ اسرار زمین و آسمان کے معلوم کرنے میں کتنی ہی جانکاہی کریں اور کیسی ہی طبع وقّاد لاویں پھر بھی انکی طبیعتیں ان اسرار کے انتہا تک پُہنچ نہیں سکتیں۔ یاد رہے کہ اس جگہ بھی مفسرین نے النّاس سے مُراد دجّال معہود ہی لیا ہے دیکھو تفسیر معالم وغیرہ۔ اور قرینہ قویّہ اس پر یہ ہے کہ لکھا ہے کہ دجّال معہود اپنی ایجادوں اور صنعتوں سے خدا تعالےٰ کے کاموں پر ہاتھ ڈالے گا اور اس طرح پر خدائی کا دعویٰ کرے گا اور اس بات کا سخت حریص ہوگا کہ خدائی باتیں جیسے بارش برسانا اور پھل لگانا اور انسان وغیرہ حیوانات کی نسل جاری رکھنا اور سفر اور حضر اور

صحت کے سامان فوق العادت طور پر انسان کے لئے مہیا کرنا ان تمام باتوں میں قادرِ
مطلق کی طرح کارروائیاں کرے اور سب کچھ اسکے قبضۂ قدرت میں ہو جائے اور کوئی بات
اسکے آگے انہونی نہ رہے اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے اور خلاصہ مطلب
آیت یہ ہے کہ زمین آسمان میں جسقدر اسرار رکھے گئے ہیں جنکو دجال بذریعۂ علم طبعی اپنی
قدرت میں کرنا چاہتا ہے وہ اسرار اسکے اندازۂ جودتِ طبع اور مبلغِ علم سے بڑھ کر
ہیں۔ اور جیسا کہ آیت ممدوحہ میں اَلنَّاس کے لفظ سے دجال مراد ہے ایسا ہی آیت اخرجت
للنّاس میں بھی اَلنَّاس کے لفظ سے دجال ہی مراد ہے کیونکہ تقابل کے قرینہ سے اس
آیت کے یہ معنے معلوم ہوتے ہیں کہ کنتم خیر الناس اخرجت لشرّ الناس اور شرّ الناس
سے بلاشبہ گروہ دجال مراد ہے کیونکہ حدیث نبوی سے ثابت ہے کہ آدم سے قیامت
تک شرانگیزی میں دجال کی مانند نہ کوئی ہوا اور نہ ہوگا اور یہ ایک محکم اور قطعی دلیل
ہے کہ جس کے دونوں حصے یقینی اور قطعی اور عقائد مسلمہ میں سے ہیں یعنے جیسا
کہ کسی مسلمان کو اس بات سے انکار نہیں کہ یہ امت خیر الامم ہے اسی طرح اس بات
سے بھی انکار نہیں کہ گروہ دجال شرّ الناس ہے اور اس تقسیم پر یہ دو آیتیں بھی دلالت
کرتی ہیں جو سورۃ لم یکن میں ہیں اور وہ یہ ہیں ان الذین کفروا من اھل الکتٰب
والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا اولئك ھم شر البریّۃ۔ ان الذین اٰمنوا
وعملوا الصلحٰت اولئك ھم خیر البریّۃ۔ دیکھو اس آیت کے رو سے ایک
ایسے گروہ کو شرّ البریہ کہا گیا ہے جس میں سے گروہ دجال ہے اور ایسے گروہ کو خیر البریّۃ
کہا گیا ہے جو امت محمدیہ ہے بہرحال آیت خیر امت کا لفظ اَلنَّاس کے ساتھ مقابلہ ہو کر
قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ الناس سے مراد دجال ہے اور یہی ثابت کرنا تھا۔ اور اس
مقصد پر ایک یہ بھی بزرگ قرینہ ہے کہ خدا کی عادت حکیمانہ یہی چاہتی ہے کہ جس نبی
کے عہد نبوت میں دجال پیدا ہو اسی نبی کی امت کے بعض افراد اس فتنہ کے فرو
کرنے والے ہوں نہ یہ کہ فتنہ تو پیدا ہووے عہد نبوت محمدیہ میں اور کوئی گزشتہ نبی
اس کے فرو کرنے کے لئے نازل ہو اور یہی قدیم سے اور جب سے کہ شریعتوں کی بنیاد

پڑی سنت اللہ ہے کہ جس کسی نبی کے عہد نبوت میں کوئی مفسد فرقہ پیدا ہوا اسی نبی کے
بعض جلیل الشان وارثوں کو اس فساد کے فرو کرنے کے لئے حکم دیا گیا۔ ہاں اگر یہ فتنہ
دجال کا حضرت مسیح کے عہد نبوت میں ہوتا تو ان کا حق تھا کہ خود وہ یا کوئی انکے حواریین
اور خلیفوں میں سے اس فتنہ کو فرو کرتا مگر یہ کیا اندھیر کی بات ہے کہ یہ امت کہلاوے خیر الامم
مگر خدا تعالیٰ کی نظر میں اس قدر نالائق اور نکمی ہو کہ جب کسی فتنہ کے دور کرنے کا موقع
آوے تو اسکے دور کرنے کے لئے کوئی شخص باہر سے مامور ہو اور اس امت میں کوئی ایسا
لائق نہ ہو کہ اس فتنہ کو دور کر سکے گویا اس امت کی اس صورت میں وہ مثال ہو گی کہ مثلاً
کوئی گورنمنٹ ایک نیا ملک فتح کرے جس کے باشندے جاہل اور نیم وحشی ہوں تو آخر
اس گورنمنٹ کو مجبوری سے یہ کرنا پڑے کہ اس ملک کے مالی اور دیوانی اور فوجداری
کے انتظام کے لئے باہر سے لائق آدمی طلب کرکے معزز عہدوں پر ممتاز کرے یہ
ہرگز عقل سلیم قبول نہیں کر سکتی کہ جس امت کے ربانی علماء کی نسبت آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل یعنے میری
امت کے علماء اسرائیلی پیغمبروں کی طرح ہیں اخیر پر انکی یہ ذلت ظاہر کرے کہ دجال
جو خدائے عظیم القدرت کی نظر میں کچھ بھی چیز نہیں اس کے فتنہ کے فرو کرنے کے لئے
ان میں مادۂ لیاقت نہ پایا جائے۔ اس لئے ہم اسی طرح پر جیسا کہ آفتاب کو دیکھ کر
پہچان لیتے ہیں کہ یہ آفتاب ہے اس آیت کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کو پہچانتے
ہیں اور اس کے یہی معنے کرتے ہیں کہ کنتم خیر امۃ اخرجت لشر الناس الذی ھو
الدجال المعھود۔ یاد رہے کہ ہر ایک امت سے ایک خدمت دینی لی جاتی ہے
اور ایک قسم کے دشمن کے ساتھ اس کا مقابلہ پڑتا ہے سو مقدر تھا کہ اس امت کا دجال
کے ساتھ مقابلہ پڑیگا جیسا کہ حدیث نافع بن عتبہ سے مسلم میں صاف لکھا ہے کہ تم دجال
کے ساتھ لڑوگے اور فتح پاؤگے۔ اگرچہ صحابہ دجال کے ساتھ نہیں لڑے مگر حسب منطوق
اٰخرین منھم مسیح موعود اور اس کے گروہ کو صحابہ قرار دیا* اب دیکھو اس حدیث

*عن نافع بن عتبۃ قال قال رسول اللہ صلعم تغزون جزیرۃ العرب فیفتحھا اللہ ثم فارس فیفتحھا اللہ ثم تغزون الروم فیفتحھا اللہ ثم تغزون الدجال فیفتحہ اللہ [illegible]

یں بھی لڑنے والے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو (جو امت ہیں) قرار دیا۔ اور یہ نہ کہا کہ مسیح بنی اسرائیلی لڑے گا اور نزول کا لفظ محض اجلال اور اکرام کے لئے ہے اور اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ اس پُرفساد زمانہ میں ایمان ثریا چلا جائیگا اور تمام پیری مریدی اور شاگردی استادی اور افادہ استفادہ معرضِ زوال میں آجائے گا اس لئے آسمان کا خدا ایک شخص کو اپنے ہاتھ سے تربیت دے کر بغیر توسط زمینی سلسلوں کے زمین پر بھیجے گا جیسے کہ بارش آسمان سے بغیر توسط انسانی ہاتھوں کے نازل ہوتی ہے ٭

اور منجملہ دلائل قویہ قطعیہ کے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں جو مسیح موعود اسی امت محمدیہ میں سے ہوگا قرآن شریف کی یہ آیت ہے۔ وعد اللّٰہ الذین اٰمنوا منکم ۲۲
وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ یعنے خدا تعالےٰ نے ان لوگوں کے لئے جو ایماندار ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وعدہ فرمایا ہے جو ان کو زمین پر انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے گذر چکے ہیں خلیفے مقرر فرمائے گا۔ اس آیت میں پہلے خلیفوں سے مراد حضرت موسٰی کی امت میں سے خلیفے ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے حضرت موسٰی کی شریعت کو قائم کرنے کے لئے پے در پے بھیجا تھا اور خاصکر کسی صدی کو ایسے خلیفوں سے جو دین موسوی کے مجدد تھے خالی نہیں جانے دیا تھا اور قرآن شریف نے ایسے خلیفوں کا شمار کر کے ظاہر فرمایا ہے کہ وہ بارہ[۱۲] ہیں اور تیرھواں حضرت عیسٰی علیہ السلام ہیں جو موسوی شریعت کا مسیح موعود ہے اور اس مماثلت کے لحاظ سے جو آیت ممدوحہ میں کما کے لفظ سے مستنبط ہوتی ہے ضروری تھا کہ محمدی خلیفوں کو موسوی خلیفوں سے مشابہت و مماثلت ہو سو اسی مشابہت کے ثابت اور متحقق کرنے کے لئے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں بارہ موسوی خلیفوں کا ذکر فرمایا جن میں سے ہر ایک حضرت موسٰی کی قوم میں سے تھا اور تیرھواں حضرت عیسٰی علیہ السلام کا ذکر فرمایا جو موسٰی کی قوم کا خاتم الانبیاء تھا مگر درحقیقت موسٰی کی قوم میں سے نہیں تھا اور پھر خدا نے محمدی سلسلہ کے خلیفوں کو موسوی سلسلہ کے خلیفوں سے

مشابہت دیکر صاف طور پر سمجھا دیا کہ اس سلسلہ کے آخر میں بھی ایک مسیح ہے اور درمیان میں بارہ[۱۲] خلیفے ہیں تا موسوی سلسلہ کے مقابل پر اس جگہ بھی چودہ[۱۴] کا وعدہ پورا ہو لیا ہی سلسلہ محمدی خلافت کے مسیح موعود کو چودھویں صدی کے سر پر پیدا کیا کیونکہ موسوی سلسلہ کا مسیح موعود بھی ظاہر نہیں ہوا تھا جب تک کہ سن موسوی کے حساب سے چودھویں صدی نے ظہور نہیں کیا تھا ایسا کیا گیا تا دونوں مسیحوں کا مبدء سلسلہ سے فاصلہ باہم مشابہ ہو اور سلسلہ کے آخری خلیفہ مجدد کو چودھویں صدی کے سر پر ظاہر کرنا تکمیل نور کی طرف اشارہ ہے کیونکہ مسیح موعود اسلام کے قمر کا متمم نور ہے اس لئے اسکی تجدید چاند کی چودھویں رات سے مشابہت رکھتی ہے اسی کی طرف اشارہ ہے اس آیت میں کہ لیظھرہٗ علی الدین کلہ کیونکہ اظہار تام اور اتمام نور ایک ہی چیز ہے اور یہ قول کہ لیظھرہٗ علی الادیان کل الاظہار مساوی اس قول سے ہے کہ لیتم نورہ کل الاتمام اور پھر دوسری آیت میں اسکی اور بھی تصریح ہے اور وہ یہ ہے یریدون لیطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم واللّٰہ متم نورہٖ ولو کرہ الکافرون۔ اس آیت میں تصریح سے سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا کیونکہ اتمام نور کے لئے چودھویں رات مقرر ہے۔ غرض جیسا کہ قرآن شریف میں حضرت موسٰی اور حضرت عیسٰی بن مریم کے درمیان بارہ خلیفوں کا ذکر فرمایا گیا اور ان کا عدد بارہ[۱۲] ظاہر کیا گیا اور یہ بھی ظاہر کیا گیا کہ وہ تمام بارہ[۱۲] کے بارہ حضرت موسٰی علیہ السلام کی قوم میں سے تھے مگر تیرھواں خلیفہ جو آخری خلیفہ ہے یعنے حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے باپ کے رو سے اس قوم میں سے نہیں تھا کیونکہ اس کا کوئی باپ نہ تھا جس کی وجہ سے وہ حضرت موسٰی سے اپنی شاخ ملا سکتا۔ یہی تمام باتیں سلسلہ خلافت محمدیہ میں پائی جاتی ہیں یعنے حدیث متفق علیہ سے ثابت ہے کہ اس سلسلہ میں بھی درمیانی خلیفے بارہ[۱۲] ہیں اور تیرھواں جو خاتم ولایت محمدیہ ہے وہ محمدی قوم میں سے نہیں ہے یعنے قریش میں سے نہیں اور یہی چاہیئے تھا کہ بارہ خلیفے تو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم میں سے ہوتے اور آخری خلیفہ اپنے آباؤ اجداد کے رو سے اس قوم میں سے نہ ہوتا تا تحقیق مشابہت اکمل اور اتم طور پر ہو جاتا۔ سو الحمد للّٰہ والمنۃ کہ ایسا

ہی ظہور میں آیا کیونکہ بخاری اور مسلم میں یہ حدیث متفق علیہ ہے جو جابر بن سمرہ سے ہے اور وہ یہ ہے لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش یعنی ۱۲ بارہ خلیفوں کے ہوتے تک اسلام خوب قوت اور زور میں رہے گا مگر تیرھواں خلیفہ جو مسیح موعود ہے اس وقت آئے گا جبکہ اسلام غلبۂ صلیب اور غلبہ دجالیت سے کمزور ہو جائے گا اور وہ ۱۲ بارہ خلیفے جو غلبۂ اسلام کے وقت آتے رہیں گے وہ سب کے سب قریش میں سے ہونگے یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی قوم میں سے ہونگے٭ مگر مسیح موعود جو اسلام کے ضعف کے وقت آئے گا وہ قریش کی قوم میں سے نہیں ہوگا کیونکہ ضرور تھا کہ جیسا کہ موسوی سلسلہ کا خاتم الانبیاء اپنے باپ کے رو سے حضرت موسٰی کی قوم میں سے نہیں ہے ایسا ہی محمدی سلسلہ کا خاتم الاولیاء قریش میں سے نہ ہو اور اسی جگہ سے قطعی طور پر اس بات کا فیصلہ ہوگیا کہ اسلام کا مسیح موعود اسی

٭ الفاظ حدیث یہ ہیں عن جابر بن سمرۃ قال سمعت رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش متفق علیہ مشکوۃ شریف باب مناقب قریش یعنے اسلام بارہ خلیفوں کے ہونے تک غالب رہے گا اور وہ تمام خلیفے قریش میں سے ہونگے۔ اگر یہ دعویٰ نہیں ہو سکتا کہ مسیح موعود بھی انہی بارہ میں داخل ہے کیونکہ متفق علیہ یہ امر ہے کہ مسیح موعود اسلام کی قوت کے وقت نہیں آئیگا بلکہ اُس وقت آئیگا جبکہ زمین پر نصرانیت کا غلبہ ہوگا جیسا کہ یکسر الصلیب کے فقرہ سے مستنبط ہوتا ہے پس ضرور ہے کہ مسیح موعود کے ظہور سے پہلے اسلام کی قوت جاتی رہے اور مسلمانوں کی حالت پر ضعف طاری ہو جائے اور اکثر انکے دوسری طاقتوں کے نیچے اسی طرح محکوم ہوں جیسا کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے ظہور کے وقت یہودیوں کی حالت ہو رہی تھی چونکہ حدیثوں میں مسیح موعود کا خاص طور پر تذکرہ تھا اسلئے بارہ خلیفوں سے اُس کو الگ رکھا گیا کیونکہ مقدر ہے کہ وہ نزول شدائد و مصائب کے بعد آوے اور اُس وقت آوے جبکہ اسلام کی حالت میں ایک صریح انقلاب پیدا ہو جائے۔ اور اسی طرز سے حضرت عیسٰی علیہ السلام آئے تھے یعنے ایسے وقت میں جبکہ یہودیوں میں ایک صریح زوال کی علامت پیدا ہوگئی تھی پس اس طریق سے حضرت موسٰی کے خلیفے بھی تیرہ ۱۳ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفے بھی تیرہ ۱۳۔ اور جیسا کہ حضرت موسٰی سے حضرت عیسٰی علیہ السلام چودھویں جگہ تھے ایسا ہی ضرور تھا کہ اسلام کا مسیح موعود بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چودھویں جگہ پر ہو اسی مشابہت سے مسیح موعود کا چودھویں صدی میں ظاہر ہونا ضروری تھا۔ منہ

امت میں سے آنا چاہیئے کیونکہ جب نص قطعی قرآنی یعنی کما کے لفظ سے ثابت ہوگیا کہ سلسلہ استخلاف محمدی کا سلسلہ استخلاف موسوی سے مماثلت رکھتا ہے جیسا کہ اُسی کما کے لفظ سے ان دو نبیوں یعنی حضرت موسٰی اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کی مماثلت ثابت ہے جو آیت کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے سمجھی جاتی ہے تو یہ مماثلت اسی حالت میں قائم رہ سکتی ہے جبکہ محمدی سلسلہ کے آنے والے خلیفے گزشتہ خلیفوں کا عین نہ ہوں بلکہ غیر ہوں٭٭ وجہ یہ کہ مشابہت اور مماثلت میں من وجہٍ مغائرت ضروری ہے اور کوئی چیز اپنے نفس کے مشابہ نہیں کہلا سکتی پس اگر فرض کرلیں کہ آخری خلیفہ سلسلہ محمدیہ کا جو تقابل کے لحاظ سے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابل پر واقع ہوا ہے جس کی نسبت یہ ماننا ضروری ہے کہ وہ اس امت کا خاتم الاولیا ہے٭ جیسا کہ سلسلہ موسویہ کے خلیفوں میں حضرت عیسٰی خاتم الانبیاء ہے اگر درحقیقت وہی عیسٰی علیہ السلام ہے جو دوبارہ آنے والا ہے تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ قرآن جیسا کہ کما کے لفظ سے مستنبط ہوتا ہے دونوں سلسلوں کے تمام خلیفوں کو من وجہ مغائر قرار دیتا ہے اور یہ ایک نص قطعی ہے کہ اگر ایک دنیا اسکے مخالف اکٹھی ہو جائے تب بھی وہ اس نص واضح کو رد نہیں کر سکتی کیونکہ جب پہلے

٭٭ جبکہ بوجہ کما کے لفظ جو آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں موجود ہے محمدی سلسلہ کے خلیفوں کی نسبت وجوباً و قطعاً مان لیا گیا ہے کہ وہ وہی خلیفے نہیں ہیں جو موسوی سلسلہ کے خلیفے تھے ہاں ان خلیفوں سے مشابہ ہیں اور نیز ساتھ اسکے واقعات نے بھی ظاہر کر دیا ہے کہ وہ لوگ پہلے خلیفوں کے عین نہیں ہیں بلکہ غیر ہیں تو پھر آخری خلیفہ اس سلسلہ محمدیہ کی نسبت جو مسیح موعود ہے کیونکر گمان کیا جاتا ہے کہ وہ پہلے مسیح کا عین ہے کیا وہ کما کے لفظ کے نیچے نہیں ہے کیا یہ سچ نہیں ہے کہ حسب منشاء کما کے لفظ کے محمدی سلسلہ کا مسیح اسرائیلی مسیح کا غیر ہونا چاہیئے نہ عین۔ عین سمجھنا تو قرآن کے منطوق نص پر صریح حملہ ہے بلکہ قرآن شریف کی صریح تکذیب ہے اور نیز ایک بیجا تحکم کہ ۱۲ بارہ خلیفوں کو تو حسب منشاء کما کے لفظ کے اسرائیلی خلیفوں کا غیر سمجھنا اور پھر مسیح موعود کو جو سلسلہ موسویہ کے مقابل پر سلسلہ محمدیہ کا آخری خلیفہ ہے پہلے مسیح کا عین قرار دے دینا۔ وھذہ نکتۃ مبتکرۃ و حجۃ باھرۃ وحدۃ من دُرَرٍ تفرّدت بھا فخذوھا بقوۃ واشکروا اللّٰہ بانابۃ ولا تکونوا من المحرومین۔ منہ

٭ شیخ محی الدین ابن عربی اپنی کتاب نصوص میں مہدی خاتم الاولیاء کی ایک علامت لکھتے ہیں کہ اس کا خاندان

سلسلہ کا عین ہی نازل ہوگیا تو وہ مغائرت فوت ہوگئی اور لفظ کَمَا کا مفہوم باطل ہوگیا۔ پس اس صورت میں تکذیب قرآن شریف لازم ہوئی وھٰذا باطل وکلما یستلزم الباطل فھو الباطل۔ یاد رہے کہ قرآن شریف نے آیت کما استخلف الذین من قبلھم میں وہی کما استعمال کیا ہے جو آیت کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا میں ہے۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہو کر نہیں آئے بلکہ یہ خود موسیٰ بطور تناسخ آگیا ہے یا یہ دعویٰ کرے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے کہ توریت کی اس پیشگوئی کا میں مصداق ہوں بلکہ اس پیشگوئی کے معنے یہ ہیں کہ خود موسیٰ ہی آجائے گا جو بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سے ہے تو کیا اس فضول دعویٰ کا یہ جواب نہیں دیا جائے گا کہ قرآن شریف میں ہرگز بیان نہیں فرمایا گیا کہ خود موسیٰ آئے گا بلکہ کَمَا کے لفظ سے مثیل موسیٰ کی طرف اشارہ فرمایا ہے پس یہی جواب ہماری طرف سے ہے کہ اس جگہ بھی سلسلہ خلفاء محمدی کے لئے کَمَا کے لفظ موجود ہے اور یہ نص قطعی کلام الٰہی کی آفتاب کی طرح چمک کر ہمیں بتلا رہی ہے کہ سلسلہ خلافت محمدی کے تمام خلیفے خلفاء موسوی کے مثیل ہیں اسی طرح آخری خلیفہ جو خاتم ولایت محمدیہ ہے جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے وہ حضرت عیسیٰ سے جو خاتم سلسلہ نبوت موسویہ ہے مماثلت اور مشابہت رکھتا ہے مثلاً دیکھو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت یوشع بن نون سے کیسی مشابہت ہے کہ انھوں نے ایسا ایک ناتمام کام لشکر اسامہ اور انبیائے کاذبین کے مقابلہ کا پورا کیا جیسا کہ حضرت یوشع بن نون نے پورا کیا اور آخری خلیفہ سلسلہ موسوی کا یعنے حضرت عیسیٰ جیسا کہ اس وقت آیا جبکہ گلیل اور پیلاطوس کے علاقہ سے سلطنت یہود کی جاتی رہی تھی ایسا ہی سلسلہ محمدیہ کا مسیح ایسے وقت میں آیا کہ جب ہندوستان کی حکومت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکی ✤

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹: چینی حدود میں سے ہوگا اور اسکی پیدائش میں یہ ندرت ہوگی کہ اسکے ساتھ ایک لڑکی بطور توام پیدا ہوگی یعنے اس طرح پر خدا اناث کا مادہ اس سے الگ کرے گا۔ سو اسی کشف کے مطابق اس عاجز کی ولادت ہوئی ہے اور اسی کشف کے مطابق میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں پہنچے ہیں۔ منہ

تیسرا مرحلہ یہ ہے کہ آیا یہ امر ثابت ہے یا نہیں کہ آنے والا مسیح موعود اسی زمانہ میں آنا چاہیئے جس میں ہم ہیں۔ سو دلائل مفصلہ ذیل سے صاف طور پر کھل گیا ہے کہ ضرور ہے کہ وہ اسی زمانہ میں آوے ✤

(۱) اوّل دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے لکھا ہے کہ مسیح موعود کسر صلیب کے لئے آئے گا اور ایسے وقت میں آئے گا کہ جب ملک میں ہر ایک پہلو سے بے اعتدالیاں قول اور فعل میں پھیلی ہوئی ہونگی۔ سو اب اس نتیجہ تک پہنچنے کے لئے غور سے دیکھنے کی بھی حاجت نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ عیسائیت کا اثر لاکھوں انسانوں کے دلوں پر پڑ گیا ہے اور ملک اباحت کی تعلیموں سے متاثر ہوتا جاتا ہے۔ صدہا آدمی ہر ایک خاندان میں سے نہ صرف دین اسلام سے ہی مرتد ہوگئے ہیں بلکہ جناب سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن بھی ہوگئے ہیں اور اب تک صدہا کتابیں دین اسلام کے رد میں تالیف ہو چکی ہیں اور اکثر وہ کتابیں توہین اور گالیوں سے پُر ہیں اور اس مصیبت کے وقت جب ہم گزشتہ زمانہ کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمیں ایک قطعی فیصلہ کے طور پر یہ رائے ظاہر کرنی پڑتی ہے کہ تیرہ[۱۳] سو برس کی بارہ[۱۲] صدیوں میں سے کوئی بھی ایسی صدی اسلام کے مضر نہیں گذری کہ جیسے تیرھویں صدی گذری ہے اور یا جو اب گذر رہی ہے لہٰذا عقل سلیم اس بات کی ضرورت کو مانتی ہے کہ ایسے پُرخطر زمانہ کے لئے جس میں عام طور پر زمین میں بہت جوش مخالفت کا پھوٹ پڑا ہے اور مسلمانوں کی اندرونی زندگی بھی ناگفتہ بہ حالت تک پہنچ گئی ہے کوئی مصلح صلیبی فتنوں کا فرو کرنے والا اور اندرونی حالت کو پاک کرنے والا پیدا ہو۔ اور تیرھویں صدی کے پورے سو برس کے تجربہ نے ثابت کر دیا ہے کہ ان زہریلی ہواؤں کی اصلاح جو بڑے زور شور سے چل رہی ہیں اور عام وبا کی طرح ہر ایک شہر اور گاؤں سے کچھ کچھ اپنے قبضہ میں لا رہی ہیں ہر ایک معمولی طاقت کا کام نہیں کیونکہ یہ مخالفانہ تاثیرات اور ذخیرہ اعتراضات خود ایک معمولی طاقت نہیں بلکہ زمین نے اپنے وقت پر ایک جوش مارا ہے اور اپنے تمام زہروں کو بڑی قوت کے ساتھ اُگلا ہے اس لئے اس زہر کی مدافعت کے لئے آسمانی طاقت کی

ضرورت ہے کیونکہ لوہے کو لوہا ہی کاٹتا ہے سو اس دلیل سے روشن ہوگیا کہ یہی زمانہ مسیح
موعود کے ظہور کا زمانہ ہے۔ یہ بات بڑی سریع الفہم ہے جسکو ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ
جس حالت میں علت غائی مسیح کے آنے کی کسر صلیب ہے اور آجکل مذہب صلیب اپنی
جوانی کے جوشوں میں ہے جس سے بڑھکر اسکی قوتوں کا نشوونما اور اسکے حملوں کا طریق ہیبت نما
ہونا ممکن نہیں۔ ٭ تو پھر اگر اس وقت میں خدا تعالےٰ کی طرف سے اسکی مدافعت ہوتی
تو پھر اسکے بعد کس وقت کی انتظار تھی؟ اور نیز جبکہ مسیح موعود کا صدی کے سر پر ہی آنا
ضروری ہے اور چودھویں صدی میں سے سترہ برس گذر گئے تو اس صورت میں اگر اب تک
مسیح نہیں آیا تو ماننا پڑے گا کہ خدا تعالےٰ کی مرضی ہے کہ اور سو برس تک یا اس سے
بھی زیادہ اسلام کو نشانہ توہین و تحقیر رکھے لیکن اس کسر صلیب سے میری مراد وہ طریق
جہاد اور کشت و خون نہیں جو حال کے اکثر علماء کو مدنظر ہے کیونکہ وہ لوگ تمام خوبیوں
کو جہاد اور لڑائی پر ہی ختم کر بیٹھے ہیں اور میں اس بات کا سخت مخالف ہوں کہ مسیح یا اور
کوئی دین کے لئے لڑائیاں کرے۔ ٭

(۲) دوسری دلیل وہ بعض احادیث اور کشوف اولیائے کرام و علمائے عظام ہیں جو
اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مسیح موعود و مہدی معہود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر
ہوگا چنانچہ حدیث الآیات بعد المائتین کی تشریح بہت سے متقدمین اور متاخرین نے
یہی کی ہے جو مائتین کے لفظ سے وہ مائتین مراد ہیں جو الف کے بعد ہیں یعنے ہزار کے بعد اس

٭ اس وجہ سے اس سے زیادہ سختی ممکن نہیں کہ جسقدر اسلام پر ابتلا آنا تھا آگیا۔ اب اس سے زیادہ اس امت
مرحومہ پر ابتلا نہیں آسکتا کیونکہ اگر اس سے زیادہ مخالفت کی کامیابی ہو جائے تو قرائن قویہ صاف
گواہی دے رہے ہیں کہ اسلام کا بکلّی استیصال ہو جائے لہذا ضروری تھا کہ اس درجہ کے ابتلا پر
مسیح کاسر الصلیب آجاتا اور اس سے زیادہ اسلام کو خفت نہ اٹھانی پڑتی۔ منہ

٭ اگر کسی کمزور یا نابینا کے کپڑے پر کوئی پلیدی لگ جائے یا وہ شخص خود کیچڑ میں پھنس جائے تو ہماری انسانی
ہمدردی کا یہ تقاضا نہیں ہوسکتا کہ ان مکروہ اسباب کی وجہ سے اس کمزور یا نابینا کو قتل کر دیں بلکہ ہمارے رحم کا یہ
تقاضا ہونا چاہیئے کہ ہم خود اُٹھ کر محبت کی راہ سے اس کیچڑ سے اس عاجز کے پیر باہر نکالیں اور کپڑے دھو دیں۔ منہ

طرح پر معنے اس حدیث کے یہ ہوئے کہ مہدی اور مسیح کی پیدائش جو آیات کبریٰ میں سے
ہے تیرھویں صدی میں ہوگی اور چودھویں صدی میں اس کا ظہور ہوگا۔ یہی معنے محققین علماء
نے کئے ہیں اور انہی قرائن سے انھوں نے حکم کیا ہے کہ مہدی معہود کا تیرھویں صدی میں
پیدا ہو جانا ضروری ہے تا چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوسکے چنانچہ اسی بناء پر اور
نیز کشفی اور قرائن کی رو سے بھی مولوی نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم اپنی کتاب
حجج الکرامہ میں لکھتے ہیں کہ میں بلحاظ قرائن قویہ گمان کرتا ہوں کہ چودھویں صدی کے سر
پر مہدی معہود کا ظہور ہوگا۔ اور ان قرائن میں سے ایک یہ ہے کہ تیرھویں صدی میں بہت
سے دجالی فتنے ظہور میں آگئے ہیں۔ اب دیکھو کہ اس نامی مولوی نے جو بہت سی کتابوں کا
مؤلف بھی ہے کیسی صاف گواہی دیدی کہ چودھویں صدی ہی مہدی و مسیح کے ظاہر ہونے
کا وقت ہے اور صرف اسی پر بس نہیں کی بلکہ اپنی کتاب میں اپنی اولاد کو وصیت بھی
کرتا ہے کہ اگر میں مسیح موعود کا زمانہ نہ پاؤں تو تم میری طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کا السلام علیکم مسیح موعود کو پہنچا دو ٭ مگر افسوس کہ یہ تمام باتیں صرف زبان سے
تھیں اور دل انکار سے خالی نہ تھا اگر وہ میرے دعویٰ مسیح موعود ہونے کا زمانہ پاتے تو
ظاہر قرائن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اپنے دوسرے بھائیوں علماء سے لعن و طعن
اور تکفیر و تکذیب اور تفسیق میں شریک ہو جاتے کیا ان مولویوں نے چودھویں صدی کے
آنے پر کچھ غور بھی کی؟ کچھ خوف خدا اور تقویٰ سے بھی کام لیا۔ کونسا حملہ ہے جو نہیں کیا
اور کونسی تکذیب اور توہین ہے جو اُن سے ظہور میں نہیں آئی اور کونسی گالی ہے

٭ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسیح موعود کو السلام علیکم پہنچایا۔ یہ درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
طرف سے ایک پیشگوئی ہے نہ عوام کی طرح معمولی سلام۔ اور پیشگوئی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
مجھے بشارت دیتے ہیں کہ جسقدر مخالفین کی طرف سے فتنے اٹھینگے اور کافر اور دجال کہینگے اور عزت اور
جان کا ارادہ کریں گے اور قتل کے لئے فتوے لکھیں گے۔ خدا ان سب باتوں میں ان کو نامراد رکھے گا اور
تمہارے شامل حال سلامتی رہےگی اور ہمیشہ کے لئے عزت اور بزرگی اور قبولیت اور ہر ایک ناکامی
سے سلامتی صفحۂ دنیا میں محفوظ رہے گی جیسا کہ السلام علیکم کا مفہوم ہے۔ منہ

جس سے زبان کو روکے رکھا۔ اصل بات یہ ہے کہ جب تک کسی دل کو خدا نہ کھولے کھل نہیں سکتا۔ اور جب تک وہ قادر کریم خود اپنے فضل سے بصیرت عنایت نہ کرے تب تک کوئی آنکھ دیکھ نہیں سکتی۔ اور پھر ایک ثبوت چودھویں صدی کے متعلق یہ ہے کہ ایک بزرگ نے مدت دراز سے ایک شعر اپنے کشف کے متعلق شائع کیا ہوا ہے جسکو لاکھوں انسان جانتے ہیں۔ اس کشف میں بھی یہی لکھا ہے کہ مہدی معہود یعنے مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اور وہ شعر یہ ہے ؎

در سن غاشی ہجری دو قران خواہد بود | از پئے مہدی و دجّال نشان خواہد بود

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ جب چودھویں صدی میں سے گیارہ برس گذریں گے تو آسمان پر خسوف کسوف چاند اور سورج کا ہوگا اور وہ مہدی اور دجّال کے ظاہر ہو جانیکا نشان ہوگا۔ اس شعر میں مؤلف نے دجّال کے مقابل پر مسیح نہیں لکھا بلکہ مہدی لکھا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہدی اور مسیح دونوں ایک ہی ہیں۔ اب دیکھو کہ یہ پیشگوئی کیسی صفائی سے پوری ہوگئی اور میرے دعوے کے وقت رمضان کے مہینہ میں اسی صدی یعنے چودھویں صدی ۱۳۱۱ھ میں خسوف کسوف ہوگیا فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ ایسا ہی دارقطنی کی ایک حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مہدی معہود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا وہ حدیث یہ ہے کہ ان لمھدینا اٰیتین الخ ترجمہ تمام حدیث کا یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں جب سے زمین و آسمان کی بُنیاد ڈالی گئی وہ نشان کسی مامور اور مرسل اور نبی کے لئے ظہور میں نہیں آئے اور وہ نشان یہ ہیں کہ چاند کا اپنی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں اور سورج کا اپنے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں رمضان کے مہینہ میں گرہن ہوگا۔ یعنے انہی دنوں میں جبکہ مہدی اپنا دعویٰ دُنیا کے سامنے پیش کرے گا اور دُنیا اس کو قبول نہیں کرے گی آسمان پر اسکی تصدیق کے لئے ایک نشان ظاہر ہوگا اور وہ یہ کہ مقررہ تاریخوں میں جیسا کہ حدیث مذکورہ میں درج ہیں سورج چاند کا رمضان کے مہینہ میں جو نزول کلام الٰہی کا مہینہ ہے گرہن ہوگا اور ظلمت کے دکھلانے سے خدا تعالےٰ کی طرف سے یہ اشارہ ہوگا کہ زمین

پر ظلم کیا گیا اور جو خدا کی طرف سے تھا اُس کو مفتری سمجھا گیا۔ اب اس حدیث سے صاف طور پر چودھویں صدی متعین ہوتی ہے کیونکہ کسوف خسوف جو مہدی کا زمانہ بتلاتا ہے اور مکذبین کے سامنے نشان پیش کرتا ہے وہ چودھویں صدی میں ہی ہُوا ہے۔ اب اس سے زیادہ صاف اور صریح دلیل کونسی ہوگی کہ کسوف خسوف کے زمانہ کو مہدی معہود کا زمانہ حدیث نے مقرر کیا ہے اور یہ امر مشہود محسوس ہے کہ یہ کسوف خسوف چودھویں صدی ہجری میں ہی ہوا اور اسی صدی میں مہدی ہونے کے مدعی کی سخت تکذیب ہوئی پس ان قطعی اور یقینی مقدمات سے یہ قطعی اور یقینی نتیجہ نکلا کہ مہدی معہود کا زمانہ چودھویں صدی ہے اور اس سے انکار کرنا امور مشہودہ محسوسہ بدیہیہ کا انکار ہے ہمارے مخالف اس بات کو تو مانتے ہیں کہ چاند اور سُورج کا گرہن رمضان میں واقع ہوگیا اور چودھویں صدی میں واقع ہُوا مگر نہایت ظلم اور حق پوشی کی راہ سے تین عذر پیش کرتے ہیں ناظرین خود سوچ لیں کہ کیا یہ عذر صحیح ہیں؟ (۱) اوّل یہ عذر ہے کہ بعض راوی اس حدیث کے ثقاة میں سے نہیں ہیں اس کا یہ جواب ہے کہ اگر درحقیقت بعض راوی مرتبہ اعتبار سے گرے ہوئے تھے تو یہ اعتراض دارقطنی پر ہوگا کہ اس نے ایسی حدیث کو لکھ کر مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دیا۔ یعنے یہ حدیث اگر قابل اعتبار نہیں تھی تو دارقطنی نے اپنی صحیح میں کیوں اس کو درج کیا حالانکہ وہ اس مرتبہ کا آدمی ہے جو صحیح بخاری پر بھی تعاقب کرتا ہے اور اسکی تنقید میں کسی کو کلام نہیں اور اسکی تالیف کو ہزار سال سے زیادہ گذر گیا مگر اب تک کسی عالم نے اس حدیث کو زیر بحث لاکر اسکو موضوع قرار نہیں دیا نہ یہ کہا کہ اسکے ثبوت کی تائید میں کسی دوسرے طریق سے مدد نہیں ملی بلکہ اُسوقت سے جو یہ کتاب ممالک اسلامیہ میں شائع ہوئی تمام علماء و فضلاء متقدمین و متاخرین میں سے اس حدیث کو اپنی کتابوں میں لکھتے چلے آئے بھلا اگر کسی نے اکابر محدثین میں سے اس حدیث کو موضوع ٹھہرایا ہے تو ان میں سے کسی محدث کا فعل یا قول پیش تو کرو جس نے لکھا ہو کہ یہ حدیث موضوع ہے اور اگر کسی جلیل الشان محدث کی کتاب سے اس حدیث کا موضوع ہونا ثابت کر سکو تو ہم فی الفور ایک سو روپیہ بطور انعام تمہاری نذر کرینگے جس جگہ چاہو امانتاً پہلے جمع کرالو ورنہ خدا سے ڈرو جو میرے بغض کے لئے صحیح

حدیثوں کو جو علمائے ربانی نے لکھی ہیں موضوع ٹھہراتے ہو حالانکہ امام بخاری نے تو بعض
روافض اور خوارج سے روایت لی ہے ان تمام حدیثوں کو کیوں صحیح جانتے ہو؟ غرض
ناظرین کے لئے یہ فیصلہ کھلا کھلا ہے کہ اگر کوئی شخص اس حدیث کو موضوع قرار
دیتا ہے تو وہ اکابر محدثین کی شہادت سے ثبوت پیش کرے۔ ہم حتمی وعدہ کرتے
ہیں کہ ہم اس کو ایک سو روپیہ بطور انعام دیدیں گے۔ خواہ یہ روپیہ بھی مولوی ابوسعید
محمد حسین صاحب کے پاس اپنی تسلی کے لئے بہ شرائط مذکورہ بالا جمع کرا لو اور اگر یہ حدیث
موضوع نہیں اور افترا کی تہمت سے اس کا دامن پاک ہے تو تقویٰ اور ایمانداری
کا یہی تقاضا ہونا چاہیئے کہ اس کو قبول کر لو۔ محدثین کا ہرگز یہ قاعدہ نہیں ہے کہ کسی
راوی کی نسبت ادنیٰ جرح سے بھی فی الفور حدیث کو موضوع قرار دیا جائے۔ بھلا جن
حدیثوں کی رو سے مہدی خونی کو مانا جاتا ہے وہ کس مرتبہ کی ہیں آیا انکے تمام راوی
جرح سے خالی ہیں بلکہ جیسا کہ ابن خلدون نے لکھا ہے تمام اہل حدیث جانتے ہیں کہ مہدی
کی حدیثوں سے ایک حدیث بھی جرح سے خالی نہیں پھر ان مہدی کی حدیثوں کو ایسا
قبول کر لینا کہ گویا ان کا انکار کفر ہے حالانکہ وہ سب کی سب جرح سے بھری ہوئی ہیں اور ایک
ایسی حدیث سے انکار کرنا جو اور طریقوں سے بھی ثابت ہے اور جو خود قرآن آیت جمع
الشمس والقمر میں اسکے مضمون کا مصدق ہے۔ کیا یہی ایمانداری ہے؟ حدیثوں کے[1]
جمع کرنے والے ہر ایک جرح سے حدیث کو نہیں پھینک دیتے تھے ورنہ انکے لئے
مشکل ہو جاتا کہ اس التزام سے تمام اخبار و آثار کو اکٹھا کر سکتے ہیں۔ یہ باتیں سب کو
معلوم ہیں مگر اب بخل جوش مار رہا ہے۔ ماسوا اسکے جبکہ مضمون اس حدیث کا جو غیب
کی خبر پر مشتمل ہے پورا ہو گیا تو بموجب آیت کریمہ فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ
من رسول قطعی اور یقینی طور پر ماننا پڑا کہ یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے
اور اس کا راوی بھی عظیم الشان آئمہ میں سے ہے یعنے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ۔ تو اب
بعد شہادت قرآن شریف کے جو آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً سے اس حدیث کے
منجانب رسول ہونے پر مل گئی ہے پھر بھی اس کو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نہ

سمجھنا کیا یہ دیانت کا طریق ہے؟ اور کیا آپ لوگوں کے نزدیک اس اعلیٰ درجہ کی پیشگوئی
پر بجز خدا کے رسولوں کے کوئی اور بھی قادر ہو سکتا ہے؟ اور اگر نہیں ہو سکتا تو
کیوں اس بات کا اقرار نہیں کرتے کہ قرآنی شہادت کے رو سے یہ حدیث رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے* اور اگر آپ لوگوں کے نزدیک ایسی پیشگوئی پر کوئی
دوسرا بھی قادر ہو سکتا ہے تو پھر آپ اسکی نظیر پیش کریں جس سے ثابت ہو کہ کسی مفتری
یا رسول کے سوا کسی اور نے کبھی یہ پیشگوئی کی ہو کہ ایک زمانہ آتا ہے جس میں فلاں مہینے
میں چاند اور سورج کا خسوف کسوف ہوگا اور فلاں فلاں تاریخوں میں ہوگا اور یہ نشان
کسی مامور من اللہ کی تصدیق کے لئے ہوگا جسکی تکذیب کی گئی ہوگی اور اس صورت کا ۱۹۶
نشان اوّل سے آخر تک کبھی دنیا میں ظاہر نہیں ہوا ہوگا اور میں دعوے سے کہتا ہوں
کہ آپ ہرگز اسکی نظیر پیش نہیں کر سکینگے۔ درحقیقت آدم سے لیکر اس وقت تک کبھی اس
قسم کی پیشگوئی کسی نے نہیں کی اور یہ پیشگوئی چار پہلو رکھتی ہے (۱) یعنے چاند کا گرہن
اس کی مقررہ راتوں میں سے پہلی رات میں ہونا۔ (۲) سورج کا گرہن اسکے مقررہ دنوں
میں سے بیچ کے دن میں ہونا (۳) تیسرے یہ کہ رمضان کا مہینہ ہونا (۴) چوتھے
مدعی کا موجود ہونا جسکی تکذیب کی گئی ہو۔ پس اگر اس پیشگوئی کی عظمت کا انکار ہے تو دنیا
کی تاریخ میں سے اسکی نظیر پیش کرو اور جب تک نظیر نہ مل سکے تب تک یہ پیشگوئی ان تمام
پیشگوئیوں سے اوّل درجہ پر ہے جنکی نسبت آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً کا مضمون
صادق آسکتا ہے کیونکہ اس میں بیان کیا گیا ہے کہ آدم سے اخیر تک اسکی نظیر نہیں پھر

* یاد رکھنا چاہیئے کہ قرآن شریف کی گواہی صحت حدیث کسوف خسوف کی نسبت صرف ایک گواہی
نہیں ہے بلکہ دو گواہیاں ہیں ایک تو یہ آیت کہ وجمع الشمس والقمر جو پیشگوئی کے طور پر بتلا رہی ہے
کہ قیامت کے قریب جو مہدی آخر الزمان کے ظہور کا وقت ہے چاند اور سورج کا ایک ہی مہینہ میں گرہن ہوگا
دوسری گواہی اس حدیث کے صحیح اور موضوع[1] متصل ہونے پر آیت فلا یظہر علیٰ غیبہ احداً الا من ارتضیٰ
من رسول میں ہے کیونکہ یہ آیت علم غیب صحیح اور صاف کا رسولوں پر حصر کرتی ہے جس سے بالضرورت متعین
ہوتا ہے کہ ان لمھدینا کی حدیث بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ منہ

[1] یہاں کاتب کی غلطی سے موضوع متصل لکھا گیا ہے لیکن صحیح لفظ "مرفوع متصل" ہے چونکہ اصل کتاب میں موضوع متصل تھا اسلئے وہی قائم رکھا گیا ہے۔۔۔

جبکہ ایک حدیث دوسری حدیث سے قوت پاکر پایۂ یقین کو پہنچ جاتی ہے تو جس حدیث نے خدا تعالیٰ کے کلام سے قوت پائی ہے اسکی نسبت یہ زبان پر لانا کہ وہ موضوع اور مردود ہے اُنہی لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ کا خوف نہیں ہے اگرچہ بباعث کثرت اور کمال شہرت کے اس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک رفع نہیں کیا گیا اور نہ اسکی ضرورت سمجھی گئی مگر خدا نے اپنی دو گواہیوں سے یعنے آیت فلا یظھر الخ اور آیت جمع الشمس والقمر سے خود اس حدیث کو مرفوع متصل بنا دیا۔ سو بلاشبہ قرآنی شہادت سے اب یہ حدیث مرفوع متصل ہے کیونکہ قرآن ایسی تمام پیشگوئیوں کا جو کمال صفائی سے پوری ہو جائیں اس تہمت سے تبریہ کرتا ہے کہ بجز خدا کے رسول کے کوئی شخص اس کا بیان کرنے والا ہے۔ نعوذ باللہ یہ خدا کے کلام کی تکذیب ہے کہ وہ تو صاف لفظوں میں بیان فرماوے کہ میں صریح اور صاف پیشگوئیوں کے کہنے پر بجز اپنے رسول کے کسی کو قدرت نہیں دیتا لیکن اسکے برخلاف کوئی اور یہ دعوے کرے کہ ایسی پیشگوئیاں کوئی اور بھی کر سکتا ہے جسپر خدا کی طرف سے وحی نازل نہیں ہوئی اور اس طریق سے آیت فلا یظھر علی غیبہ احدًا کی تکذیب کر دیوے غرض جبکہ ان تمام طریقوں سے اس حدیث کی صحت ثابت ہوگئی اور نیز اسکی پیشگوئی اپنے پورے پیرایہ میں وقوع میں بھی آگئی۔ تو اے خدا سے ڈرنے والو! اب مجھے کہنے دو کہ ایسی حدیث سے انکار کرنا جو گیارہ سو برس سے علماء اور خواص اور عوام میں شائع ہو رہی ہے اور امام محمد باقر اسکے راوی ہیں اور تیرہ[۱۳۰۰] سو برس سے یعنے ابتدا سے آجتک کسی نے اسکو موضوع قرار نہیں دیا اور نہ دارقطنی نے اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا اور قرآن آیت جمع الشمس والقمر میں اس کا مصدق ہے یعنے اسی گرہن سورج اور چاند کی طرف یہ آیت بھی اشارہ کرتی ہے اور نیز قرآن صاف اور صریح لفظوں میں فرماتا ہے کہ کسی پیشگوئی پر جو صاف اور صریح اور فوق العادت طور پر پوری ہو گئی ہو بجز خدا کے رسول کے اور کوئی شخص قادر نہیں ہو سکتا۔ ایسا انکار جو عناداً کیا جائے ہرگز کسی ایماندار کا کام نہیں ؏

دوسرا اعتراض مخالفین کا یہ ہے کہ یہ پیشگوئی اپنے الفاظ کے مفہوم کے مطابق پوری نہیں ہوئی کیونکہ چاند کا گرہن رمضان کی پہلی رات میں نہیں ہوا بلکہ تیرھویں رات میں ہوا۔ اور نیز سورج کا گرہن رمضان کی پندرھویں تاریخ نہیں ہوا بلکہ ۲۸ تاریخ کو ہوا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس گرہن کے لئے کوئی نیا قاعدہ اپنی طرف سے نہیں تراشا بلکہ اُسی قانون قدرت کے اندر اندر گرہن کی تاریخوں سے خبر دی ہے جو خدا نے ابتدا سے سورج اور چاند کے لئے مقرر کر رکھا ہے اور صاف لفظوں میں فرما دیا ہے کہ سُورج کا کسوف اسکے دنوں میں سے بیچ کے دن میں سے ہوگا۔ اور قمر کا خسوف اس کی پہلی رات میں ہوگا یعنے ان تین راتوں میں سے جو خدا نے قمر کے گرہن کے لئے مقرر فرمائی ہیں پہلی رات میں خسوف ہوگا سو ایسا ہی وقوع میں آیا کیونکہ چاند کی تیرھویں رات میں جو قمر کی خسوفی راتوں میں سے پہلی رات ہے خسوف واقع ہو گیا اور حدیث کے مطابق واقع ہوا ورنہ مہینہ کی پہلی رات میں قمر کا گرہن ہونا ایسا ہی بدیہی محال ہے جس میں کسی کو کلام نہیں وجہ یہ کہ عرب کی زبان میں چاند کو اسی حالت میں قمر کہہ سکتے ہیں جبکہ چاند تین دن سے زیادہ کا ہو اور تین دن تک اس کا نام ہلال ہے نہ قمر۔ اور بعض کے نزدیک سات دن تک ہلال ہی کہتے ہیں چنانچہ قمر کے لفظ میں لسان العرب میں یہ عبارت ہے ھو بعد ثلٰث لیال الی اٰخر الشھر[۱] یعنے چاند کا قمر کے لفظ پر اطلاق تین رات کے بعد ہوتا ہے۔ پھر جبکہ پہلی رات میں جو چاند نکلتا ہے وہ قمر نہیں ہے اور نہ قمر کی وجہ تسمیہ یعنے شدت سپیدی و روشنی اس میں موجود ہے تو پھر کیونکر یہ معنے صحیح ہوں گے کہ پہلی رات میں قمر کو گرہن لگے گا یہ تو ایسی ہی مثال ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں جوان عورت پہلی رات میں ہی حاملہ ہو جائیگی اور اس پر کوئی مولوی صاحب ضد کر کے یہ معنے بتلاویں کہ پہلی رات سے مراد وہ رات ہے جس رات وہ لڑکی پیدا ہوئی تھی تو کیا یہ معنے صحیح ہوں گے اور کیا انکی خدمت میں کوئی عرض نہیں کرے گا کہ حضرت پہلی رات میں تو وہ جوان نہیں کہلاتی بلکہ اسکو صبیہ یا بچہ کہیں گے پھر اسکی طرف حمل منسوب کرنا کیا معنے رکھتا ہے اور اس جگہ پر

[۱] یہ عبارت بوجہ عدم توجہ کاتب کے غلط ہو گئی ہے اصل میں یوں ہونی چاہیئے تھی (یعنی چاند پر قمر کے لفظ کا اطلاق) چونکہ طبع اوّل میں اسی طرح ہے (دیکھو ایڈیشن اول) ناشر

ایک عقلمند یہی سمجھے گا کہ پہلی رات سے مُراد زفاف کی رات ہے جبکہ اوّل دفعہ ہی کوئی عورت اپنے خاوند کے پاس جائے۔ اب بتلاؤ کہ اس فقرے میں اگر کوئی اس طرح کے معنے کرے تو کیا وہ معنے آپ کے نزدیک صحیح ہیں؟ اس بُنیاد پر کہ خدا ہر ایک چیز پر قادر ہے اور کیا آپ ایسا خیال کرلینگے کہ وہ جوان عورت پیدا ہوتے ہی اپنی پیدائش کی پہلی رات میں ہی حاملہ ہوجائے گی۔ اے حضرات! خدا سے ڈرو جبکہ حدیث میں قمر کا لفظ موجود ہے اور بالاتفاق قمر اُس کو کہتے ہیں جو تین دن کے بعد یا سات دن کے بعد کا چاند ہوتا ہے تو اب ہلال کو کیونکر قمر کہا جائے ظلم کی بھی تو کوئی حد ہوتی ہے پھر ظاہر ہے کہ جبکہ قمر کے خسوف گرہن کے لئے تین راتیں خدا کے قانون قدرت میں موجود ہیں اور پہلی رات چاند کے خسوف کی تین راتوں میں سے مہینہ کی تیرھویں رات ہے اور ایسا ہی سورج گرہن کے لئے خدا کے قانونِ قدرت میں تین دن ہیں اور بیچ کا دن سُورج کے کسوف کے دنوں میں سے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ ہے تو یہ معنے کیسے صاف اور سیدھے اور سریع الفہم اور قانونِ قدرت پر مبنی ہیں کہ مہدی کے ظہور کی یہ نشانی ہوگی کہ چاند کو اپنے گرہن کی مقررہ راتوں میں سے جو اس کے لئے خدا نے ابتداء سے مقرر کر رکھی ہیں پہلی رات میں گرہن لگ جائے گا یعنے مہینہ کی تیرھویں رات جو گرہن کی مقررہ راتوں میں پہلی رات ہے ایسا ہی سورج کو اپنے گرہن کے مقررہ دنوں میں سے بیچ کے دن میں گرہن لگیگا یعنے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو جو سُورج کے گرہن کا ہمیشہ بیچ کا دن ہے کیونکہ خدا کے قانونِ قدرت کی رو سے ہمیشہ چاند کا گرہن تین راتوں میں سے کسی رات میں ہوتا ہے یعنے ۱۳ و ۱۴ و ۱۵۔ ایسا ہی سُورج کا گرہن اس کے تین مقررہ دنوں میں سے کبھی باہر نہیں جاتا یعنے مہینہ کا ۲۷ و ۲۸ و ۲۹۔ پس چاند کے گرہن کا پہلا دن ہمیشہ سترھویں* تاریخ سمجھا جاتا ہے۔ اور سورج کے گرہن کا بیچ کا دن ہمیشہ مہینہ کی ۲۸ تاریخ عقلمند جانتا ہے اب ایسی صاف پیشگوئی میں بحث کرنا اور یہ کہنا کہ قمر کا گرہن مہینہ کی پہلی رات میں ہونا چاہیئے تھا یعنی جبکہ کنارۂ آسمان پر ہلال نمودار ہوتا ہے یہ کس قدر ظلم ہے۔ کہاں ہیں رونے والے جو اس قسم کی عقلوں کو روویں یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ پہلی تاریخ کا چاند جسکو ہلال

* یہاں غلطی کاتب سے سترھویں لکھا گیا ہے۔ اصل لفظ صحیح تیرھویں ہے چونکہ طبع اوّل میں سترھویں تھا لہٰذا وہی قائم رکھا گیا

کہتے ہیں وہ تو خود ہی مشکل سے نظر آتا ہے۔ اسی وجہ سے ہمیشہ عیدوں پر جھگڑے ہوتے ہیں پس اس غریب بیچارہ کا گرہن کیا ہوگا۔ کیا پدّی اور کیا پدّی کا شوربا*

تیسرا اعتراض اس نشان کو مٹانے کے لئے یہ پیش کیا گیا ہے کہ کیا ممکن نہیں کہ کسوف خسوف تو اب رمضان میں ہوگیا ہو مگر مہدی جسکی تائید اور شناخت کے لئے خسوف کسوف ہوا ہے وہ پندرھویں صدی میں پیدا ہو یا سولھویں صدی میں یا اسکے بعد کسی اور صدی میں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ لے بزرگو! خدا ہی تم پر رحم کرے جبکہ آپ لوگوں کی فہم کی یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے تو میرے اختیار میں نہیں کہ میں کچھ سمجھا سکوں۔ صاف ظاہر ہے کہ خدا کے نشان اس کے رسولوں اور ماموروں کی شناخت کے لئے ہوتے ہیں اور ایسے وقت میں ہوتے ہیں جبکہ انکی سخت تکذیب کی جاتی ہے اور ان کو مفتری اور کافر اور فاسق قرار دیا جاتا ہے تب خدا کی غیرت ان کیلئے جوش مارتی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ اپنے نشانوں سے صادق کو صادق کرکے دکھلاوے غرض ہمیشہ آسمانی نشانوں کے لئے ایک محرک کی ضرورت ہوتی ہے اور جو لوگ بار بار تکذیب کرتے ہیں وہی محرک ہوتے ہیں۔ نشانوں کی یہی فلاسفی ہے اور یہ کبھی نہیں ہوتا کہ نشان تو آج ظاہر ہو اور جسکی تصدیق اور اس کے مخالفوں کے ذب اور دفع

* یاد رہے کہ کسی حدیث کی سچائی پر اس سے زیادہ کوئی یقینی اور قطعی گواہی نہیں ہوسکتی کہ وہ حدیث اگر کسی پیشگوئی پر مشتمل ہے تو وہ پیشگوئی صفائی سے پوری ہو جائے کیونکہ اور سب طریق اثباتِ صحت حدیث کے ظنّی ہیں مگر یہ حدیث کا ایک چمکتا ہوا زیور ہے کہ اسکی سچائی کی روشنی پیشگوئی کے پورا ہونے سے ظاہر ہو جائے کیونکہ کسی حدیث کی پیشگوئی کا پورا ہو جانا اس حدیث کو مرتبہ ظن سے یقین کے اعلیٰ درجہ تک پہنچا دیتا ہے اور ایسی حدیث کے ہم رتبہ اور یقینی مرتبہ میں ہم پلہ کوئی حدیث نہیں ہوسکتی گو بخاری کی ہو یا مسلم کی۔ اور ایسی حدیث کے سلسلۂ اسناد میں گو بفرض محال ہزار کذّاب اور مفتری ہو اُسکی قوت صحت اور مرتبہ یقین کو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتا کیونکہ وسائل محسوسہ مشہودہ بدیہیہ سے اُسکی صحت کھل جاتی ہے اور ایسی کتاب کا یہ امر فخر ہو جاتا ہے اور اسکی صحت پر ایک دلیل قائم ہو جاتی ہے جسمیں ایسی حدیث ہو پس دارقطنی کا فخر ہے جسکی حدیث ایسی صفائی سے پوری ہوگئی۔ منہ

کے لئے وہ نشان ہے وہ کہیں سو یا دو سو یا تین سو یا ہزار برس کے بعد پیدا ہوا ور خود ظاہر ہے کہ ایسے نشانوں سے اُسکے دعوے کو کیا مدد پہنچے گی بلکہ ممکن ہے کہ اس عرصہ تک اس نشان پر نظر رکھ کر کئی مدعی پیدا ہو جائیں تو اب کون فیصلہ کرے گا کہ کس مدعی کی تائید میں یہ نشان ظاہر ہوا تھا۔ تعجب ہے کہ مدعی کا تو ابھی وجود بھی نہیں اور نہ اس کے دعوے کا وجود ہے اور نہ خدا کی نظر میں کوئی محرکِ تکذیب کرنے والا موجود ہے بلکہ سو دو سو یا ہزار برس کے بعد انتظار ہے تو قبل از وقت نشان کیا فائدہ دے گا اور کس کے لئے ہوگا کیونکہ موجودہ زمانہ کے لوگ تو ایسے نشان سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے جس کے ساتھ مدعی نہیں ہے اور جبکہ نشان کے دیکھنے والے بھی سب خاک میں مل جائینگے اور کوئی زمین پر زندہ نہیں ہوگا جو یہ کہہ سکے کہ میں نے چاند اور سورج کو بچشم خود گرہن ہوتے دیکھا تو ایسے نشان سے کیا فائدہ مرتب ہوگا جو زندہ مدعی کے زمانہ کے وقت صرف ایک مردہ قصہ کے طور پر پیش کیا جائے گا اور خدا کو کیا ایسی جلدی پڑی تھی کہ کئی سو برس پہلے نشان ظاہر کر دیا اور ابھی مدعی کا نام و نشان نہیں نہ اس کے باپ دادے کا کچھ نام و نشان۔ یہ بھی یاد رکھو کہ یہ عقیدہ اہل سنت اور شیعہ کا مسلم ہے کہ مہدی جب ظاہر ہوگا تو صدی کے سر پر ہی ظاہر ہوگا۔ پس جبکہ مہدی کے ظہور کے لئے صدی کے سر کی شرط ہے تو اس صدی میں تو مہدی کے پیدا ہونے سے ہاتھ دھو رکھنا چاہیئے کیونکہ صدی کا سر گذر گیا اور اب بات دوسری صدی پر جا پڑی اور اس کی نسبت بھی کوئی قطعی فیصلہ نہیں کیونکہ جبکہ چودھویں صدی جو حدیث نبوی کا مصداق تھی اور نیز اہل کشف کے کشفوں سے لدی ہوئی تھی خالی گذر گئی تو پندرھویں صدی پر کیا اعتبار رہا۔ پھر جبکہ آنیوالے مہدی کے ظہور کے کوئی لچھن نظر نہیں آتے اور کم سے کم سو برس پر بات جا پڑی تو اس بیہودہ نشان خسوف کسوف سے فائدہ کیا ہوا جب اس صدی کے سب لوگ مر جائینگے اور کوئی خسوف کسوف کا دیکھنے والا زندہ نہ رہیگا تو اس وقت تو یہ کسوف خسوف کا نشان محض ایک قصہ کے رنگ میں ہو جائے گا اور ممکن ہے کہ اُس وقت علمائے کرام اسکو ایک موضوع حدیث کے طور پر سمجھ کر داخل دفتر کر دیں۔ غرض اگر مہدی

اور اس کے نشان میں جدائی ڈال دی جائے تو یہ ایک مکروہ بدفالی ہے جس سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا ہرگز ارادہ ہی نہیں ہے کہ اس کی مہدویت کو آسمانی نشانوں سے ثابت کرے۔ پھر جبکہ قدیم سے سنّت اللہ یہی ہے کہ نشان اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جبکہ خدا کے رسولوں کی تکذیب ہوتی ہے اور ان کو مفتری خیال کیا جاتا ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ مدعی تو ابھی ظاہر نہیں ہوا اور نہ اس کی تکذیب ہوئی مگر نشان پہلے ہی سے ظاہر ہو گیا اور جب دو تین سو برس کے بعد کوئی پیدا ہوگا اور تکذیب ہوگی تب یہ باسی قصہ کس کام آسکتا ہے کیونکہ خبر معائنہ کے برابر نہیں ہو سکتی اور نہ ایسے مدعی کی نسبت قطع کر سکتے ہیں کہ درحقیقت فلاں صدی میں خسوف کسوف اسی کی تصدیق میں ہوا تھا خدا کی ہرگز یہ عادت نہیں کہ مدعی اور اس کے تائیدی نشانوں میں اس قدر لمبا فاصلہ ڈال دے جس سے امر مشتبہ ہو جائے۔ کیا یہ چند لفظ ثبوت کا کام دے سکتے ہیں کہ فلاں صدی میں جو خسوف کسوف ہوا تھا وہ اسی مدعی کی تائید میں ہوا تھا۔ یہ خوب ثبوت ہے جو خود ایک دوسرے ثبوت کو چاہتا ہے۔ غرض یہ دار قطنی کی حدیث مسلمانوں کے لئے نہایت مفید ہے اس نے ایک تو قطعی طور پر مہدی معہود کے لئے چودھویں صدی کا زمانہ مقرر کر دیا ہے اور دوسرے اس مہدی کی تائید میں اس نے ایسا آسمانی نشان پیش کیا ہے جس کے تیرہ سو برس سے کل اہل اسلام منتظر تھے سچ کہو کہ کیا آپ لوگوں کی طبیعتیں چاہتی تھیں کہ میرے مہدویت کے دعوے کے وقت میں آسمان پر رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف ہو جائے۔ ان تیرہ سو برسوں میں بہتیرے لوگوں نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا مگر کسی کے لئے یہ آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا بادشاہوں کو بھی جنکو مہدی بننے کا شوق تھا یہ طاقت نہ ہوئی کہ کسی حیلہ سے اپنے لئے رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف کرا لیتے۔ بیشک وہ لوگ کروڑہا روپیہ دینے کو طیار تھے اگر کسی کی طاقت میں بجز خدا تعالےٰ کے ہوتا کہ انکے دعوے کے ایام میں رمضان میں خسوف کسوف کر دیتا۔ مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے میری تصدیق کے لئے آسمان پر یہ نشان ظاہر کیا ہے اور اُسوقت

ظاہر کیا ہے جبکہ مولویوں نے میرا نام دجّال اور کذاب اور کافر بلکہ اکفر رکھا تھا یہ وہی نشان ہے جس کی نسبت آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں بطور پیشگوئی وعدہ دیا گیا تھا اور وہ یہ ہے قل عندی شہادۃ من اللّٰہ فھل انتم مومنون۔ قل عندی شہادۃ من اللّٰہ فھل انتم مسلمون۔ یعنے ان کو کہدے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو مانوگے یا نہیں۔ پھر ان کو کہدے کہ میرے پاس خدا کی ایک گواہی ہے کیا تم اس کو قبول کروگے یا نہیں۔ یاد رہے کہ اگرچہ میری تصدیق کے لئے خدا تعالےٰ کی طرف سے بہت گواہیاں ہیں اور ایک سو سے زیادہ وہ پیشگوئی ہے جو پوری ہوچکی جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں مگر اس الہام میں اس پیشگوئی کا ذکر محض تخصیص کے لئے ہے یعنے مجھے ایسا نشان دیا گیا ہے جو آدم سے لے کر اسوقت تک کسی کو نہیں دیا گیا۔ غرض میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہوکر قسم کھا سکتا ہوں کہ یہ نشان میری تصدیق کے لئے ہے نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق کے لئے جس کی ابھی تکذیب نہیں ہوئی اور جس پر یہ شور تکفیر اور تکذیب اور تفسیق نہیں پڑا اور ایسا ہی میں خانہ کعبہ میں کھڑا ہوکر حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ اس نشان سے صدی کی تعیین ہوگئی ہے کیونکہ جبکہ یہ نشان چودھویں صدی میں ایک شخص کی تصدیق کے لئے ظہور میں آیا تو متعین ہوگیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مہدی کے ظہور کیلئے چودھویں صدی ہی قرار دی تھی کیونکہ جس صدی کے سر پر یہ پیشگوئی پوری ہوئی وہی صدی مہدی کے ظہور کے لئے ماننی پڑی تا دعوےٰ اور دلیل میں تفریق اور بُعد پیدا نہ ہو اور پھر اس بات پر ایک اور دلیل ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ علمائے اسلام کا یقینی طور پر یہی عقیدہ تھا کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اور وہ یہ ہے کہ انواع حافظ برخوردار ساکن موضع چٹھی شیخاں ضلع سیالکوٹ میں جسکی پنجاب میں بڑی قبولیت ہے ایک ہندی شعر ہے جس میں صاف اور صریح طور پر اس بات کا بیان ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اور وہ یہ ہے

ع پچھے اک ہزار دے گذرے تری سے سال ۔ عیسٰی ظاہر ہوسیا کرسی عدل کمال۔ اس کا

ترجمہ یہ ہے کہ جب سن ہجری سے تیرہ سو برس گذر جائینگے تو چودھویں صدی کے سر پر عیسٰی ظاہر ہوجائے گا جو کامل عدالت کرے گا یعنے دکھاوے گا کہ صراط مستقیم یہ ہے۔ اب دیکھو کہ حافظ صاحب مرحوم جو عالم حدیث اور فقہ ہیں اور تمام پنجاب میں بڑی شہرت رکھتے ہیں اور پنجاب میں اپنے زمانہ میں اوّل درجہ کے فقیہہ مانے گئے ہیں اور لوگ انکو اہل اللہ میں سے شمار کرتے ہیں اور متقی اور راستگو سمجھتے ہیں بلکہ علماء میں وہ ایک خاص عزّت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں کیسے انھوں نے صاف طور پر فرمایا کہ چودھویں صدی کے سر پر عیسٰی ظاہر ہوگا اور منصفین کے لئے کافی ثبوت اسبات کا دیدیا ہے کہ حدیث اور اقوال علماء سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کے ظاہر ہونے کا وقت چودھویں صدی کا سر ہے دیکھو یہ کیسی صاف گواہیاں ہیں جنکو آپ لوگ قبول نہیں کرتے۔ کیا ممکن تھا کہ حافظ برخوردار صاحب باوجود اس قدر وقعت اور شان اپنی کے جھوٹ بولتے اور اگر جھوٹ بولتے اور اس قول کا کوئی حدیث ماخذ ثابت نہ کرتے تو کیوں علمائے امت ان کا پیچھا چھوڑ دیتے۔ پھر ایک اور مشہور بزرگ جو اسی زمانہ میں گذرے ہیں جو کوٹھہ والے کرکے مشہور ہیں ان کے بعض مرید اب تک زندہ موجود ہیں انھوں نے عام طور پر بیان کیا ہے کہ میاں صاحب کوٹھہ والے نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ مہدی پیدا ہوگیا ہے اور اب اس کا زمانہ ہے اور ہمارا زمانہ جاتا رہا اور یہ بھی فرمایا کہ اسکی زبان پنجابی ہے تب عرض کیا گیا کہ آپ نام بتلاویں جس نام سے وہ شخص مشہور ہے اور جگہ سے مطلع فرماویں۔ جواب دیا کہ میں نام نہیں بتلاؤں گا ✱ اب جس قدر میںنے اس بات کا ثبوت دیا ہے وہ بدیہی طور پر اس امر کا قطعی ثبوت

✱ ان راویوں میں سے ایک صاحب مرزا صاحب کرکے مشہور ہیں جن کا نام محمد اسمٰعیل ہے اور پشاور محلہ گل بادشاہ کے رہنے والے ہیں سابق انسپکٹر مدارس تھے ایک معزز اور ثقہ آدمی ہیں مجھ سے کوئی تعلق بیعت نہیں ہے ایک مدت دراز تک میاں صاحب کوٹھہ والے کی صحبت میں رہے ہیں انھوں نے مولوی سید سرور شاہ صاحب کے پاس بیان کیا کہ میں نے حضرت کوٹھہ والے صاحب سے سُنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ مہدی آخرالزمان پیدا ہوگیا ہے

ہے کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی کے سر پر ہونا ضروری تھا +

ابھی اس کا ظہور نہیں ہوا اور جب پوچھا گیا کہ نام کیا ہے تو فرمایا کہ نام نہیں بتلاؤنگا مگر اس قدر بتلاتا ہوں کہ زبان اس کی پنجابی ہے۔ دوسرے صاحب جو وہ اپنا بلا واسطہ سُننا بیان کرتے ہیں وہ ایک بزرگ معمر حضرت کوٹھ والے صاحب کے بیعت کرنے والوں میں سے اور ان کے خاص رفیقوں میں سے ہیں جن کا نام حافظ نور محمد ہے اور وہ متوطن موضع گڑھی امازئی ہیں اور ان دنوں میں کوٹھہ میں رہا کرتے ہیں۔ اور تیسرے صاحب جو اپنا سُننا بلا واسطہ بیان کرتے ہیں۔ ایک اور بزرگ معمر سفید ریش ہیں جن کا نام گلزار خاں ہے یہ بھی حضرت کوٹھ والے صاحب سے بیعت کرنے والے اور متقی پرہیزگار خدا ترس نرم دل اور مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کے پیر بھائی ہیں ان دونوں بزرگوں کی چشم دید روایت بذریعہ محبی مولوی حکیم محمد یحییٰ صاحب دیپگرانی مجھے پہنچی ہے۔ مولوی صاحب موصوف ایک ثقہ اور متقی آدمی ہیں اور حضرت کوٹھ والے صاحب کے خلیفہ کے خلف الرشید ہیں انھوں نے ۲۳ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو میری طرف ایک خط لکھا تھا جس میں ان دونوں بزرگوں کے بیانات اپنے کانوں سے سُنکر مجھے اس سے اطلاع دی ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے آمین۔ اور وہ خط یہ ہے۔

بخدمت شریف حضرت امام الزمان بعد از السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ معروض۔ کہ میں موضع کوٹھہ علاقہ یوسف زئی کو گیا تھا اور چونکہ سُنا ہوا تھا کہ حضرت صاحب مرحوم کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی آخر الزمان پیدا ہو گیا ہے مگر ظہور ابھی نہیں ہوا تو اس بات کا مجھ کو بہت خیال تھا کہ اس امر میں تحقیق کروں کہ فی الواقع کس طرح ہے۔ جب میں اس دفعہ کوٹھہ کو گیا تو ان کے مریدوں میں سے جو کوئی باقیماندہ ہیں ہر ایک سے مَیں نے استفسار کیا ہر ایک یہی کہتا تھا کہ یہ بات مشہور ہے ہم نے فلاں سے سُنا فلاں آدمی نے یوں کہا کہ حضرت صاحب یُوں فرماتے تھے مگر دو آدمی ثقہ متدین نے اس طرح کہا کہ ہم نے خود اپنے کانوں سے حضرت کی زبان مبارک سے سُنا ہے اور ہم کو خوب یاد ہے ایک حرف

چوتھا امر اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ وہ مسیح موعود جس کا آنا چودھویں صدی

بھی نہیں بھولا۔ اب میں ہر ایک کا بیان بعینہٖ عرض خدمت کرتا ہوں۔ (۱) ایک صاحب حافظ قرآن نور محمد نام اصل متوطن گڑھی امازئی حال مقیم کوٹھہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت (کوٹھہ والے) ایک دن وضو کرتے تھے اور مَیں رو برو بیٹھا تھا۔ فرمانے لگے کہ "ہم اب کسی اور کے زمانہ میں ہیں" میں اس بات کو نہ سمجھا اور عرض کیا کہ کیوں حضرت اس قدر معمر ہو گئے ہیں کہ اب آپ کا زمانہ چلا گیا ابھی آپ کے ہم عمر لوگ بہت تندرست ہیں اپنے دنیوی کام کرتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ تُو میری بات کو نہ سمجھا۔ میرا مطلب تو کچھ اور ہے پھر فرمانے لگے کہ جو خدا کی طرف سے ایک بندہ تجدید دین کے لئے مبعوث ہوا کرتا ہے وہ پیدا ہو گیا ہے ہماری باری چلی گئی۔ میں اس لئے کہتا ہوں کہ ہم کسی غیر کے زمانہ میں ہیں۔ پھر فرمانے لگے کہ وہ ایسا ہو گا کہ مجھ کو تو کچھ تعلق مخلوق سے بھی ہے اس کو کسی کے ساتھ تعلق نہ ہو گا اور اس پر اس قدر شدائد و مصائب آئینگے جنکی نظیر زمانہ گذشتہ میں نہ ہو گی مگر اس کو کچھ پروا نہ ہوگی اور سب طرح کے تکالیف اور فساد اس وقت ہونگے اس کو پروا نہ ہو گی۔ زمین و آسمان ملجائیں گے اور اُلٹ پلٹ ہو جائینگے اس کو پروا نہ ہوگی پھر مَیں نے عرض کی کہ نام ونشان یا جگہ بتاؤ۔ فرمانے لگے نہیں بتاؤں گا۔ فقط۔ یہ اس کا بیان ہے اس میں مَیں نے ایک حرف زیر بالا نہیں کیا ہاں اسکی تقریر افغانی ہے یہ اس کا ترجمہ ہے

دوسرے صاحب جن کا نام گلزار خاں ہے جو ساکن موضع بڈا بیر علاقہ پشاور ہیں اور حال میں ایک موضع میں کوٹھہ شریف کے قریب رہتے ہیں اور اس موضع کا نام ٹوپی ہے۔ یہ بزرگ بہت مدت تک حضرت صاحب کی خدمت میں رہے ہیں انھوں نے قسم کھا کر کہا کہ ایک دن حضرت صاحب عام مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور طبیعت اس وقت بہت خوش وخرم تھی۔ فرمانے لگے کہ میرے بعض آشنا مہدی آخر الزمان کو اپنی آنکھوں سے دیکھینگے (ارشاد یہ تھا کہ اسی ملک کے قریب مہدی ہو گا جس کو دیکھ سکینگے) اور پھر فرمایا کہ اسکی باتیں اپنے کانوں سے سُنیں گے۔ فقط۔ اس بزرگ کو جبکہ مَیں نے اس راز سے مطلع کیا کہ آپ کے حضرت

کے سر پر مقدّر تھا وہ مَیں ہی ہوں۔ سو اس امر کا ثبوت یہ ہے کہ میرے ہی دعوے

بقیہ حاشیہ

کی یہ پیشگوئی سچی نکلی اور ایسا ہی وقوع میں آگیا ہے۔ دیکھئے پیشگوئی کی منشاء کے موافق مہدی پنجاب میں پیدا ہوگیا ہے) تو وہ بزرگ بہت رویا اور کہنے لگا کہ کہاں ہیں مجھ کو کسی طرح ان کے قدموں تک پہنچاؤ اور میں بسبب ضعف بصارت کے جا نہیں سکتا کیا کروں پھر کہنے لگا کہ میرا اسلام ان کو پہنچانا اور دعا کرانی۔ پھر میں نے اس کی وعدہ کیا کہ ضرور تمہارا اسلام پہنچاؤنگا اور دعا کا سوال بھی کروں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ ضرور اس کے واسطے دعا کی جائے گی۔ والسلام خیر ختام واللہ ثم تاللہ کہ ان دونوں شخصوں نے اسی طرح گواہی دی ہے۔ محمد یحیٰی از دیپگراں

ایسا ہی ایک اور خط مولوی حمید اللہ صاحب ملّا سوات کی طرف سے مجھے پہنچا ہے جس میں یہی گواہی بزبان فارسی ہے جس کا ترجمہ ذیل میں لکھتا ہوں۔

بخدمت شریف کاشف رموز نہانی واقف علوم ربانی جناب مرزا صاحب عرض داشت یہ ہے کہ فضیلت پناہ جناب مولوی محمد یحیٰی صاحب اخوان زادہ جو آپ کی خدمت میں ہوگئے ہیں ان سے کئی دفعہ آپ کا ذکر جمیل درمیان آیا۔ آخر ایک روز باتیں کرتے کرتے مہدی اور عیسٰے اور مجدد کا ذکر درمیان آگیا تب مَیں نے اسی تقریب پر ذکر کیا کہ ایک روز ہمارے مرشد حضرت صاحب کوٹھہ والے فرماتے تھے کہ مہدی معہود پیدا ہوگیا ہے۔ لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ اس بات کو سنکر فضیلت پناہ مولوی محمد یحیٰی اخوان زادہ اس بات پر مصر ہوئے کہ اس بیان کو خدا تعالے کی قسم کھا کر تحریر کردیں۔ پس میں بحکم آیت ولا تکتموا الشہادۃ ومن یکتمھا فانہ اٰثم قلبہ خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر لکھتا ہوں کہ حضرت صاحب کوٹھہ والے ایک دو سال اپنی وفات سے پہلے یعنے سنہ ۱۲۹۲ء یا سنہ ۱۲۹۳ء میں اپنے چند خواص میں بیٹھے ہوئے تھے اور ہر ایک باب سے معارف اور اسرار میں گفتگو شروع تھی ناگاہ مہدی معہود کا تذکرہ درمیان آگیا فرمانے لگے کہ مہدی معہود پیدا ہوگیا ہے مگر ابھی ظاہر نہیں ہوا ہے۔ اور قسم بخدا کہ یہی ان کے کلمات تھے اور مَیں نے سچ سچ بیان کیا ہے نہ ہوائے نفس سے اور

کے وقت میں آسمان پر خسوف کسوف ہوا ہے اور میرے ہی دعوے کے وقت میں

بقیہ حاشیہ

بجز اظہار حق اور کوئی غرض درمیان نہیں ان کے مُنہ سے یہ الفاظ افغانی زبان میں نکلے تھے:۔ ”چہ مہدی پیدا شوے دے او وقت د ظہور نہ دے“ یعنے مہدی موعود پیدا ہوگیا ہے لیکن ابھی ظاہر نہیں ہوا بعد اس کے حضرت موصوف نے سلخ ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۴ ہجری میں وفات پائی۔

ایسا ہی ایک اور بزرگ گلاب شاہ نامی موضع جمال پور ضلع لدھیانہ میں گزرے ہیں جن کے خوارق اس طرف بہت مشہور ہیں انھوں نے چند لوگوں کے پاس اپنا یہ کشف بیان کیا جنمیں سے ایک بزرگ کریم بخش نامی (خدا انکو غریق رحمت کرے) پرہیزگار موحد معمر سفید ریش کو مَیں نے دیکھا ہے٭ اور انھوں نے نہایت رقت سے چشم پُر آب ہو کر کئی جلسوں میں میرے روبرو اس زمانہ میں جبکہ چودھویں صدی میں سے ابھی آٹھ برس گذرے تھے یہ گواہی دی کہ مجذوب گلاب شاہ صاحب نے آج سے تیس برس پہلے یعنے اُس زمانہ میں جبکہ یہ عاجز قریبًا بیس سال کی عمر کا تھا خبر دی تھی کہ عیسٰی جو آنیوالا تھا وہ پیدا ہوگیا ہے اور وہ قادیان میں ہے میاں کریم بخش صاحب کا بیان ہے کہ مَیں نے کہا کہ حضرت عیسٰی تو آسمان سے اُتریں گے وہ کہاں پیدا ہوگیا۔ تب اُس نے جواب دیا کہ جو آسمان پر مرجاتے ہیں وہ واپس نہیں آیا کرتے ان کو آسمانی بادشاہت ملجاتی ہے وہ اسکو چھوڑ کر واپس نہیں آتے بلکہ آنے والا عیسٰی قادیان میں پیدا ہوا ہے جب وہ ظاہر ہوگا تب وہ قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔ میں دل میں ناراض ہوا اور کہا کہ کیا قرآن میں غلطیاں ہیں

٭ میاں کریم بخش ساکن جمال پور ضلع لدھیانہ نے میاں گلاب شاہ مجذوب کی اس پیشگوئی کو بڑے بڑے مسلمانوں کے جلسہ میں بیان کیا تھا چنانچہ ایک دفعہ قریبًا سات سو آدمی کے جلسہ میں قادیان میں بیان کیا اور میرے خیال میں انھوں نے لدھیانہ میں کم سے کم دس ہزار آدمی کو اس سے اطلاع دی ہوگی مجھے کئی مہینوں تک لدھیانہ میں رہنے کا اتفاق ہوا میاں کریم بخش موضع جمالپور سے چند روز کے بعد ضرور آتے تھے اور بسا اوقات پچاس پچاس آدمی کے روبرو وہ یہ پیشگوئی بیان کرتے تھے اور یہ لازمی امر تھا کہ بیان کرنیکے وقت بات کے کسی نہ کسی محل پر انکے آنسو جاری ہو جاتے تھے مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ نے بھی یہ پیشگوئی انکے مُنہ سے سنی تھی لدھیانہ میں یہ پیشگوئی بہت شہرت یافتہ ہے اور ہزارہا انسان گواہ ہیں۔ منہ

صلیبی فتنے پیدا ہوئے ہیں اور میرے ہی ہاتھ پر خدا نے اس بات کا ثبوت دیا ہے کہ مسیح موعود اس اُمت میں سے ہونا چاہیئے اور مجھے خدا نے اپنی طرف سے قوت دی ہے کہ میرے مقابل پر مباحثہ کے وقت کوئی پادری ٹھہر نہیں سکتا اور میرا رعب عیسائی علماء پر خدا نے ایسا ڈال دیا ہے کہ اُن کو طاقت نہیں رہی کہ میرے مقابلہ پر آسکیں۔ چونکہ خدا نے مجھے رُوح القدس سے تائید بخشی ہے اور اپنا فرشتہ میرے ساتھ کیا ہے اس لئے کوئی پادری میرے مقابل پر آ ہی نہیں سکتا یہ وہی لوگ ہیں جو کہتے تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معجزہ نہیں ہوا کوئی پیشگوئی ظہور میں نہیں آئی اور اب بلائے جاتے ہیں پر نہیں آتے اس کا یہی سبب ہے کہ انکے دلوں میں خدا نے ڈال دیا ہے کہ اس شخص کے مقابل پر ہمیں بجز شکست کے اور کچھ نہیں دیکھو ایسے وقت میں کہ جب حضرت مسیح کے خدا بنانے پر سخت غلو کیا جاتا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو رُوح القدس کی تائید سے خالی خیال کرتے تھے اور معجزات اور پیشگوئیوں سے انکار تھا

بقیہ حاشیہ

تب اُس نے کہا کہ تو میری بات نہیں سمجھا قرآن کے ساتھ جھوٹے حاشیے ملائے گئے ہیں وہ دور کر دے گا یعنے جب وہ ظاہر ہوگا جھوٹی تفسیریں جو قرآن کی کی گئی ہیں ان کا جھوٹ ثابت کر دے گا تب اُس عیسٰی پر بڑا شور ہوگا اور تو دیکھے گا کہ مولوی کیسا شور مچائینگے۔ یاد رکھ کہ تو دیکھے گا کہ مولوی کیسا شور مچائینگے۔ تب میں نے کہا کہ قادیان تو ہمارے گاؤں سے قریب دو تین میل کے فاصلہ پر ہے اُس میں عیسٰی کہاں ہے اس کا اُس نے جواب دیا (وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُس کو اس سے زیادہ علم نہیں دیا گیا تھا کہ عیسٰی قادیان میں پیدا ہوگا اور اس کو خبر نہیں تھی کہ ایک قادیان ضلع گورداسپور میں بھی ہے اس لئے اس نے اس اعتراض میں دخل نہ دیا۔ یا فقیرانہ کبریائی سے اس کی طرف التفات نہ کی) پھر کریم بخش صاحب مرحوم کہتے ہیں کہ ایک دوسرے وقت میں پھر اُس نے یہی ذکر کیا اور کہا کہ اس عیسٰی کا نام غلام احمد ہے اور وہ قادیان میں ہے۔ اب دیکھو کس قدر اہل کشف ایک زبان ہو کر چودھویں صدی میں عیسٰی کے ظاہر ہونے کی گواہی دے رہے ہیں؟ منہ

ایسے وقت میں پادریوں کے مقابل پر کون کھڑا ہوا کس کی تائید میں خدا نے بڑے بڑے معجزے دکھلائے کتاب تریاق القلوب کو پڑھو اور پھر انصاف سے کہو کہ اگرچہ صدہا باتیں قصّوں کے رنگ میں بیان کی جاتی ہیں مگر یہ نشان اور پیشگوئیاں جو رویت کی شہادت سے ثابت ہیں جن کے بچشم خود دیکھنے والے اب تک لاکھوں انسان دنیا میں موجود ہیں یہ کس سے ظہور میں آئے کون ہے جو ہر ایک نئی صبح کو مخالفین کو ملزم کر رہا ہے۔ کہ آؤ اگر تم میں رُوح القدس سے کچھ قوت ہے تو میرا مقابلہ کرو؟ عیسائیوں اور ہندوؤں اور آریوں میں کون ہے جو اس وقت میرے سامنے کہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا؟ سو یہ خدا کی حجت ہے جو پوری ہوئی۔ سچائی سے انکار کرنا طریق دیانت اور ایمان نہیں ہے۔ بلاشبہ ہر ایک قوم پر اللہ کی حجت پوری ہوگئی ہے آسمان کے نیچے اب کوئی نہیں کہ جو رُوح القدس کی تائید میں میرا مقابلہ کر سکے میں انکار کرنے والوں کو کس سے مشابہت دوں وہ اس نادان سے مشابہت رکھتے ہیں جس کے سامنے ایک ڈبہ جواہرات کا پیش کیا گیا جس میں کچھ بڑے دانے اور کچھ چھوٹے تھے اور بہت سے اُن میں سے صفا کئے گئے تھے مگر ایک دو دانے اعلےٰ قسم کے تو تھے مگر ابھی جوہری نے نادانوں کے امتحان کے لئے ان کو جلا نہیں دی تھی تب یہ نادان غصّہ میں آیا اور تمام پاک اور چمکیلے جواہرات دامن سے پھینک دیئے اس خیال سے کہ ایک دو دانے اُن جواہرات میں سے اس کے نزدیک بہت روشن نہیں ہیں یہی حال ان لوگوں کا ہے کہ باوجودیکہ خدا تعالےٰ کی اکثر پیشگوئیاں کمال صفائی سے پوری ہوگئیں ان سے کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے جو سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن ایک دو ایسی پیشگوئیاں جن کی حقیقت کم بصیرتی سے انکو سمجھ نہیں آئی ان کا بار بار ذکر کر رہے ہیں ہر ایک مجلس میں انکو پیش کرتے ہیں۔ اے مسلمانوں کی ذریت! تمہیں راستی سے بغض کرنا کس نے سکھایا جبکہ تمہاری آنکھوں کے سامنے خدا نے وہ عجیب کام بکثرت دکھلائے جن کا دکھلانا انسان کی قدرت میں نہیں اور جو تمہارے باپ دادوں نے نہیں دیکھے تھے تو کیا ان نشانوں کو بھلا دینا اور دو تین پیشگوئیوں کی نسبت بیہودہ نکتہ چینیاں کرنا جائز تھا۔ کیا تمہیں

معلوم نہیں جو میری تصدیق کے لئے کیسا عظیم الشان نشان آسمان پر ظاہر ہؤا اور تیرہ سو برس کی انتظار کے بعد میرے ہی زمانہ میں میرے ہی دعوے کے عہد میں میری ہی تکذیب کے وقت خدا نے اپنے دو روشن نیّروں سورج اور چاند کو رمضان کے مہینے میں بے نور کر دیا یہ موجودہ علماء کے سلب نور اور ظلم پر ایک ماتمی نشان تھا اور مقرر تھا کہ وہ مہدی کی تکذیب کے وقت ظاہر ہوگا۔ خدا کے پاک نبی ابتدا سے خبر دیتے آئے تھے کہ مہدی کے انکار کی وجہ سے یہ ماتمی نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ اور رمضان میں اس لئے کہ دین میں ظلمت اور ظلم روا رکھا گیا جیسا کہ آثار میں بھی آچکا ہے کہ مہدی پر کفر کا فتویٰ لکھا جائے گا۔ اور اس کا نام وقت کے علماء دجّال اور کذّاب اور مفتری اور بے ایمان رکھیں گے اور اس کے قتل کے منصوبے ہونگے تب خدا جو آسمان کا خدا ہے جس کا قوی ہاتھ اُس کے گروہ کو بچاتا ہے آسمان پر مہدی کی تائید کے لئے یہ نشان ظاہر کرے گا اور قرآن اس کی گواہی دے گا۔* مگر چونکہ نشانوں کے نیچے ہمیشہ ایک اشارہ ہوتا ہے گویا ان کے اندر ایک تصویری تفہیم منقوش ہوتی ہے اس لئے خدا نے اس کسوف خسوف کے نشان میں اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ علمائے محمدی جو چاند اور سورج کے مشابہ ہونے چاہئیں تھے اس وقت ان کا نور فراست جاتا رہے گا اور مہدی کو شناخت نہیں کریں گے اور تعصب کے گرہن نے ان کے دل کو سیاہ کر دیا ہوگا۔ اس لئے اس امر کے اظہار کے لئے اِسی

---

* حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ مسیح اپنے دعاوی اور معارف کو قرآن سے استنباط کرے گا یعنے قرآن اسکی سچائی کی گواہی دے گا اور علمائے وقت بعض حدیثوں کو پیش نظر رکھ کر اسکی تکذیب کرینگے + اور مکتوبات امام ربانی میں لکھا ہے کہ مسیح موعود جب دنیا میں آئے گا تو علمائے وقت بمقابلہ اسکے آمادہ مخالفت ہو جائینگے کیونکہ جو باتیں بذریعہ اپنے استنباط اور اجتہاد کے وہ بیان کرے گا وہ اکثر دقیق اور غامض ہونگی اور بوجہ دقت اور غموض ماخذ کے ان سب مولویوں کی نگاہ میں کتاب اور سنت کے برخلاف نظر آئینگی حالانکہ حقیقت میں برخلاف نہیں ہونگی۔ دیکھو صفحہ ۱۰۷ المکتوبات امام ربانی مطبع احمدی دہلی۔ منہ

نشان آسمان پر ظاہر ہوگا۔ پھر اسی نشان پر خدا نے بس نہیں کی بڑی بڑی فوق العادت پیشگوئیاں ظہور میں آئیں جیسا کہ لیکھرام والی پیشگوئی جسکی ساری برٹش انڈیا گواہ ہے کیسے شان اور شوکت سے ظہور میں آگئی اور باوجود ہزاروں طرح کی حفاظتوں اور ہشیاریوں کے کس طرح خدا کے ارادہ نے روز روشن میں اپنا کام کر دیا۔ ایسا ہی رسالہ انجام آتھم کی یہ پیشگوئی کہ عبد الحق غزنوی نہیں مرے گا جب تک کہ اس عاجز کا پسر چہارم پیدا نہ ہولے کس صفائی اور روشنی سے عبد الحق کی زندگی میں پوری ہوگئی اور ایسا ہی یہ پیشگوئی کہ اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہوگا بعد ان لڑکوں کے جو سب مر گئے اور اس لڑکے کا تمام بدن پھوڑوں سے بھرا ہؤا ہوگا چنانچہ ان پیشگوئیوں میں ایسا ہی ظہور میں آیا۔ جس طور سے اور جس تاریخ میں لیکھرام کا قتل ہونا بیان کیا گیا تھا اسی طرح سے لیکھرام قتل ہؤا اور کئی سو لوگوں نے گواہی دی کہ وہ پیشگوئی بہت صفائی سے پوری ہوگئی چنانچہ اب تک وہ محضر نامہ میرے پاس موجود ہے جس پر ہندوؤں کی گواہیاں ثبت ہیں۔ ایسا ہی پیشگوئی کے مطابق میرے گھر میں چار لڑکے پیدا ہوئے اور پسر چہارم کی پیدائش تک پیشگوئی کے مطابق عبد الحق غزنوی زندہ رہا اس میں کیسی قدرت الٰہی پائی جاتی ہے۔ ایسا ہی لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مکرمی اخویم مولوی حکیم نور الدین صاحب کے گھر میں ایک لڑکا پیدا ہؤا جس کا بدن پھوڑوں سے بھرا ہؤا تھا اور وہ پھوڑے ایک سال سے بھی کچھ زیادہ دنوں تک اس لڑکے کے بدن پر رہے جو بڑے بڑے اور خطرناک اور بدنما اور موٹے اور ناقابل علاج معلوم ہوتے تھے جن کے اب تک داغ موجود ہیں۔ کیا یہ طاقتیں بجز خدا کے کسی اور میں بھی پائی جاتی ہیں؟ پھر یہ پیشگوئیاں کچھ ایک دو پیشگوئیاں نہیں بلکہ اسی قسم کی سو سے زیادہ پیشگوئیاں ہیں جو کتاب تریاق القلوب میں درج ہیں۔ پھر ان سب کا کچھ بھی ذکر نہ کرنا اور بار بار احمد بیگ کے داماد یا آتھم کا ذکر کرتے رہنا کس قدر مخلوق کو دھوکہ دینا ہے اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ مثلاً کوئی شریر النفس اُن تین ہزار معجزات کا کبھی ذکر نہ کرے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے

ظہور میں آئے اور حدیبیہ کی پیشگوئی کا بار بار ذکر کرے کہ وہ وقت اندازہ کردہ پر پوری نہیں ہوئی یا مثلاً حضرت مسیح کی صاف اور صریح پیشگوئیوں کا کبھی کسی کے پاس نام نہ لے اور بار بار ہنسی ٹھٹھے کے طور پر لوگوں کو یہ کہے کہ کیوں صاحب کیا وہ وعدہ پورا ہوگیا جو حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ ابھی تم میں سے کئی لوگ زندہ ہونگے جو میں پھر واپس آؤں گا یا مثلاً شرارت کے طور پر داؤد کا تخت دوبارہ قائم کرنے کی پیشگوئی کو بیان کرکے پھر ٹھٹھے سے کہے کہ کیوں صاحب کیا یہ سچ ہے کہ حضرت مسیح بادشاہ بھی ہوگئے تھے اور داؤد کا تخت ان کو مل گیا تھا شیخ سعدی بخیل کی نسبت سچ فرماتے ہیں ؎

ندارد بصد نکتۂ نغز گوش   چو زحفے بہ بیند برآرد خروش

یہ نادان نہیں جانتے کہ پیشگوئی ایک علم ہے اور خدا کی وحی ہے اس میں بعض وقت متشابہات بھی ہوتے ہیں اور بعض وقت ملہم تعبیر کرنے میں خطا کرتا ہے جیسا کہ حدیث ذہب وھلی اس پر شاہد ہے پھر احمد بیگ کے داماد کا اعتراض کرنا اور احمد بیگ کی وفات کو بھول جانا کیا یہی ایمانداری ہے۔ اس جگہ تو پیشگوئی کی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی اور ایک حصہ پیشگوئی کا یعنے احمد بیگ کا میعاد کے اندر فوت ہو جانا حسب منشائے پیشگوئی صفائی سے پورا ہوگیا اور دوسرے کی انتظار ہے۔ مگر یونس نبی کی قطعی پیشگوئی میں سے کونسا حصہ پورا ہوگیا اگر شرم ہے تو اس کا کچھ جواب دو۔ آپ لوگ اگر بہت ہی کم فرصت ہوں اور اُن تمام نشانوں کو جو سو سے زیادہ ہیں غور سے نہ دیکھ سکیں تو نمونہ کے طور پر ایک نشان آسمان کا لے لیں یعنے مہینہ رمضان کا خسوف کسوف۔ اور ایک نشان زمین کا یعنے لیکھرام کا پیشگوئی کے مطابق مارا جانا۔ اور پھر سوچ لیں کہ نشان نمائی میں درحقیقت دو گواہیاں طالب صادق کے لئے کافی ہیں ہاں اگر طالب صادق نہیں تو اسکے لئے تو ہزار معجزہ بھی کافی نہیں ہوگا۔ دیکھنا چاہیئے کہ چاند اور سورج کا رمضان شریف میں گرہن ہونا کس قدر ایک مشہور پیشگوئی تھی۔ یہاں تک کہ جب ہندوستان میں یہ نشان ظاہر ہوا تو مکہ معظمہ کی ہر ایک گلی اور کوچہ میں اس کا تذکرہ تھا کہ مہدی موعود پیدا ہوگیا۔ ایک دوست نے جو اُن دنوں مکہ میں تھا

خط میں لکھا کہ جب مکہ والوں کو سورج اور چاند گرہن کی خبر ہوئی کہ رمضان میں حدیث کے الفاظ کے مطابق گرہن ہوگیا تو وہ سب خوشی سے اُچھلنے لگے کہ اب اسلام کی ترقی کا وقت آگیا اور مہدی پیدا ہوگیا اور بعض نے قدیم جہادی غلطیوں کی وجہ سے اپنے ہتھیار صاف کرنے شروع کردیئے کہ اب کافروں سے لڑائیاں ہونگی غرض متواتر سنا گیا ہے کہ نہ صرف مکہ میں بلکہ تمام بلاد اسلام میں اس کسوف خسوف کی خبر پاکر بڑا شور اُٹھا تھا اور بڑی خوشیاں ہوئی تھیں اور منجمین نے یہ گواہی دی ہے کہ اس کسوف خسوف میں ایک خاص نُدرت تھی یعنے ایک بے مثل اعجوبہ جس کی نظیر نہیں دیکھی گئی اور اسی نُدرت کے دیکھنے کے لئے ہمارے اس ملک کے ایک حصہ میں انگریزی فلاسفروں کی طرف سے ایک رصدگاہ بنایا گیا تھا اور امریکہ اور یورپ کے دُور دُور کے ملکوں سے انگریزی منجم کسوف خسوف کی اس طرز عجیب کے دیکھنے کے لئے آئے تھے جیسا کہ اس خسوف کسوف کے نُدرت کے حالات ان دنوں میں پرچہ سول ملٹری گزٹ اور ایسا ہی اور کئی انگریزی اخباروں میں اور نیز بعض اردو اخباروں میں بھی مفصل چھپے تھے اور لیکھرام کے مارے جانے کا نشان بھی ایک ہیبت ناک نشان تھا جس میں پانچ برس پہلے اس واقعہ کی خبر دی گئی تھی اور پیشگوئی میں ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ عید کے دوسرے دن مارا جائے گا اور اس طرح پر قتل کا دن بھی متعین ہوگیا تھا اور اس کے ساتھ کسی قسم کی شرط نہ تھی اور ہزار سے زیادہ لوگ بول اُٹھے تھے کہ یہ پیشگوئی کمال صفائی سے پوری ہوگئی۔ غرض ان دو نشانوں کی عظمت نے دلوں کو ہلا دیا تھا۔ نہ معلوم منکر خدا تعالےٰ کو کیا جواب دیں گے جنھوں نے ان چمکتے ہوئے نشانوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور ناحق ظلم سے اپنے پیروں کے نیچے کچل دیا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔ ہائے یہ لوگ کیوں نہیں دیکھتے کہ کیسے متواتر نشان ظاہر ہوتے جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی تائیدیں کیسی نازل ہو رہی ہیں اور ایک خدائی قوت زمین پر کام کر رہی ہے۔ ہائے یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو اس قدر نقلی اور عقلی

اور کشفی طور پر ثبوت کے سوا ہرگز اس میں جمع نہ ہو سکتے ✦

آسماں بارد نشاں الوقت میگوید زمیں ۔۔۔ باز بغض و کینہ و انکار اینان را بہ بیں
اے ملامت گر خدا را بر زماں کن یک نظر ۔۔۔ چوں خدا خاموش ماندے در چنیں وقتِ خطر
خستگانِ دیں مرا از آسمان طلبیدہ اند ۔۔۔ آمدم وقتے کہ دلہا خوں ز غم گردیدہ اند
دعوئے ما را فروغ از صد نشاں بنہادہ اند ۔۔۔ مہر و مہ ہم از پئے تصدیق ما استادہ اند

کچھ ایسے عقل پر پردے پڑ گئے ہیں کہ بار بار یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ حدیثوں کے مطابق اس شخص کا دعویٰ نہیں۔ اے قابل رحم قوم! میں کب تک تمہیں سمجھاؤں گا خدا تمہیں ضائع ہونے سے بچاوے آپ لوگ کیوں نہیں سمجھتے اور میں کیونکر دلوں کو چاک کرکے سچائی کا نور ان میں ڈال دوں۔ کیا ضرور نہ تھا کہ مسیح حَکَم ہو کر آتا۔ اور کیا مسیح پر یہ فرض تھا کہ باوجود اسکے کہ خدا نے اس کو صحیح علم دیا پھر بھی وہ تمہاری ساری حدیثوں کو مان لیتا کیا اس کو ادنیٰ سے ادنیٰ محدث کا درجہ بھی نہیں دیا گیا اور اسکی تنقید جو علم لدنی پر مبنی ہے اس کا کچھ بھی اعتبار نہیں اور کیا اس پر واجب ہے کہ پہلے ناقدین حدیث کی شہادت کو ہر جگہ اور ہر مقام اور ہر موقعہ اور ہر تاویل میں قبول کر لے اور ایک ذرہ انکے قدمگاہ سے انحراف نہ کرے۔ اگر ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا تو پھر اس کا نام حَکَم کیوں رکھا گیا۔ وہ تو تلمیذ المحدثین ہوا۔ اور ان کی رہنمائی کا محتاج۔ اور جبکہ بہر حال محدثین کی لکیر پر ہی اس نے چلنا ہے تو یہ ایک بڑا دھوکہ ہے کہ اس کا نام یہ رکھا گیا کہ قومی تنازع کا فیصلہ کرنے والا۔ بلکہ اس صورت میں وہ نہ عدل رہا نہ حَکَم رہا صرف بخاری اور مسلم اور ابن ماجہ اور ابن داؤد وغیرہ کا ایک مقلد ہوا۔ گویا محمد حسین بٹالوی اور نذیر حسین دہلوی اور رشید احمد گنگوہی وغیرہ کا ایک چھوٹا بھائی ہوا۔ بس یہی ایک غلطی ہے جس نے آسمانی دولت سے ان لوگوں کو محروم رکھا ہے۔ کیا یہ اندھیر کی بات نہیں کہ محدثین کی تنقید اور توثیق اور تصحیح کو عظمت کی نگاہ سے دیکھا جائے گویا ان کا سب لکھا ہوا نوشتہ تقدیر ہے لیکن وہ جس کا خدا نے فیصلہ کرنے والا نام رکھا اور امت کے اندرونی نزاعوں کے تصفیہ کرنے کے لئے ٹھیرایا وہ ایسا بے دست و پا آیا کہ کسی حدیث کے ردّ یا قبول کا اسکو اختیار نہیں

گویا اس سے وہ لوگ بھی اچھے ٹھیرے جنکی نسبت اہل سنت قبول کرتے ہیں کہ وہ تصحیح حدیث بطور کشف براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے اور اس ذریعہ سے کبھی صحیح حدیث کو موضوع کہدیتے تھے اور کبھی موضوع کا نام صحیح رکھتے تھے پس سوچو اور سمجھو کہ جس شخص کے ذمہ اسلام کے ۷۲ فرقوں کی نزاعوں کا فیصلہ کرنا ہے کیا وہ محض مقلد کے طور پر دنیا میں آسکتا ہے پس یقیناً سمجھو کہ یہ ضروری تھا کہ وہ ایسے طور سے آتا کہ بعض نادان اس کو یہ سمجھتے کہ گویا وہ اُنکی بعض حدیثوں کو زیر و زبر کر رہا ہے یا بعض کو نہیں مانتا اسی لئے تو آثار میں پہلے سے آچکا ہے کہ وہ کافر ٹھیرایا جائے گا اور علمائے اسلام اُس کو دائرہ اسلام سے خارج کرینگے اور اسکی نسبت قتل کے فتوے جاری ہونگے کیا تمہارا مسیح بھی میری طرح کافر اور دجال ہی کہلائیگا اور کیا علماء میں اسکی بھی عزت ہوگی؟ خدا سے خوف کرکے بتلاؤ کہ ابھی یہ پیشگوئی پوری ہوگئی یا نہیں ظاہر ہے کہ جبکہ مسیح اور مہدی کی تکفیر تک نوبت پہنچے گی اور علمائے کرام اور صوفیائے عظام اُن کا نام کافر اور دجال اور بے ایمان اور دائرہ اسلام سے خارج رکھینگے تو کیا کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اختلاف پر شور قیامت برپا ہوگا یہاں تک کہ بجز چند افراد کے تمام علمائے اسلام جو زمین پر رہتے ہیں سب اتفاق کرلینگے کہ یہ شخص کافر ہے یہ پیشگوئی بڑے غور کے لائق ہے کیونکہ بڑے زور سے آپ لوگوں نے اپنے ہاتھوں سے اس کو پورا کر دیا ہے سیاد رہے کہ یہ شبہات کہ کیوں صحاح ستہ کی وہ تمام حدیثیں جو مہدی اور مسیح موعود کے بارے میں لکھی ہیں اس جگہ صادق نہیں آتیں اس سوال سے حل ہو جاتی ہیں کہ کیوں اخبار و آثار میں یہاں تک کہ مکتوبات مجدد صاحب سرہندی اور فتوحات مکیہ اور حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ مہدی اور مسیح کی علمائے وقت سخت مخالفت کرینگے اور ان کا نام گمراہ اور ملحد اور کافر اور دجال رکھینگے اور کہینگے کہ انھوں نے دین کو بگاڑ دیا اور احادیث کو چھوڑ دیا اس لئے وہ واجب القتل ہیں کیونکہ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ آنے والے مسیح اور مہدی بعض حدیثوں کو جو علماء کے نزدیک صحیح ہیں چھوڑ دینگے بلکہ اکثر کو چھوڑ دینگے تبھی تو یہ شور قیامت برپا ہوگا اور کافر کہلائینگے غرض ان احادیث

سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ مہدی اور مسیح علمائے وقت کی امیدوں کے برخلاف ظاہر ہونگے اور جس طور سے انھوں نے حدیثوں میں پٹری جما رکھی ہے اس پٹری کے برخلاف ان کا قول اور فعل ہوگا* اسی وجہ سے ان کو کافر کہا جائے گا۔ یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ علمائے مخالفین کا میری نسبت درحقیقت اور کوئی بھی عذر نہیں بجز اُس بیہودہ عذر کے کہ جو ایک ذخیرہ رطب و یابس حدیثوں کا انھوں نے جمع کر رکھا ہے ان کے ساتھ مجھے ناپنا چاہتے ہیں حالانکہ اُن حدیثوں کو میرے ساتھ ناپنا چاہیئے تھا۔ یہ ایک ابتلاء ہے جو کم عقل اور بد قسمت لوگوں کے لئے مقدر تھا۔ اور اس ابتلاء میں نادان لوگ پھنس جاتے ہیں کیونکہ وہ لوگ اپنے دلوں میں پہلے ہی ٹھہرا لیتے ہیں کہ جو کچھ مہدی اور مسیح کی نسبت حدیثیں لکھی ہیں اور جس طرح ان کے معنے کئے گئے ہیں وہ سب صحیح اور واجب الاعتقاد ہیں اس لئے جب وہ اس فرضی نقشہ سے جو قرآن شریف سے بھی مخالف ہے مجھے مطابق نہیں پاتے تو وہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ کاذب ہے مثلاً وہ خیال کرتے ہیں کہ مسیح موعود ایک ایسی قوم یاجوج ماجوج کے وقت آنا چاہیئے جن کے لمبے درختوں کی طرح قد ہونگے اور اس قدر لمبے کان ہونگے کہ ان کو بستر کی طرح بچھا کر ان پر سو رہیں گے اور نیز مسیح آسمان سے فرشتوں کے ساتھ اُترنا چاہیئے بیت المقدس کے منارہ کے پاس مشرقی طرف اور دجال عجیب الخلقت اس سے پہلے موجود چاہیئے جس کے قبضۂ قدرت میں سب خدائی کی باتیں ہوں مینہہ برسانے اور کھیتیاں اُگانے اور مُردوں زندہ کرنے پر قادر ہو ایک آنکھ سے کانا ہو اور اس کے گدھے کا سر اتنا بڑا موٹا ہو کہ دونو کانوں کا فاصلہ تین سو ہاتھ کے قریب ہو اور دجال کی پیشانی پر کافر لکھا ہُوا ہو۔ اور مہدی ایسا چاہیئے جس کی تصدیق کے لئے آسمان سے زور زور سے آواز آوے کہ یہ خلیفۃ اللہ مہدی ہے اور وہ آواز تمام مشرق و مغرب تک پہنچ جائے اور مکہ سے اس کے لئے ایک خزانہ نکلے اور وہ عیسائیوں سے لڑے اور عیسائی بادشاہ اس کے پاس پکڑے آویں اور تمام زمین کو کفار کے خون سے پُر کر دیوے اور اُنکی تمام دولت

* مہدی کو کافر اور گمراہ اور دجال اور ملحد ٹھہرانے کے بارے میں دیکھو حجج الکرامہ نواب مولوی صدیق حسن خان اور دراسات اللبیب اور فتوحات مکیہ۔ منہ

لوٹ لے اور اس قدر قاتل اور خونریز ہو کہ جب سے دُنیا کی بُنیاد پڑی ہے ایسا خونی آدمی کوئی نہ گزرا ہو اور اس قدر اپنے تابعوں میں مال تقسیم کرے کہ لوگوں کو مال رکھنے کے لئے جگہ نہ رہے اور پھر اتنی خونریزیوں کے بعد چالیس برس تک موت کا حکم دنیا پر سے قطعاً موقوف کر دیا جائے اور تمام ایشیا اور یوروپ اور امریکہ میں بجائے اسکے کہ ایک طرفۃ العین میں لاکھ آدمی مرتا تھا چالیس برس تک کوئی کیڑا بھی نہ مرے نہ وہ بچہ جو پیٹ میں ہے اور نہ وہ بڈھا جو ایک سو برس کا ہے اور شیر اور بھیڑیئے اور چرگ اور باز گوشت کھانا چھوڑ دیں یعنے چالیس برس تک درندے بھی اپنے شکار کو مارنا چھوڑ دیں یہاں تک کہ وہ جوئیں جو بالوں میں پڑتی ہیں اور وہ کیڑے جو پانی میں ہوتے ہیں کسی کو موت نہ آوے اور لوگ اگرچہ روپیہ بہت پاویں مگر چالیس برس تک صرف دال پر ہی گزارہ کریں اور جین مت کے مذہب کی طرح کوئی شخص کوئی جانور نہ مارے عید کی قربانیاں اور حج کے ذبیحے سب بند ہو جائیں* لوگ سانپوں کو نہ ماریں اور نہ سانپ لوگوں کو ڈسیں۔ پس اگر کسی مہدویت کے مدعی کے وقت یہ سب باتیں ہوں تب اس کو سچا مہدی مانا جائے ورنہ نہیں تو اب بتلاؤ کہ ان علامتوں اور نشانوں کے ساتھ

* یہ تمام امور ان پیشگوئیوں سے لازم آتے ہیں جن کے ظاہر الفاظ پر علمائے حال زور دے رہے ہیں۔ کیونکہ جبکہ یہ حکم صادر ہو گیا کہ چالیس برس تک کوئی زندہ نہیں مرے گا اور اسی بنا پر شیر نے بکری کے ساتھ ایک گھاٹ میں پانی پیا اور اپنا شکار پاکر پھر بھی اس کو نہ مارا۔ اور بھیڑیئے نے بھی گوشت خواری سے توبہ کی اور باز بھی چڑیوں کے مارنے سے باز آیا اور سب نے بھوک سے اذیت اُٹھانا قبول کیا مگر کسی جاندار پر حملہ نہ کیا یہاں تک کہ بلّی نے بھی چوہے کی جان بخشی کی اور سب درندوں نے جانوں کی حفاظت کے لئے اپنی موت کو قبول کر لیا تو پھر کیا انسان ہی نالائق اور نافرمان رہے گا کہ ایسے امن کے زمانہ میں اپنے پیٹ کے لئے خون کرکے درندوں سے بھی بدتر ہو جائے گا۔

منہ

جو لوگ سچے مہدی اور سچے مسیح کو پرکھنا چاہتے ہیں وہ مجھ کو کیونکر قبول کر لیں لیکن اس جگہ تعجب یہ ہے کہ آثار میں لکھا ہے کہ وہ مسیح موعود جو ان کے زعم میں آسمان پر سے اُترے گا اور وہ مہدی جس کے لئے آسمان پر سے آواز آئیگی اس کو بھی میری طرح کافر اور دجّال کہا جائے گا۔ اب اس جگہ طبعًا یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر وہ مسیح حدیثوں کے مطابق آسمان سے اُترے گا اور اس مہدی کے لئے سچ مچ آسمان سے آواز آئے گی جو یہ خلیفۃ اللہ ہے تو اتنے بڑے معجزات دیکھنے کے بعد یہاں تک کہ آسمانی فرشتے اُترتے دیکھ کر پھر کیا وجہ کہ ان کو کافر ٹھہرائیں گے۔ بالخصوص جبکہ وہ آسمان سے اُتر کر ان لوگوں کی تمام حدیثیں قبول کر لینگے تو پھر تو کوئی وجہ تکفیر کی نہیں معلوم ہوتی۔ اس سے ضروری طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ میری نسبت بہت زیادہ ان لوگوں کی حدیثوں کا انکار کرینگے ورنہ کیا وجہ کہ باوجود اتنے معجزات دیکھنے کے پھر بھی انکو کافر کہا جائے گا۔ پس ماننا پڑا کہ سچے مسیح اور مہدی کی نشانی ہی یہ ہے کہ وہ ان لوگوں کی بہت سی حدیثوں سے منکر ہو ورنہ یوں تو علماء کا سر پھرا ہوا نہ ہو گا کہ بے وجہ کافر کہدینگے اور انکی نسبت کفر کا فتویٰ دینگے۔ اب اس سوال کا جواب دینا ان مولوی صاحبوں کا حق ہے کہ جبکہ مہدی اور مسیح انکے قرارداده نشانوں کے موافق آئیں گے یعنے ایک تو دیکھتے دیکھتے آسمان سے مع فرشتوں کے اُترے گا اور دوسرے کے لئے آسمان سے آواز آئے گی کہ یہ خلیفۃ اللہ مہدی ہے اور ایک دم میں مشرق مغرب میں وہ آواز پھر جائے گی گویا دونوں آسمان ہی سے اُترے تو پھر اس قدر بڑا معجزہ دیکھنے کے بعد جو گویا سیدنا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی ظہور میں نہیں آیا کیوں ان دونوں معجزنما بزرگوں کو کافر کہیں گے حالانکہ وہ آتے ہی علمائے کرام کے سامنے اطاعت کے ساتھ جھک جائینگے اور چوں نہیں کریں گے اور بخاری اور مسلم اور ابن ماجہ اور ابوداؤد اور نسائی اور موطاء غرض تمام ذخیرہ حدیثوں کو جس طرح پر حضرات موحدین مانتے ہیں سر جھکا کر سب کو مان لینگے اور اگر کوئی عرض کرے گا کہ حضرت آپ تو حَکَم ہو کر آئے ہیں کچھ تو ان علماء سے اختلاف کیجئے تو نہایت عاجزی اور مسکینی سے کہینگے کہ حَکَم کیسے ہماری

کیا مجال کہ ہم صحاح ستّہ کی کچھ مخالفت کریں یا حضرت شیخ الکل نذیر حسین اور حضرت مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اور یا حضرت مولانا امام المقلدین رشید احمد گنگوہی کے اجتہادات اور ان کے اکابر کی تشریحات کی مخالفت کریں۔ یہ حضرات جو کچھ فرما چکے سب ٹھیک اور بجا ہے ہم کیا اور ہمارا وجود کیا۔ ظاہر ہے کہ جبکہ مہدی اس طرح پر تسلیم محض ہو کر آئینگے تو کوئی وجہ نہیں کہ علماء ان کو کافر کہیں یا ان کا نام دجّال رکھیں اکثر یہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں عوام کالانعام کے آگے محض دھوکہ دہی کے طور پر یہ بیان کیا کرتے ہیں کہ دیکھو مسلم میں یہ کیسی واضح حدیث ہے کہ مسیح موعود دمشق کے شرقی منارہ کے نزدیک آسمان پر سے اُترے گا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھے گا اور اس پیشگوئی کے ظاہر الفاظ میں دمشق اور اس کے شرقی طرف ایک منارہ کا بیان ہے جس کے نزدیک مسیح موعود کا آسمان سے اُترنا ضروری ہے پس اگر ان تمام الفاظ کی تاویل کی جائے گی تو پھر پیشگوئی کچھ بھی نہ رہے گی بلکہ مخالف کے نزدیک ایک باعث تمسخر ہوگا کیونکہ پیشگوئی کی تمام شوکت اور اس کا اثر اپنے ظاہر الفاظ کے ساتھ ہوتا ہے اور پیشگوئی کرنے والے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ لوگ ان علامتوں کو یاد رکھیں اور انہی کو مدعی صادق کا معیار ٹھہرائیں مگر تاویل میں تو وہ سارے نشان مقرر کردہ گم ہو جاتے ہیں اور یہ امر مقبول اور مسلّم ہے کہ نصوص کو ہمیشہ ان کے ظاہر پر حمل کرنا چاہیئے اور ہر ایک لفظ کی تاویل مخالف کو تسکین نہیں دے سکتی کیونکہ اس طرح تو کوئی مقدمہ فیصلہ ہی نہیں ہو سکتا بلکہ اگر ایک شخص تاویل کے طور پر اپنے مطلب کے موافق کسی حدیث کے معنے کر لیتا ہے اور الفاظ کے معنے کو تاویل کے طور پر اپنے مطلب کی طرف پھیر لیتا ہے تو اس طرح پر تو مخالف کا بھی حق ہے کہ وہ بھی تاویل سے کام تو پھر فیصلہ قیامت تک غیر ممکن یہ اعتراض ہے جو ہمارے مخالف کرتے ہیں اور نیز اپنے نادان چیلوں کو سکھاتے ہیں مگر انہیں معلوم نہیں کہ وہ خود اس اعتراض کے نیچے ہیں ہم تو کسی حدیث کے ظاہر الفاظ کو نہیں چھوڑتے جب تک قرآن اپنے نصوص صریحہ سے مع دوسری حدیثوں کے اس کو نہ چھڑائے اور تاویل کے لئے مجبور نہ کرے۔ چنانچہ اس جگہ بھی ایسا ہی ہے۔ اگر

یہ لوگ خدا تعالےٰ سے خوف کرکے کچھ سوچتے تو انھیں معلوم ہوتا کہ درحقیقت یہ اعتراض تو انہی پر ہوتا ہے کیونکہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کے بارے میں صاف لفظوں میں یہ پیشگوئی موجود تھی کہ یاعیسیٰ انی متوفیك ورافعك الیّ یعنے اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور وفات کے بعد اپنی طرف اُٹھانیوالا لیکن ہمارے مخالفوں نے اس نص کے ظاہر الفاظ پر عمل نہیں کیا اور نہایت مکروہ اور پُرتکلف تاویل سے کام لیا یعنے رافعک کے فقرہ کو متوفیک کے فقرہ پر مقدم کیا اور ایک صریح تحریف کو اختیار کر لیا اور یا بعض نے توفّی کے لفظ کے معنے بھر لینا کیا جو نہ قرآن سے نہ حدیث سے نہ علم لغت سے ثابت ہوتا ہے اور جسم کے ساتھ اُٹھائے جانا اپنی طرف سے ملا لیا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے متوفیک کے معنے صریح ممیتک بخاری میں موجود ہیں ان سے مُنہ پھیر لیا اور علم نحو میں صریح یہ قاعدہ مانا گیا ہے کہ توفّی کے لفظ میں جہاں خدا فاعل اور انسان مفعول بہ ہو ہمیشہ اُس جگہ توفّی کے معنے مارنے اور رُوح قبض کرنے کے آتے ہیں مگر ان لوگوں نے اس قاعدہ کی کچھ بھی پروا نہیں رکھی اور خدا کی تمام کتابوں میں کسی جگہ رفع الی اللہ کے معنے یہ نہیں کئے گئے کہ کوئی جسم کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھایا جائے لیکن ان لوگوں نے زبردستی سے بغیر وجود کسی نظیر کے رفع الی اللہ کے اس جگہ یہ معنے کئے کہ جسم کے ساتھ اُٹھایا گیا۔ ایسا ہی توفّی کے اُلٹے معنے کرنے کے وقت کوئی نظیر پیش نہ کی اور بھر لینا معنے لے لئے۔ اب بتلاؤ کہ کس نے نصوص کے ظاہر پر عمل کرنا چھوڑ دیا؟ یا یوں سمجھ لو کہ اس جگہ دو پیشگوئیاں متناقض ہیں یعنے ایک پیشگوئی دوسرے کی ضد واقع ہے اس طرح پر کہ مسیح موعود کے نزول کی پیشگوئی جو صحیح مسلم میں موجود ہے اس کے یہ معنے محض اپنی طرف سے ہمارے مخالف کر رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر بیٹھا ہوا ہے ابھی تک فوت نہیں ہوا اور آخری زمانہ میں دمشقی منارہ کی شرقی طرف اُترے گا اور ایسے ایسے کام کریگا غرض یہ پیشگوئی تو صحیح مسلم کی کتاب میں سے ہے جو بگاڑ کر بیان کی جاتی ہے اور اسکے مقابل پر اور اسکی ضد ایک پیشگوئی قرآن شریف میں موجود ہے جو پہلی صدی میں ہی

کروڑ ہا مسلمانوں میں شہرت پا چکی تھی اور یہ شہرت قرآنی پیشگوئی کی مسلم والی پیشگوئی کے وجود سے پہلے تھی یعنے اُس زمانہ سے پہلے جبکہ مسلم نے کسی راوی سے سُنکر اس مخالفانہ پیشگوئی کو قریباً پونے دوسو برس بعد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے اپنی کتاب میں لکھا تھا اور مسلم کی پیشگوئی میں صرف یہی نقص نہیں کہ وہ قریباً پونے دو سو برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کی گئی بلکہ ایک یہ بھی نقص ہے کہ مسلم نے اُس اصل راوی کو بھی نہیں دیکھا جس نے یہ حدیث بیان کی تھی اور نہ اُس شخص کو دیکھا جسکے پاس یہ روایت بیان کی بلکہ بہت سی زبانوں میں گھومتی ہوئی اور ایسے لوگوں کو چھوتی ہوئی جن کو ہم معصوم نہیں کہہ سکتے مسلم تک پہنچی اور ہمارے پاس کوئی دلیل اس بات پر نہیں کہ کیوں ایسی پیشگوئی کی نسبت جو غیر معصوم زبانوں سے کئی وسائط سے سُنی گئی یہ حکم جاری کریں کہ وہ قرآن کی پیشگوئی کے درجہ پر ہے۔ غرض ایسی پیشگوئی جس کا سارا تانا بانا ہی ظنی ہے جب قرآن کی پیشگوئی کی نقیض اور ضد ہو تو اس کو اس کے ظاہر الفاظ کے رو سے ماننا گویا قرآن شریف سے دست بردار ہونا ہے ہاں اگر کسی تاویل سے مطابق آجائے اور تناقض جاتا رہے تو بسروچشم منظور۔ یاد رہے کہ کوئی فولادی قلعہ بھی ایسا پختہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ قرآن شریف میں حضرت مسیح کی موت کی آیت ہے پھر آسمان سے زندہ مع جسم اُترنے کی پیشگوئی کس قدر موت کی پیشگوئی کی نقیض ہے ذرہ سوچ لو اور قرآن نے توفّی اور رفع کے لفظ کو کئی جگہ ایک ہی مضمون موت اور رفع روحانی کے محل پر ذکر کرکے صاف سمجھا دیا ہے کہ توفّی کے معنے مارنا۔ اور رفع الی اللہ کے معنے رُوح کو خدا کی طرف اُٹھانا ہے اور پھر توفّی کے لفظ کے معنے حدیث کے رو سے بھی خوب صاف ہو گئے ہیں کیونکہ بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ متوفیک ممیتک۔ یعنے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے لفظ متوفیک کے یہی معنے کئے ہیں کہ میں تجھے مارنے والا ہوں اور اس بات پر صحابہ کا اجماع بھی ہو چکا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے اور گزشتہ روحوں میں جا ملے۔ اب بتلاؤ اور خود ہی انصاف کرو کہ دو پیشگوئیاں متناقض ایک ہی مضمون میں جھگڑا کر رہی

ہیں۔ ایک قرآنی پیشگوئی ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے موت کا وعدہ ہونا اور پھر بموجب آیت فلما توفیتنی کے اس وعدہ موت کا پورا ہو جانا صاف طور پر اس پیشگوئی سے معلوم ہو رہا ہے اور سارا قرآن اس پیشگوئی کے معنے یہی کر رہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہوگئے اور اُنکی رُوح خدا تعالیٰ کی طرف اُٹھائی گئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کے اتفاق کے ساتھ جو لاکھ سے بھی کچھ زیادہ تھے اس بات پر اجماع ظاہر کر رہے ہیں کہ درحقیقت حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے اور امام مالک بھی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ حضرت عیسیٰ ضرور مر گئے اور امام اعظم اور امام احمد اور امام شافعی انکے قول کو سُنکر اور خاموشی اختیار کر کے اسی قول کی ۱۱
تصدیق کر رہے ہیں اور امام ابن حزم بھی حضرت عیسیٰ کی موت کی گواہی دے رہے ہیں اور مسلمانوں میں سے فرقہ معتزلہ بھی انکی موت کا قائل اور ایک صوفیوں کا فرقہ اسی بات کا قائل کہ مسیح فوت ہوگیا ہے اور آنے والا مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا۔ اور ایک حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بھی جو حجج الکرامہ میں بھی لکھی گئی ہے حضرت عیسیٰ کی عمر ایک سَو بیس برس منقول کر رہی ہے اور کنز العمال کی ایک حدیث فتنہ صلیب کے بعد کے زمانہ کی نسبت بیان کر رہی ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے بلکہ خدا تعالیٰ سے حکم پاکر اپنے وطن سے بطریق سنت جمیع انبیاء علیہم السلام ہجرت کر گئے اور ان ملکوں کی طرف چلے گئے جن میں دوسرے یہودی رہتے تھے جیسے کشمیر جس میں یہودی آکر بخت النصر کے تفرقہ کے وقت آباد ہوگئے تھے اور معراج کی رات میں وفات یافتہ نبیوں کی روحوں میں اُن کی رُوح دیکھی گئی۔ یہ تو قرآنی پیشگوئی ہے جو حضرت عیسیٰ کی وفات بیان فرما رہی ہے جس کے ساتھ ایک لشکر دلائل کا ہے اور علاوہ اور نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کے نسخہ مرہم عیسیٰ اور قبر سری نگر جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام مدفون ہیں اس پر شاہد ہیں اور اس کے مقابل پر وہی مسلم کی ظنی حدیث پیش کیجاتی ہے جسپر صدہا شبہات چیونٹیوں کی طرح چمٹے ہوئے ہیں اور جو ظاہری الفاظ کے رو سے صریح قرآن شریف کے متناقض اور اسکی ضد پڑی ہوئی ہے اور طرفہ تر یہ کہ مسلم میں کوئی آسمان کا لفظ موجود

نہیں مگر پھر بھی خواہ نخواہ اس حدیث کے یہی معنے کئے جاتے ہیں کہ آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اتریںگے* حالانکہ قرآن بضرب دُہل فرما رہا ہے کہ عیسےٰ بن مریم رسول اللہ زمین میں دفن کیا گیا ہے آسمان پر اسکے جسم کا نام و نشان نہیں۔ اب بتلاؤ کہ ہم ان دونوں متناقض پیشگوئیوں میں سے کس کو قبول کریں کیا مسلم کی روایت کے لئے قرآن کو چھوڑ دیں اور ایک ذخیرہ دلائل کو اپنے ہاتھ سے پھینک دیں کیا کریں۔ یہ بھی ہمارا مسلم پر احسان ہے کہ ہم نے تاویل سے کام لیکر حدیث کو مان لیا۔ ورنہ رفع تناقض کے لئے ہمارا حق تو یہ تھا کہ اس حدیث کو موضوع ٹھیراتے لیکن خوب غور سے سوچنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ دراصل حدیث موضوع نہیں ہے ہاں استعارات سے پُر ہے اور پیشگوئی میں جہاں کوئی امتحان منظور ہوتا ہے استعارات ہوا کرتے ہیں ہر ایک پیشگوئی کے ظاہر لفظ کے موافق معنے کرنا شرط نہیں اسکی حدیثوں اور کتاب اللہ میں صدہا نظیریں ہیں یوسف علیہ السلام کے خواب کی پیشگوئی دیکھو کب وہ ظاہری طور پر پوری ہوئی اور کب سورج اور چاند اور ستاروں نے انکو سجدہ کیا اور دمشق کے شرقی منارہ سے ضروری نہیں کہ وہ حصہ شرقی منارہ دمشق کا جزو ہو چنانچہ اسبات کو تو تمام علماء مانتے آئے ہیں اور یاد رہے کہ قادیان ٹھیک ٹھیک دمشق سے شرقی طرف واقع ہے اور دمشق کے ذکر کیوجہ

*مسلم کی حدیث کا یہ لفظ کہ مسیح دمشق کے شرقی منارہ کیطرف اُترے گا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ وہ مسیح موعود کا سکونت گاہ ہوگا بلکہ غایت درجہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کسی وقت اسکی کارروائی دمشق تک پہنچے گی اور یہ بھی اس صورت میں کہ دمشق کے لفظ سے حقیقت میں دمشق ہی مراد ہو اور اگر ایسا سمجھا بھی جائے تو اس میں کیا حرج ہے؟ اب تو دمشق سے مکہ معظمہ تک ریل بھی طیار ہو رہی ہے اور ہر ایک انسان بیس دن تک دمشق میں پہنچ سکتا ہے اور عربی میں نزیل مسافر کو کہتے ہیں لیکن یہ فیصلہ شدہ امر ہے کہ اس حدیث کے یہی معنے ہیں کہ مسیح موعود آنے والا دمشق کے شرقی طرف ظاہر ہوگا اور قادیان دمشق سے شرقی طرف ہے۔ حدیث کا منشاء یہ ہے کہ جیسے دجّال مشرق میں ظاہر ہوگا۔ ایسا ہی مسیح موعود بھی مشرق میں ظاہر ہوگا۔ منہ

ہم بیان کر چکے ہیں۔ ایک اور نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے یعنے یہ کہ جو مسلم کی حدیث میں یہ لفظ ہیں کہ مسیح موعود دمشق کے منارہ شرقی کے قریب نازل ہوگا اس لفظ کی تشریح ایک دوسری مسلم کی حدیث سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ اس مشرقی طرف سے مراد کوئی حصہ دمشق کا نہیں ہے۔ حدیث یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجّال کا پتہ دینے کے لئے مشرق کی طرف اشارہ کیا تھا لفظ حدیث کے یہ ہیں کہ اوما الی المشرق۔ پس اس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ دمشق کسی صورت سے مسیح کے ظہور کی جگہ نہیں کیونکہ وہ مکہ اور مدینہ سے مشرق کیطرف نہیں ہے بلکہ شمال کی طرف ہے اور مسیح کے ظہور کی جگہ وہی مشرق ہے جو دجّال کے ظہور کی جگہ حسب منشائے حدیث اوما الی المشرق ہے یعنے حدیث سے ثابت ہے کہ دجّال کا ظہور مشرق سے ہوگا اور نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب حجج الکرامہ میں منظور کر چکے ہیں کہ فتنہ دجّالیہ کے لئے جو مشرق مقرر کیا گیا ہے وہ ہندوستان ہے اس لئے ماننا پڑا کہ انوار مسیحیہ کے ظہور کا مشرق بھی ہندوستان ہی ہے کیونکہ جہاں بیمار ہو وہیں طبیب آنا چاہیئے اور بموجب حدیث لوکان الایمان عند الثریا لنالہ رجال او رجل من ھٰؤلاء (ای من فارس) دیکھو بخاری صفحہ ۷۲۷۔ رجل فارسی کا جائے ظہور بھی یہی مشرق ہے[*] اور ہم ثابت کر چکے ہیں کہ وہی رجل فارسی مہدی ہے اس لئے ماننا پڑا کہ مسیح موعود اور مہدی اور دجّال تینوں مشرق میں ہی ظاہر ہوں گے اور وہ ملک ہند ہے۔

اب اس سوال کا میں جواب دیتا ہوں کہ اکثر مخالف جوش میں آ کر مجھ سے پوچھا کرتے ہیں کہ تمہارے مسیح موعود ہونے کا کیا ثبوت ہے۔ کیا کسی قرآن شریف کی آیت سے تمہارا مسیح موعود ہونا ثابت ہوتا ہے اور پھر آپ ہی یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ اگر

[*] ایسا ہی ایک حدیث میں لکھا ہے کہ اصفہان سے ایک لشکر آئیگا جسکی جھنڈیاں کالی ہونگی اور ایک فرشتہ آواز دے گا کہ ان میں خلیفۃ اللہ المہدی ہے اور اصفہان بھی حجاز سے مشرق کی طرف ہے اس لئے ثابت ہوا کہ مہدی مشرق میں ہی پیدا ہوگا یا یہ کہ فارسی الاصل ہوگا۔ منہ

صرف کسی سچی خواب یا کسی سچے کشف سے کوئی مسیح موعود یا مہدی بن سکتا ہے تو دنیا میں ایسے ہزارہا لوگ موجود ہیں جنکو سچی خوابیں آتی ہیں اور کشف بھی ہوتے ہیں اور ہم بھی انہی میں سے ہیں تو کیا وجہ کہ ہم مسیح موعود نہ کہلاویں؟

اما الجواب واضح ہو کہ یہ اعتراض صرف میرے پر نہیں بلکہ تمام انبیاء علیہم السلام پر ہے اور میں اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ سچی خوابیں اکثر لوگوں کو آجاتی ہیں اور کشف بھی ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات بعض فاسق اور فاجر اور تارک صلوٰۃ بلکہ بدکار اور حرامکار بلکہ کافر اور اللہ اور اس کے رسول سے سخت بغض رکھنے والے اور سخت توہین کرنیوالے اور سچ مچ اخوان الشیاطین شاذو نادر طور پر سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں اور بعض کشفی نظارے بھی ایک سرعت برق کی طرح عمر بھر میں کبھی انکو دکھائے جاتے ہیں[*] پس درحقیقت ایک سرسری نظر سے اس قسم کے مشاہدات سے ایک نادان کے دل میں تمام انبیاء علیہم السلام کی نسبت اعتراض پیدا ہوگا کہ جبکہ انکی مانند دوسرے لوگوں پر بھی بعض امور غیب کے کھولے جاتے ہیں تو انبیاء کی اس میں کونسی فضیلت ہوئی[**]

[*] یہ عجیب حیرت نما امر ہے کہ بعض طوائف یعنے کنجریاں بھی جو سخت ناپاک فرقہ دنیا میں ہے سچی خوابیں دیکھا کرتی ہیں اور پلید اور فاسق اور حرامخور اور کنجروں سے بدتر اور بددین اور ملحد جو اباحتیوں کے رنگ میں زندگی بسر کرتے ہیں اپنی خوابیں بیان کیا کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو کہا کرتے ہیں کہ بھائی میری طبیعت تو کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ میری خواب کبھی خطا ہی نہیں جاتی۔ اور اس راقم کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اکثر پلید طبع اور سخت گندے اور ناپاک اور بے شرم اور خدا سے نہ ڈرنے والے اور حرام کھانے والے فاسق بھی سچی خوابیں دیکھ لیتے ہیں اور یہ امر کوتہ بینوں کو سخت حیرت اور پریشانی میں ڈالتا ہے اور اس کا وہی جواب ہے جو مَیں نے متن اور حاشیہ میں لکھا ہے منہ

[**] چونکہ ہر ایک انسان کے اندر بموجب حدیث کل مولودٍ یولد علی فطرۃ الاسلام ایک کشفی روشنی بھی مخفی ہے تا کہ اگر ایمان یا اعلیٰ مرتبہ ایمان مقدر ہے تو اُسوقت وہ روشنی کرامت کے طور پر ایمانی آثار دکھاوے اس لئے کبھی اتفاق ہو جاتا ہے کہ کفر اور فسق کے زمانہ میں ہی بجلی کی چمک کیطرح کوئی ذرہ اس روشنی کا ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ فطرت میں بوجہ نشاء انسانیت کی امانت ہے اور ایک جاہل خیال کرتا ہے کہ گویا مرتبہ ابدال واقطاب مجھے حاصل ہے اس لئے ہلاک ہو جاتا ہے۔ منہ

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کبھی ایک نہایت نیک بخت نیک چلن تو کسی امر میں کوئی پیچیدہ خواب دیکھتا ہے یا نہیں دیکھتا مگر اسی رات ایک فاسق بدمعاش نجاست خوار کو صاف اور کُھلی کُھلی خواب دکھائی دیتی ہے اور سچی بھی نکلتی ہے اور اس راز سربستہ کا حل کرنا عام لوگوں کی طبیعتوں پر مشکل ہو جاتا ہے اور بہتیرے اس سے ٹھوکر کھاتے ہیں سو متوجہ ہو کر سُننا چاہیئے کہ خواص کے علوم اور کشوف اور عوام کی خوابوں اور کشفی نظاروں میں فرق یہ ہے کہ خواص کا دل تو مظہر تجلیات الٰہیہ ہو جاتا ہے اور جیسا کہ آفتاب روشنی سے بھرا ہُوا ہے وہ علوم اور اسرار غیبیہ سے بھر جاتے ہیں اور جس طرح سمندر اپنے پانیوں کی کثرت کی وجہ سے ناپیدا کنار ہے اسی طرح وہ بھی ناپیدا کنار ہوتے ہیں اور جس طرح جائز نہیں کہ ایک گندے سڑے ہوئے چھپڑ کو محض تھوڑے سے پانی کے اجتماع کی وجہ سے سمندر کے نام سے موسوم کر دیں اسی طرح وہ لوگ جو شاذونادر کے طور پر کوئی سچی خواب دیکھ لیتے ہیں انکی نسبت نہیں کہہ سکتے کہ وہ نعوذ باللہ ان بحار علوم ربانی سے کچھ نسبت رکھتے ہیں اور ایسا خیال کرنا اسی قسم کا لغو اور بیہودہ ہے کہ جیسے کوئی شخص صرف مُنہ اور آنکھ اور ناک اور دانت دیکھ کر سؤر کو انسان سمجھ لے یا بندر کو بنی آدم کی طرح شمار کرے تمام مدار کثرت علوم غیب اور استجابت دُعا اور باہمی محبت و وفا اور قبولیت اور محبوبیت پر ہے ورنہ کثرت قلت کا فرق درمیان سے اُٹھا کر ایک کرم شب تاب کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ بھی سورج کے برابر ہے کیونکہ روشنی اس میں بھی ہے۔ دنیا کی جتنی چیزیں ہیں وہ کسی قدر آپس میں مشابہت ضرور رکھتی ہیں بعض سفید پتھر تبت کے پہاڑوں کی طرف سے ملتے ہیں اور غزنی کے حدود کی طرف سے بھی لاتے ہیں چنانچہ مَیں نے بھی ایسے پتھر دیکھے ہیں وہ ہیرے سے سخت مشابہت رکھتے اور اسی طرح چمکتے ہیں مجھے یاد ہے کہ کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ ایک شخص کابل کی طرف کا رہنے والا چند ٹکڑے پتھر کے قادیان میں لایا اور ظاہر کیا کہ وہ ہیرے کے ٹکڑے ہیں کیونکہ وہ پتھر بہت چمکیلے اور آبدار تھے اور ان دنوں میں مدراس سے ایک مخلص دوست جو نہایت درجہ اخلاص رکھتے ہیں یعنے اخویم سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر

مدراس قادیان میں میرے پاس تھے ان کو وہ پسند آ گئے اور اُنکی قیمت میں پانسو روپیہ دینے کو طیار ہو گئے اور پچیس روپیہ یا کچھ کم و بیش انکو دے بھی دیئے اور پھر اتفاقاً مجھ سے مشورہ طلب کیا کہ مَیں نے یہ سودہ کیا ہے آپکی کیا رائے ہے میں اگرچہ ان ہیروں کی اصلیت اور شناخت سے ناواقف تھا لیکن رُوحانی ہیرے جو دُنیا میں کمیاب ہوتے ہیں یعنی پاک حالت کے اہل اللہ جن کے نام پر کئی جھوٹے پتھر یعنے مُزوّر لوگ اپنی چمک دمک دکھلا کر لوگوں کو تباہ کرتے ہیں اس جوہر شناسی میں مجھے دخل تھا اس لئے مَیں نے اس ہنر کو اس جگہ برتا اور اس دوست کو کہا کہ جو کچھ آپ نے دیا وہ تو واپس لینا مشکل ہے لیکن میری رائے یہ ہے کہ قبل دینے پانسو روپیہ کے کسی اچھے جوہری کو یہ پتھر دکھلا لیں اگر درحقیقت ہیرے ہوئے تو یہ روپیہ دیدیں۔ چنانچہ وہ پتھر مدراس میں ایک جوہری کے شناخت کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ اور دریافت کیا گیا کہ ان کی قیمت کیا ہے۔ پھر شائد دو ہفتہ کے اندر وہاں سے جواب آ گیا کہ ان کی قیمت ہے چند پیسے۔ یعنے یہ پتھر ہیں ہیرے نہیں ہیں۔ غرض جس طرح اس ظاہری دنیا میں ایک ادنٰی کو کسی جزئی امر میں اعلٰے سے مشابہت ہوتی ہے ایسا ہی رُوحانی امور میں بھی ہو جایا کرتا ہے اور روحانی جوہری ہوں یا ظاہری جوہری وہ جھوٹے پتھروں کو اس طرح پر شناخت کر لیتے ہیں کہ جو سچے جواہرات کی بہت سی صفات ہیں ان کے رو سے ان پتھروں کا امتحان کرتے ہیں آخر جھوٹ کُھل جاتا ہے اور سچ ظاہر ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سچے ہیروں میں صرف ایک چمک ہی تو صفت نہیں ہے اور بھی تو بہت سی صفات ہوتی ہیں پس جب ایک جوہری وہ کل صفات پیش نظر رکھ کر جھوٹے پتھروں کا امتحان کرتا ہے تو فی الفور ان کو ہاتھ سے پھینک دیتا ہے اسی طرح مردانِ خدا جو خدا تعالےٰ سے محبت اور مودّت کا تعلق رکھتے ہیں وہ صرف پیشگوئیوں تک اپنے کمالات کو محدود نہیں رکھتے ان پر حقائق اور معارف کھلتے ہیں اور دقائق و اسرار شریعت اور دلائل لطیفہ حقانیت ملّت ان کو عطا ہوتے ہیں اور اعجازی طور پر ان کے دل پر دقیق در دقیق علوم قرآنی اور لطائف کتاب ربّانی اُتارے جاتے

ہیں اور وہ ان فوق العادت اسرار اور سماوی علوم کے وارث کئے جاتے ہیں جو بلاواسطہ موہبت کے طور پر محبوبین کو ملتے ہیں اور خاص محبت انکو عطا کی جاتی ہے اور ابراہیمی صدق وصفا ان کو دیا جاتا ہے اور رُوح القدس کا سایہ اُن کے دلوں پر ہوتا ہے۔ وہ خدا کے ہو جاتے ہیں اور خدا ان کا ہو جاتا ہے۔ انکی دعائیں خارق عادت طور پر آثار دکھاتی ہیں۔ ان کے لئے خدا غیرت رکھتا ہے وہ ہر میدان میں اپنے مخالفوں پر فتح پاتے ہیں۔ ان کے چہروں پر محبت الٰہی کا نور چمکتا ہے ان کے در و دیوار پر خدا کی رحمت برستی ہوئی معلوم ہوتی ہے وہ پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں ہوتے ہیں خدا ان کے لئے اس شیر مادہ سے زیادہ غصہ ظاہر کرتا ہے جسکے بچے کو کوئی لینے کا ارادہ کرے وہ گناہ سے معصوم وہ دشمنوں کے حملوں سے معصوم وہ تعلیم کی غلطیوں سے بھی معصوم ہوتے ہیں۔ وہ آسمان کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ خدا عجیب طور پر انکی دُعائیں سُنتا ہے اور عجیب طور پر انکی قبولیت ظاہر کرتا ہے یہاں تک کہ وقت کے بادشاہ ان کے دروازوں پر آتے ہیں۔ ذوالجلال کا خیمہ ان کے دلوں میں ہوتا ہے اور ایک رعب خدائی ان کو عطا کیا جاتا ہے اور شاہانہ استغنا ان کے چہروں سے ظاہر ہوتا ہے وہ دنیا اور اہل دُنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے سے بھی کمتر سمجھتے ہیں فقط ایک کو جانتے ہیں اور اس ایک کے خوف کے نیچے ہر دم گداز ہوتے رہتے ہیں۔ دُنیا اُنکے قدموں پر گری جاتی ہے گویا خدا انسان کا جامہ پہن کر ظاہر ہوتا ہے وہ دُنیا کا نور اور اس ناپائیدار عالم کا ستون ہوتے ہیں وہی سچا امن قائم کرنے کے شہزادے اور ظلمتوں کے دُور کرنے کے آفتاب ہوتے ہیں وہ نہاں در نہاں اور غیب الغیب ہوتے ہیں کوئی انکو پہچانتا نہیں مگر خدا۔ اور کوئی خدا کو پہچانتا نہیں مگر وہ۔ وہ خدا نہیں ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ خدا سے الگ ہیں۔ وہ ابدی نہیں ہیں مگر نہیں کہہ سکتے کہ کبھی مرتے ہیں پس کیا ایک ناپاک اور خبیث آدمی جس کا دل گندہ خیالات گندے زندگی گندی ہے ان سے مشابہت پیدا کر سکتا ہے ہرگز نہیں مگر وہی مشابہت جو کبھی ایک چمکیلے پتھر کو ہیرے کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ مردانِ خدا جب دُنیا میں ظاہر

ہوتے ہیں تو انکی عام برکات کی وجہ سے آسمان سے ایک قسم کا انتشار روحانیت ہوتا ہے اور طبائع میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے اور جن کے دل اور دماغ سچی خوابوں سے کچھ مناسبت رکھتے ہیں انکو سچی خوابیں آنی شروع ہو جاتی ہیں لیکن در پردہ یہ تمام انہی کے وجود باجود کی تاثیر ہوتی ہے جیسا کہ مثلاً جب برسات کے دنوں میں پانی برستا ہے تو کنوؤں کا پانی بھی بڑھ جاتا ہے اور ہر ایک قسم کا سبزہ نکلتا ہے لیکن اگر آسمان کا پانی چند سال تک نہ برسے تو کنوؤں کا پانی بھی خشک ہو جاتا ہے سو وہ لوگ درحقیقت آسمان کا پانی ہوتے ہیں اور انکے آنے سے زمین کے پانی بھی اپنا سیلاب دکھلاتے ہیں۔ اور اگر خدا تعالےٰ چاہتا تو ان زمین کے پانیوں کو نابود کر دیتا لیکن اس امر میں کہ کیوں دوسرے لوگوں کو بھی ان کے وقت میں خوابیں سچی آتی ہیں یا کبھی کشفی نظارے ہوتے ہیں بھید یہ ہے کہ اگر عام لوگوں کو باطنی کشوف سے کچھ بھی حصہ نہ ہوتا اور پھر جب اللہ تعالےٰ اپنے رسولوں اور نبیوں اور محدثوں کو دنیا میں بھیجتا اور وہ بڑے بڑے پوشیدہ واقعات اور عالم مجازات اور غیب کی خبریں دیتے تو لوگوں کے دل میں یہ گمان گزر سکتا تھا کہ شاید وہ جھوٹے ہیں یا بعض امور میں نجوم وغیرہ سے مدد لیتے ہیں یا درمیان کوئی اور فریب ہے پس خدا نے ان شبہات کے دُور کرنے کے لئے عام لوگوں میں رسولوں اور نبیوں کی جنس کا ایک مادہ رکھ دیا ہے اور نبوت کی بہت چیزوں اور بہت سی صفات لازمہ میں سے ایک صفت میں ان کو ایک حد تک شریک کر دیا ہے تا وہ لوگ خدا کے نبیوں اور مامورین اور ملہمین کی تصدیق کے لئے قریب ہو جائیں اور دلوں میں سمجھ لیں کہ یہ امور جائز اور ممکن ہیں تبھی تو ہم بھی کسی حد تک شریک ہیں اور اگر خدا تعالےٰ اس قدر بھی ان کو مادہ عطا نہ فرماتا تو عام لوگوں پر نبوت کا مسئلہ سمجھنا مشکل ہو جاتا اور ان کی طبائع بہ نسبت اقرار کے انکار سے زیادہ قریب ہوتیں لیکن اب تمام عام لوگوں میں یہاں تک کہ فاسقوں اور فاجروں میں بھی علم غیب کا ایک مادہ ہے اس لئے اگر وہ تعصب کو کام میں نہ لائیں تو نبوت کی حقیقت کو بہت جلد سمجھ سکتے ہیں اور اس بات میں خطرہ بہت کم ہے کہ اگر کوئی ایسا خیال

کرے کہ میری خواب بھی سچی نکلی اور فلاں موقع پر مجھے کشفی نظارہ ہُوا وجہ یہ کہ انسان جب جمیع کمالات نبوت اور محدثیت اور اُنکے مقام محبوبیت پر بخوبی اطلاع پائے گا تو بہت آسانی سے اپنی اس غلطی پر متنبہ ہو جائے گا جیسا کہ وہ شخص جس نے کبھی سمندر نہیں دیکھا اور اپنے گاؤں کے ایک تھوڑے سے پانی کو سمندر کے برابر اور اسکے عجائبات سے ہم وزن خیال کرتا ہے جب اس کا گزر سمندر پر ہوگا اور اسکی حقیقت سے اطلاع پائے گا تو بغیر نصیحت کسی ناصح کے خود بخود سمجھ جائے گا کہ میں ایک بڑی غلطی کے گرداب میں مبتلا تھا لیکن اگر خدا نخواستہ انسانوں کی یہ صورت ہوتی کہ فیضان امور غیبیہ کا کچھ بھی مادہ ان میں امانت نہ رکھا جاتا اور نہ یہ علم ہوتا کہ کبھی خدا کی طرف سے غیبی علوم اور اخبار کا فیضان بھی ہُوا کرتا ہے تو وہ اس شخص کی طرح ہوتے جو مادر زاد اندھا اور بہرہ ہو پس اس صورت میں تمام انبیاء کو تبلیغ میں ناکامی ہوتی مثلاً جس اندھے نے کبھی روشنی نہیں دیکھی اس کو کس طرح سمجھا سکتے ہیں کہ روشنی کیا چیز ہے - فتدبر ولا تکن من العمین واسئل رحم اللہ لیفتح عیناك وھو ارحم الراحمین ؞

ہم تصریح سے لکھ آئے ہیں کہ یہ بات بالکل غیر ممکن ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام زندہ آسمان پر چلے گئے ہیں کیونکہ اس کا ثبوت نہ تو قرآن شریف سے ملتا ہے اور نہ حدیث سے اور نہ عقل اس کو باور کر سکتی ہے بلکہ قرآن اور حدیث اور عقل تینوں اسکے مکذب ہیں کیونکہ قرآن شریف نے کھول کر بیان فرما دیا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور معراج کی حدیث نے ہمیں بتلا دیا ہے کہ وہ فوت شدہ انبیاء علیہم السلام کی رُوحوں میں جا ملے ہیں اور اس عالم سے بکلی انقطاع کر گئے اور عقل ہمیں بتلا رہی ہے کہ اس جسم فانی کے لئے یہ سنت اللہ نہیں کہ آسمان پر چلا جائے اور باوجود زندہ مع الجسم ہونے کے کھانے پینے اور تمام لوازمات حیات سے الگ ہو کر ان روحوں میں جا ملے جو موت کا پیالہ پی کر دوسرے جہان میں پہنچ گئے ہیں عقل کے پاس اس کا کوئی نمونہ نہیں - پھر ماسوا اس کے جیسا کہ یہ عقیدہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے آسمان پر

چڑھنے کا قرآن شریف کے بیان سے مخالف ہے ایسا ہی اُن کے آسمان سے اُترنے کا عقیدہ بھی قرآن کے بیان سے منافات کلی رکھتا ہے کیونکہ قرآن شریف جیسا کہ آیت فلما توفیتنی اور آیت قد خلت من قبله الرسل میں حضرت عیسٰی کو مار چکا ہے ایسا ہی آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور آیت ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین میں صریح نبوت کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم کر چکا ہے اور صریح لفظوں میں فرما چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ فرمایا ہے ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین - لیکن وہ لوگ جو حضرت عیسٰی علیہ السلام کو دوبارہ دُنیا میں واپس لاتے ہیں ان کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ بدستور اپنی نبوت کے ساتھ دُنیا میں آئینگے اور برابر پینتالیس برس تک اُن پر جبرئیل علیہ السلام وحی نبوت لیکر نازل ہوتا رہے گا - اب بتلاؤ کہ ان کے عقیدہ کے موافق ختم نبوت اور ختم وحی نبوت کہاں باقی رہا بلکہ ماننا پڑا کہ خاتم الانبیاء حضرت عیسٰی ہیں - چنانچہ نواب مولوی صدیق حسن خاں صاحب نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے ۴۳۲ صفحہ میں یہی لکھا ہے کہ یہ عقیدہ باطل ہے کہ گویا حضرت عیسٰی اُمتی بنکر آئیں گے بلکہ وہ بدستور نبی ہوں گے اور ان پر وحی نبوت نازل ہوگی اور ظاہر ہے کہ جبکہ وہ اپنی نبوت پر قائم رہے اور وحی نبوت بھی پینتالیس برس تک نازل ہوتی رہی تو پھر بخاری کی یہ حدیث کہ امامکم منکم کیونکر ان پر صادق آئے گی اور یہ خیال کہ امام سے مُراد اس جگہ مہدی ہے اوّل تو سیاق کلام کا اس کے برخلاف ہے کیونکہ وہ حدیث مسیح موعود کے حق میں ہے اور اسی کی اس حدیث کے سر پر تعریف ہے - ماسوا اس کے بقول علمائے مخالفین مہدی تو صرف چند سال رہ کر مر جائے گا اور پھر عیسٰی پینتالیس سال برابر دُنیا میں رہے گا حالانکہ وہ نہ اُمتی ہے نہ قرآنی وحی کا پیرو ہے بلکہ اس پر آپ وحی نبوت نازل ہوتی ہے - سو سوچو اور فکر کرو کہ ایسا عقیدہ رکھنا دین میں کچھ تھوڑا فساد نہیں ڈالتا بلکہ تمام اسلام کو زیر و زبر کرتا ہے اور کس قدر ظلم ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو خود بخود آسمان پر چڑھانا - اور خود بخود آسمان سے اُتارنا - حالانکہ قرآن نہ ان کے

آسمان پر چڑھنے کا مصدق ہے ورنہ انکے اُترنے کو جائز رکھنے والا۔ کیونکہ قرآن تو عیسٰی کو مار کر زمین میں دفن کرتا ہے پھر حضرت مسیح کا زندہ بجسمہ العنصری آسمان پر چڑھانا قرآن سے کیونکر ثابت ہو سکے کیا مُردے آسمان پر چڑھ گئے ہیں پس قرآن کے برخلاف حضرت عیسٰی کو آسمان پر چڑھانا یہ صریح قرآن شریف کی تکذیب ہے۔ ایسا ہی پھر انکو نبوت اور وحی نبوت کے ساتھ زمین پر اُتارنا یہ بھی صریح منطوق کلام الٰہی کے مخالف ہے کیونکہ موجب ابطال ختم وحی نبوت ہے تو پھر افسوس ہزار افسوس کہ اس لغو حرکت سے کیا فائدہ ہُوا کہ محض اپنی حکومت سے حضرت مسیح کو آسمان پر چڑھایا اور اپنے ہی خیال سے کسی وقت اُترنا بھی مان لیا۔ اگر حضرت مسیح سچ مچ زمین پر اُتریں گے اور پینتالیس برس تک جبرئیل وحی نبوت لے کر انپر نازل ہوتا رہے گا تو کیا ایسے عقیدہ سے دینِ اسلام باقی رہ جائے گا اور آنحضرت کی ختم نبوّت اور قرآن کی ختم وحی پر کوئی داغ نہیں لگے گا۔ بعض مسلمانوں میں سے تنگ آکر اور ہر ایک پہلو سے لاجواب ہو کر یہ بھی کہتے ہیں کہ کسی مسیح کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے یہ سب بیہودہ لافیں ہیں۔ قرآن نے کہاں لکھا ہے کہ کوئی مسیح بھی دُنیا میں آئے گا اور پھر کہتے ہیں کہ یہ دعوٰی نری فضولی اور تکبر سے بھرا ہُوا ہے۔ حدیثوں کی صدہا باتیں سچی نہیں ہوئیں تو پھر کیونکر یقین کریں کہ کسی مسیح کا آنا کوئی بات ہے بلکہ ایسا دعوٰی کرنے والے ایک ادنیٰ سی بات ہاتھ میں لے کر اپنی طرف لوگوں کو رجوع دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ ان کی زندگی اچھی نہیں ہے۔ مکر۔ فریب۔ جھوٹ۔ دغابازی تکبر۔ بدزبانی۔ شہوت پرستی۔ حرام خوری۔ عہد شکنی۔ خودستائی۔ ریاکاری۔ فاسقانہ زندگی ان کا طریق ہے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم مسیح ہیں ایسے مسیحوں سے فلاں فلاں شخص ہزار درجہ بہتر ہیں جنکی زندگی پاک اور جن کا کام مکر اور فریب اور جھوٹ اور ریا اور حرام خوری نہیں۔ دل اور زبان اور معاملہ کے صاف ہیں کوئی متکبرانہ دعوٰی نہیں کرتے حالانکہ وہ ایسے شخص سے بدرجہا بہتر اور صحیح طور پر خدا کا الہام پاتے ہیں کئی پیشگوئیاں انکی ہم نے بچشم خود پوری ہوتی دیکھیں مگر اس شخص کی ایک بھی

پیشگوئی سچی نہیں نکلی وہ لوگ بڑے راستباز ہیں کوئی دعوٰی نہیں کرتے لیکن یہ شخص تو مکار کذاب۔ جھوٹا۔ مفتری ناحق کا مدعی عہد شکن مال حرام کھانے والا لوگوں کا ناحق روپیہ دبانے والا سخت درجہ کا بے ایمان ہے اور ان راستبازوں پر خدا نے اپنے الہامات کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا ہے کہ درحقیقت یہ شخص کافر بلکہ سخت کافر۔ فرعون اور ہامان سے بھی بدتر۔ اور بعض پاک باطن ملہمین کو پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نظر آئے تو آپ نے فرمایا کہ یہ مفتری کذاب دجال ہے اور واجب القتل اور میں اس کا دشمن ہوں اور جلد تباہ کروں گا۔ اور ایک بزرگ نے اپنے ایک واجب التعظیم مرشد کی ایک خواب جسکو اس زمانہ کا قطب الاقطاب و امام الابدال خیال کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے اور گرداگرد تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان گویا بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور تب یہ شخص جو مسیح موعود کہلاتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے آکھڑا ہُوا جو نہایت کریہ شکل اور میلے کچیلے کپڑوں میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کون ہے تب ایک عالم ربّانی اُٹھا (شاید محمود شاہ واعظ یا محمد علی بوپڑی) اور اس نے عرض کی کہ یا حضرت یہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعوٰی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ دجّال ہے تب آپ کے فرمانے سے اسی وقت اس کے سر پر جوتے لگنے شروع ہوئے جن کا کچھ حساب اور اندازہ نہ رہا اور آپ نے اُن تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان کی بہت تعریف کی جنھوں نے اس شخص کو کافر اور دجّال ٹھہرایا اور آپ بار بار پیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے علمائے ربّانی ہیں جن کے وجود سے مجھے فخر ہے۔ اس جگہ کرسی نشینی کی ترتیب کا کچھ ذکر نہیں کیا۔٭ مگر میں گمان کرتا ہوں کہ اسکی ترتیب شاید یہ ہوگی کہ وہ غیر مرئی نورانی وجود جس نے اپنے تئیں اپنی طاقت کی وجہ سے خواب میں ظاہر کیا تھا کہ میں محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم ہوں

٭ یہ تمام لوگ وہ ہیں جنھوں نے مجھے گالیاں دینا اپنے پر فرض کر رکھا ہے اور اب بعض ان میں سے میری توہین کے ارادہ سے جھوٹی خوابیں اپنی طرف سے بناتے اور پھر انکو شائع کرتے ہیں۔ منہ

جوایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا اُسکے اس سونے کے تخت کے قریب مولوی ابوسعید
محمد حسین صاحب بٹالوی کی کُرسی ہوگی ساتھ ہی میاں عبدالحق غزنوی کی۔ اور اسکے پہلو پر
مولوی عبدالجبار صاحب کی کُرسی ہوگی اور اس کرسی سے ملی ہوئی ایک اور کُرسی جس پر
زینت بخش مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی تھے اور کچھ فاصلہ سے مولوی رسل بابا امرتسری
کی کرسی تھی۔ اور ان دونوں کرسیوں کے درمیان ایک کُرسی تھی جس کا اندر سے کچھ اور
رنگ تھا اور باہر سے کچھ اور تھوڑی سی تحریک کے ساتھ بھی ہل جاتی تھی۔ اور کچھ ٹوٹی
ہوئی بھی تھی۔ یہ کُرسی مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری کی تھی۔ اس کرسی کے ساتھ ہی
ایک چھوٹی سی بنچ پر میاں چٹو لاہوری بیٹھے ہوئے تھے جو اسی دربار کے شریک تھے
اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی کے پاس ایک اور کرسی تھی جس پر ایک
بڈھا نود سالہ بیٹھا ہوا تھا جسکو لوگ نذیر حسین کہتے تھے اسکی کرسی نے مولوی محمد حسین
بٹالوی کو ایک بچہ کی طرح اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔ پھر اسکے بعد مولوی محمدؐ اور مولوی
عبدالعزیز لدھیانوی کی کرسیاں تھیں جن کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ آواز آرہی
تھی کہ یہ پنجاب کے تمام مولویوں میں سے تکفیر میں بڑے بہادر ہیں اور پیغمبر صاحب
اس آواز سے بڑے خوش ہو رہے تھے اور بار بار پیار سے انکے ہاتھ اور نیز مولوی
محمد حسین کے ہاتھ چوم کر کہہ رہے تھے کہ یہ ہاتھ مجھے پیارے معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے
ابھی تھوڑے دنوں میں میری امت میں سے تیس ہزار آدمی کا نام کافر اور دجّال رکھا
اور فرماتے تھے کہ یہ سخت غلطی تھی کہ لوگوں نے ایسا سمجھا ہوا تھا کہ اگر سو میں سے ننانوے
کفر کے آثار پائے جائیں اور ایک ایمان کا نشان پایا جائے تو پھر اس کو مومن سمجھو بلکہ
حق بات یہ ہے کہ جس شخص میں ننانوے نشان ایمان کے پائے جائیں اور ایک نشان
کفر کا خیال کیا جائے یا ظن کیا جائے یا بے تحقیق شہرت دیجائے تو اس کو بلا شبہ کافر
سمجھنا چاہیئے یہ فرمایا اور پھر مولوی محمد حسین صاحب کے ہاتھوں کو بوسہ دیا اور کہا یہ
عالم ربانی ہے جس نے میرے اس منشاء کو سمجھا تب مولوی محمد علی بوپڑی کھڑا ہوا اور
کہا کہ میں تو سب سے زیادہ مسجدوں اور گلیوں اور کوچوں اور لوگوں کے گھروں میں

اس شخص کو جو کہتا ہے کہ میں مسیح ہوں گالیاں دیا کرتا ہوں اور لعنت بھیجا کرتا ہوں اور ہر
ایک وقت میرا کام ہے کہ ہر مجلس میں لوگوں کو اس شخص کی توہین و تحقیر و لعن و طعن
کرنے کے لئے کہتا رہتا ہوں اور ہمیشہ انہی کاموں کے لئے سفر بھی کرکے ترغیب دیتا
رہتا ہوں اور کوئی گالی نہیں کہ مَیں نے اُٹھا نہیں رکھی اور کوئی توہین نہیں جو مَیں نے نہیں
کی پس میرا کیا اجر ہے تب اُس پیغمبر صاحب نے بہت پیار کے جوش سے اُٹھ کر بوپڑی
کو اپنے گلے لگا لیا اور کہا کہ تو میرا پیارا بیٹا ہے تُو نے میرا منشاء سمجھا۔ غرض جیسا کہ حضرت
خواب بین صاحب بیان فرماتے ہیں پنجاب کے تمام مولویوں کی کرسیاں اس دربار میں
موجود تھیں اور ہر ایک فاخرہ لباس پہنے ہوئے نوابوں کی طرح بیٹھا تھا اور پیغمبر صاحب
ہر وقت ان کا ہاتھ چومتے تھے کہ یہ ہیں میرے پیارے علمائے ربانی خیر الناس علی ظہر الارض
اور پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اس پر ایک اور مولوی صاحب کرسی پر
کچھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آرہی تھی کہ یہی ہیں خلیفہ شیخ بٹالوی محمد حسن
لدھیانوی۔ اور ساتھ ان کے ایک کُرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ
محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی مناسبت سے مولوی محمد حسن کے ساتھ بچھائی گئی۔ اور سب
سے پیچھے ایک نابینا وزیر آبادی تھا جسکو عبدالمنان کہتے تھے اور اسکی کرسی سے
انا المکفر کی زور کے ساتھ آواز آرہی تھی۔ غرض یہ خواب ہے جس میں ان تمام
کرسی نشین مولوی صاحبوں کا ذکر ہے۔ مگر یہ کرسیوں کی ترتیب میری طرف سے ہے
جو اس خواب کے مناسب حال کی گئی خواب میں یہ حصہ داخل ہے کہ علمائے پنجاب
اس پیغمبر صاحب کے دربار میں بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے اور
تمام عالم امرتسری بٹالوی لاہوری لدھیانوی دہلوی وزیر آبادی بوپڑی گولڑوی وغیرہ
اس دربار میں زینت بخش تھے اور پیغمبر صاحب نے میری تکفیر اور ایذا اور توہین
کی وجہ سے بڑا پیار ان سے ظاہر کیا تھا اور بڑی محبت اور تعظیم سے پیش آئے تھے گویا
ان پر فدا ہوتے جاتے تھے۔ یہ خواب کا مضمون ہے جو خط میں میری طرف لکھا گیا
تھا جسکی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ اس خواب کا دیکھنے والا ایک بڑا بزرگ پاک باطن

ہے جسکو دکھلایا کہ یہ سب مولوی پنجاب اور ہندوستان کے اقطاب اور ابدال کے درجہ پر ہیں۔ چونکہ یہ خط اتفاق سے گم ہو گیا ہے اور اس وقت مجھے نہیں ملا اس لئے میں صاحبِ راقم کی خدمت میں عذر کرتا ہوں کہ اگر کوئی حصہ انکے خواب کا جو پنجاب کے مولویوں کی بزرگ شان میں ہے یا جو اس دربار میں مجھے سزا دیگئی میرے لکھنے سے رہ گیا ہو تو معاف فرمائیں اور مَیں نے حتی المقدور اس خواب کے کسی حصہ کو ترک نہیں کیا یہ تمام ایک اعتراض ہے جو میرے پر کیا گیا ہے اور مجھے کذاب دجّال کافر مفتری فاسق فریبی حرام خور ریا کار متکبّر بدگو بدزبان ٹھہرا کر پھر گویا اس بزرگ کی اس خواب کے ساتھ ان تمام الزاموں کا ثبوت دیکر اثبات دعویٰ سے سبکدوشی حاصل کر لی گئی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ صرف یہ کشف اور رؤیا ہی تمہارے کافر ہونے پر دلیل نہیں ہے بلکہ امت کا اجماع بھی تو ہو گیا اور اجماع کے یہ معنے کئے گئے ہیں کہ گولڑہ سے دلّی تک جسقدر مولوی اور سجّادہ نشین تھے سب نے کفر کی گواہی دے دی اب شک کیا رہا بلکہ اب تو کافر کہنا اور لعنت بھیجنا موجب درجات ہے اور بعض نفلی عبادتوں سے بہتر۔ اعتراض مذکورہ بالا میں جس قدر میری ذاتیات کی نسبت نکتہ چینی کی گئی ہے میں اس سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ کوئی رسول اور نبی اور مامور من اللہ نہیں گزرا جسکی نسبت ایسی نکتہ چینیاں نہیں ہوئیں۔ ابھی ایک رسالہ آریہ صاحبوں نے شائع کیا ہے جس میں نعوذ باللہ حضرت موسیٰ کو گویا تمام مخلوقات سے بدتر ٹھہرایا گیا ہے اور جس قدر میرے پر اعتراض کوتہ بینی اور تعصب سے کئے جاتے ہیں وہ سب ان پر کئے گئے ہیں یہاں تک کہ نعوذ باللہ ان کو عہد شکن دروغگو اور ظلم سے بیگانہ کا مال حرام کھانے والا اور فریب کرنے والا اور دھوکہ دینے والا قرار دیا ہے اور بعض الزام مجھ سے زیادہ لگائے گئے ہیں جیسے یہ کہ موسیٰ نے کئی لاکھ شیرخوار بچے قتل کرائے۔ اب دیکھو کہ جو میرے پر اعتراض کرتے ہیں انکے ہاتھ میں تو کچھ ثبوت بھی نہیں محض بدظنی سے جھوٹ کی نجاست ہے۔ مگر جنھوں نے حضرت موسیٰ پر اعتراض کئے وہ تو اپنے الزامات کے ثبوت میں توریت کی آیتیں پیش کرتے ہیں۔ ایسا ہی

بہت سے اعتراض یہودیوں نے حضرت مسیح کی زندگی پر کئے ہیں جو نہایت گندے اور ناقابل ذکر ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور ذاتی حالات پر جو جو اعتراضات میزان الحق اور عماد الدین کی کتابوں اور اُمہات المومنین وغیرہ میں کئے ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ پس اگر ان اعتراضات سے کچھ نتیجہ نکلتا ہے تو بس یہی کہ ہمیشہ ناپاک خیال لوگ ایسے ہی اعتراضات کرتے آئے ہیں اور اللہ تعالےٰ کو بھی منظور تھا کہ ان کا امتحان کرے اس لئے اپنے مقدس لوگوں کے بعض افعال اور معاملات کی حقیقت ان پر پوشیدہ کر دی تا ان کا خبث ظاہر کرے۔ اور جو میری پیشگوئیوں کی نسبت اعتراض کیا ہے مَیں اس کا جواب پہلے دے چکا ہوں کہ یہ اعتراض بھی سنت اللہ کے موافق میرے پر کیا گیا ہے یعنے کوئی نبی نہیں گزرا جسکی بعض پیشگوئیوں کی نسبت اعتراض نہیں ہوا۔ یہ کس قسم کی بدبختی اور بدقسمتی ہے کہ ہمیشہ سے اندھے لوگ خدا کے روشن نشانوں سے فائدہ نہیں اُٹھاتے رہے اور اگر ان میں کوئی نظری طور پر دقیق پیشگوئی اسی طور پر ظہور میں آئی جسکو موٹی عقلیں سمجھ نہ سکیں تو وہی محل اعتراض بنا لیا جیسا کہ کتاب تریاق القلوب کے پڑھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آج تک میرے ہاتھ پر سو سے زیادہ خدا تعالےٰ کا نشان ظاہر ہوا جن کے دنیا میں کئی لاکھ انسان گواہ ہیں مگر کور چشم معترضوں نے ان کی طرف کچھ بھی توجہ نہیں کی اور نہ ان سے کچھ فائدہ اُٹھایا اور جب ایک دو نشان کی کوتہ اندیشی یا بخل یا فطرتی کور باطنی کی وجہ سے ان کو سمجھ نہ آئی تو بغیر اس کے کہ کچھ سوچتے اور تامل کرتے یا مجھ سے پوچھتے شور مچا دیا اسی طرح ابوجہل وغیرہ مخالف انبیاء علیہم السلام شور مچاتے رہے ہیں نہ معلوم اس ظلم کا خدا تعالےٰ کو کیا جواب دینگے ان لوگوں کا بجز اسکے اور کچھ منشاء نہیں کہ چاہتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر وہ بجھ نہیں سکتا کیونکہ خدا کے ہاتھ نے اس کو روشن کیا ہے نہ معلوم کہ میری تکذیب کے لئے اس قدر کیوں مصیبتیں اُٹھا رہے ہیں اگر آسمان کے نیچے میری طرح کوئی اور بھی تائید یافتہ ہے اور میرا اس دعویٰ مسیح موعود ہونے کا مکذّب ہے تو کیوں وہ میرے مقابل پر میدان میں نہیں آتا عورتوں کی

طرح باتیں بنانا یہ طریق کس کو نہیں آتا ہمیشہ بے شرم منکر ایسا ہی کرتے رہے ہیں لیکن جبکہ میں میدان میں کھڑا ہوں اور تیس ہزار کے قریب عقلاء اور علماء اور فقرا اور فہیم انسانوں کی جماعت میرے ساتھ ہے اور بارش کی طرح آسمانی نشان ظاہر ہو رہے ہیں تو کیا صرف مُنہ کی پھونکوں سے یہ الٰہی سلسلہ برباد ہو سکتا ہے؟ کبھی برباد نہیں ہوگا۔ وہی برباد ہونگے جو خدا کے انتظام کو نابود کرنا چاہتے ہیں (۱) خدا نے مجھے قرآنی معارف بخشے ہیں (۲) خدا نے مجھے قرآن کی زبان میں اعجاز عطا فرمایا ہے۔ (۳) خدا نے میری دُعاؤں میں سب سے بڑھ کر قبولیت رکھی ہے (۴) خدا نے مجھے آسمان سے نشان دیئے ہیں (۵) خدا نے مجھے زمین سے نشان دیئے ہیں (۶) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ تجھ سے ہر ایک مقابلہ کرنیوالا مغلوب ہوگا (۷) خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرے پیرو ہمیشہ اپنے دلائل صدق میں غالب رہینگے اور دنیا میں اکثر وہ اور انکی نسل بڑی بڑی عزت پائینگے تا ان پر ثابت ہو کہ جو خدا کی طرف سے آتا ہے وہ کچھ نقصان نہیں اُٹھاتا (۸) خدا نے مجھے وعدہ دے رکھا ہے کہ قیامت تک اور جب تک کہ دُنیا کا سلسلہ منقطع ہو جائے میں تیری برکات ظاہر کرتا رہوں گا یہانتک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے (۹) خدا نے آج سے بیس برس پہلے مجھے بشارت دی ہے کہ تیرا انکار کیا جائے گا اور لوگ تجھے قبول نہیں کرینگے۔ پر میں تجھے قبول کرونگا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے تیری سچائی ظاہر کردونگا (۱۰) اور خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ تیری برکات کا دوبارہ نور ظاہر کرنے کے لئے تجھ سے ہی اور تیری ہی نسل میں سے ایک شخص کو کھڑا کیا جائے گا جس میں میں روح القدس کی برکات پھونکوں گا۔ وہ پاک باطن اور خدا سے نہایت پاک تعلق رکھنے والا ہوگا اور مظہر الحق والعلا ہوگا گویا خدا آسمان سے نازل ہُوا ونلك عشرة كاملة ۔ دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اس سلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مُراد یہی سلسلہ ہوگا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں۔ یہ اُس خدا کی

وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں ٭

اب میں مختصر طور پر اپنے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کے دلائل ایک جگہ اکٹھے کر کے لکھ دیتا ہوں شاید کسی طالب حق کو کام آئیں یا کوئی سینہ حق کے قبول کرنے کے لئے کھل جائے۔ رب فاجعل فيها من عندك بركة وتاثيرًا وهداية وتنويرا واجعل افئدة من الناس تهوى اليها فانك على كل شئ قدير وبالاجابة جدير۔ ربنا اغفر لنا ذنوبنا وادفع بلايانا وكروبنا ونجّ من كل هم قلوبنا وكفّل خطوبنا وكن معنا حيثما كنا يا محبوبنا واستر عوراتنا وامن روعاتنا انا توكلنا عليك وفوضنا الامر اليك انت مولٰنا فى الدنيا والأخرة وانت ارحم الراحمين أمين يارب العالمين ٭

(۱) پہلی دلیل اس بات پر کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی موعود ہوں یہ ہے کہ میرا یہ دعویٰ مہدی اور مسیح ہونے کا قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے یعنے قرآن شریف اپنے نصوص قطعیہ سے اس بات کو واجب کرتا ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کے مقابل پر جو موسوی خلیفوں کے خاتم الانبیاء ہیں اس امت میں سے بھی ایک آخری خلیفہ پیدا ہوگا تاکہ وہ اسی طرح محمدی سلسلۂ خلافت کا خاتم الاولیاء ہو اور مجددانہ حیثیت اور لوازم میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مانند ہو اور اسی پر سلسلۂ خلافت محمدیہ ختم ہو جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام پر سلسلۂ خلافت موسویہ ختم ہوگیا ہے۔ تفصیل اس دلیل کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل ٹھہرایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو مسیح موعود تک سلسلۂ خلافت ہے اس سلسلہ کو خلافت موسویہ کے سلسلہ سے مشابہ قرار دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے انا ارسلنا اليكم رسولاً شاهدًا عليكم كما ارسلنا الى فرعون رسولا یعنے ہم نے یہ پیغمبر اسی پیغمبر کی مانند تمہاری طرف بھیجا ہے کہ جو فرعون کیطرف بھیجا گیا تھا اور یہ اس بات کا گواہ ہے کہ تم کیسی ایک سرکش اور متکبر قوم ہو جیسے کہ فرعون متکبر اور سرکش تھا۔ یہ تو وہ آیت ہے

جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی مماثلت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ثابت ہوتی ہے لیکن جس آیت سے دونوں سلسلوں یعنے سلسلہ خلافت موسویہ اور سلسلہ خلافت محمدیہ میں مماثلت ثابت ہے یعنے جس سے قطعی اور یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ سلسلۂ نبوت محمدیہ کے خلیفے سلسلہ نبوت موسویہ کے مشابہ و مماثل ہیں وہ یہ آیت ہے وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصّٰلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم الخ یعنے خدا نے اُن ایمانداروں سے جو نیک کام بجا لاتے ہیں۔ وعدہ کیا ہے جو ان میں سے زمین پر خلیفے مقرر کرے گا انہی خلیفوں کی مانند جو ان سے پہلے کئے تھے۔ اب جب ہم مانند کے لفظ کو پیش نظر رکھ کر دیکھتے ہیں جو محمدی خلیفوں کی موسوی خلیفوں سے مماثلت واجب کرتا ہے تو ہمیں ماننا پڑتا ہے جو ان دونوں سلسلوں کے خلیفوں میں مماثلت ضروری ہے اور مماثلت کی پہلی بنیاد ڈالنے والا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے اور مماثلت کا آخری نمونہ ظاہر کرنے والا وہ مسیح خاتم خلفائے محمدیہ ہے جو سلسلۂ خلافت محمدیہ کا سب سے آخری خلیفہ ہے سب سے پہلا خلیفہ جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہے وہ یوشع بن نون کے مقابل اور اُن کا مثیل ہے جس کو خدا نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافت کے لئے اختیار کیا اور سب سے زیادہ فراست کی رُوح اس میں پھونکی۔ یہاں تک کہ وہ مشکلات جو عقیدۂ باطلہ حیات مسیح کے مقابلہ میں خاتم الخلفاء کو پیش آنی چاہئیں تھیں ان تمام شبہات کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کمال صفائی سے حل کر دیا اور تمام صحابہ میں سے ایک فرد بھی ایسا نہ رہا جس کا گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی موت پر اعتقاد نہ ہو گیا ہو بلکہ تمام امور میں تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ویسی ہی اطاعت اختیار کر لی جیسا کہ حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل نے حضرت یشوع بن نون کی اطاعت کی تھی اور خدا بھی موسیٰ اور یشوع بن نون کے نمونہ پر جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور آپ کا حامی اور مؤید تھا ایسا ہی ابوبکر کا حامی اور مؤید ہو گیا درحقیقت خدا نے یشوع بن نون کی طرح اس کو ایسا

مبارک کیا جو کوئی دشمن اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور اسامہ کے لشکر کا ناتمام کام جو حضرت موسیٰ کے ناتمام کام سے مشابہت رکھتا تھا حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر پورا کیا۔ اور حضرت ابوبکر کی حضرت یشوع بن نون کے ساتھ ایک اور عجیب مناسبت یہ ہے جو حضرت موسیٰ کی موت کی اطلاع سب سے پہلے حضرت یوشع کو ہوئی اور خدا نے بلاتوقف ان کے دل میں وحی نازل کی جو موسیٰ مر گیا تا یہود حضرت موسیٰ کی موت کے بارے میں کسی غلطی یا اختلاف میں نہ پڑ جائیں جیسا کہ یشوع کی کتاب باب اوّل سے ظاہر ہے۔ اسی طرح سب سے پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی موت پر حضرت ابوبکر نے یقین کامل ظاہر کیا اور آپ کے جسد مبارک پر بوسہ دیکر کہا کہ تو زندہ بھی پاک تھا اور موت کے بعد بھی پاک ہے اور پھر وہ خیالات جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے بارے میں بعض صحابہ کے دل میں پیدا ہو گئے تھے ایک عام جلسہ میں قرآن شریف کی آیت کا حوالہ دیکر اُن تمام خیالات کو دُور کر دیا اور ساتھ ہی اس غلط خیال کی بھی بیخکنی کر دی جو حضرت مسیح کی حیات کی نسبت احادیث نبویہ میں پوری غور نہ کرنے کی وجہ سے بعض کے دلوں میں پایا جاتا تھا اور جس طرح حضرت یشوع بن نون نے دین کے سخت دشمنوں اور مفتریوں اور مفسدوں کو ہلاک کیا تھا اسی طرح بہت سے مفسد اور جھوٹے پیغمبر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے مارے گئے تھے اور جس طرح حضرت موسیٰ راہ میں ایسے نازک وقت میں فوت ہو گئے تھے کہ جب ابھی بنی اسرائیل نے کنعانی دشمنوں پر فتح حاصل نہیں کی تھی اور بہت سے مقاصد باقی تھے اور ارد گرد دشمنوں کا شور تھا جو حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد اور بھی خطرناک ہو گیا تھا ایسا ہی ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ایک خطرناک زمانہ پیدا ہو گیا تھا۔ کئی فرقے عرب کے مرتد ہو گئے تھے بعض نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا اور کئی جھوٹے پیغمبر کھڑے ہو گئے تھے اور ایسے وقت میں جو ایک بڑے مضبوط دل اور مستقل مزاج اور قوی الایمان اور دلاور اور بہادر خلیفہ کو چاہتا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر کئے گئے اور انکو خلیفہ ہوتے ہی بڑے غموں کا سامنا ہوا جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ بباعث چند در چند فتنوں اور بغاوت

اعراب اور کھڑے ہونے جھوٹے پیغمبروں کے میرے باپ پر جبکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلعم مقرر کیا گیا وہ مصیبتیں پڑیں اور وہ غم دل پر نازل ہوئے کہ اگر وہ غم کسی پہاڑ پر پڑتے تو وہ بھی گر پڑتا اور پاش پاش ہو جاتا اور زمین سے ہموار ہو جاتا۔ مگر چونکہ خدا کا قانون قدرت ہے کہ جب خدا کے رسول کا کوئی خلیفہ اس کی موت کے بعد مقرر ہوتا ہے تو شجاعت اور ہمت اور استقلال اور فراست اور دل قوی ہونے کی روح اس میں پھونکی جاتی ہے جیساکہ یشوع کی کتاب باب اوّل آیت ۶ میں حضرت یشوع کو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مضبوط ہو اور دلاوری کر یعنے موسیٰ تو مر گیا اب تو مضبوط ہو جا۔* یہی حکم قضاء و قدر کے رنگ میں نہ شرعی رنگ میں حضرت ابوبکر کے دل پر بھی نازل ہوا تھا تناسب اور تشابہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابوبکر بن قحافہ اور یشوع بن نون ایک ہی شخص ہے۔ استخلافی مماثلت نے اس جگہ کس کر اپنی مشابہت دکھلائی ہے یہ اس لئے کہ کسی دو لمبے سلسلوں میں باہم مشابہت کو دیکھنے والے طبعاً یہ عادت رکھتے ہیں کہ یا اوّل کو دیکھا کرتے ہیں اور یا آخر کو مگر دو سلسلوں کی درمیانی مماثلت کو جس کی تحقیق و تفتیش زیادہ وقت چاہتی ہے دیکھنا ضروری نہیں سمجھتے بلکہ اوّل اور آخر پر قیاس کر لیا کرتے ہیں اس لئے خدا نے اس مشابہت کو جو یشوع بن نون اور حضرت ابوبکر میں ہے جو دو خلافتوں کے اوّل سلسلہ میں ہیں اور نیز اس مشابہت کو جو حضرت عیسیٰ بن مریم اور اس امت کے مسیح موعود میں ہے جو دونوں خلافتوں کے

* خدا تعالیٰ کے حکم دو قسم کے ہوتے ہیں ایک شرعی جیسا یہ کہ تو خون نہ کر چوری نہ کر جھوٹی گواہی مت دے۔ دوسری قسم حکم کی قضاء و قدر کے حکم ہیں جیساکہ یہ حکم کہ قلنا یا نار کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراھیم۔ شرعی حکم میں محکوم کا تخلّف حکم سے جائز ہے جیساکہ بہتیرے باوجود حکم شرعی پانے کے خون بھی کرتے ہیں چوری بھی کرتے ہیں جھوٹی گواہی بھی دیتے ہیں۔ مگر قضاء و قدر کے حکم میں ہرگز تخلّف جائز نہیں۔ انسان تو انسان قدری حکم سے جمادات بھی تخلّف نہیں کر سکتے کیونکہ جبروتی کشش اس کے ساتھ ہوتی ہے۔ سو حضرت یشوع کو خدا کا یہ حکم کہ مضبوط دل ہو جا قدری حکم تھا یعنے قضاء و قدر کا حکم۔ وہی حکم حضرت ابوبکر کے دل پر بھی نازل ہوا تھا۔ منہ

آخر سلسلہ میں ہیں اجلیٰ بدیہیات کر کے دکھلا دیا۔ مثلاً یشوع اور ابوبکر میں وہ مشابہت درمیان رکھدی کہ گویا وہ دونوں ایک ہی وجود ہے یا ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں اور جس طرح بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد یوشع بن نون کی باتوں کے شنوا ہو گئے اور کوئی اختلاف نہ کیا اور سب نے اپنی اطاعت ظاہر کی۔ یہی واقعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پیش آیا اور سب نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جُدائی میں آنسو بہا کر دلی رغبت سے حضرت ابوبکر کی خلافت کو قبول کیا۔ غرض ہر ایک پہلو سے حضرت ابوبکر صدیق کی مشابہت یشوع بن نون علیہ السلام سے ثابت ہوئی۔ خدا نے جس طرح حضرت یشوع بن نون کو اپنی وہ تائیدیں دکھلائیں کہ جو حضرت موسیٰ کو دکھلایا کرتا تھا ایسا ہی خدا نے تمام صحابہ کے سامنے حضرت ابوبکر کے کاموں میں برکت دی اور نبیوں کی طرح اس کا اقبال چمکا۔ اس نے مفسدوں اور جھوٹے نبیوں کو خدا سے قدرت اور جلال پا کر قتل کیا تاکہ اصحاب رضی اللہ عنہم جانیں کہ جس طرح خدا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اس کے بھی ساتھ ہے۔ ایک اور عجیب مناسبت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضرت یشوع بن نون علیہ السلام سے ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت یشوع بن نون کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ایک ہولناک دریا سے جس کا نام یردن ہے عبور مع لشکر کرنا پیش آیا تھا اور یردن میں ایک طوفان تھا اور عبور غیر ممکن تھا اور اگر اس طوفان سے عبور نہ ہوتا تو بنی اسرائیل کی دشمنوں کے ہاتھ سے تباہی متصوّر تھی اور یہ وہ پہلا امر ہولناک تھا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد یشوع بن نون کو اپنے خلافت کے زمانہ میں پیش آیا اُس وقت خدا تعالیٰ نے اس طوفان سے اعجازی طور پر یشوع بن نون اور اس کے لشکر کو بچا لیا اور یردن میں خشکی پیدا کر دی جس سے وہ بآسانی گزر گیا وہ خشکی بطور جوار بھاٹا تھی یا محض ایک فوق العادت اعجاز تھا۔ بہر حال اس طرح خدا نے ان کو طوفان اور دشمن کے صدمہ سے بچایا اسی طوفان کی مانند بلکہ اس سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر خلیفۃ الحق کو مع تمام جماعت صحابہ کے جو ایک لاکھ سے زیادہ تھے

پیش آیا یعنے ملک میں سخت بغاوت پھیل گئی۔ اور وہ عرب کے بادیہ نشین جنکو خدا نے فرمایا تھا۔ قالت الاعراب اٰمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا اسلمنا ولمّا یدخل الایمان فی قلوبکم (سورۃ حجرات) ضرور تھا کہ اس پیشگوئی کے مطابق وہ بگڑتے تا یہ پیشگوئی پوری ہوتی پس ایسا ہی ہؤا اور وہ سب لوگ مرتد ہوگئے اور بعض نے زکوٰۃ سے انکار کیا اور چند شریر لوگوں نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا جن کے ساتھ کئی لاکھ بدبخت انسانوں کی جمعیت ہوگئی اور دشمنوں کا شمار اس قدر بڑھ گیا کہ صحابہ کی جماعت ان کے آگے کچھ بھی چیز نہ تھی اور ایک سخت طوفان ملک میں برپا ہؤا یہ طوفان اس خوفناک پانی سے بہت بڑھ کر تھا جس کا سامنا حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو پیش آیا تھا اور جیسا کہ یوشع بن نون حضرت موسیٰ کی وفات کے بعد ناگہانی طور پر اس سخت ابتلا میں مبتلا ہوگئے تھے کہ دریا سخت طوفان میں تھا اور کوئی جہاز نہ تھا اور ہر ایک طرف سے دشمن کا خوف تھا۔ یہی ابتلا حضرت ابوبکر کو پیش آیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہوگئے اور ارتداد عرب کا ایک طوفان برپا ہوگیا اور جھوٹے پیغمبروں کا ایک دوسرا طوفان اس کو قوت دینے والا ہوگیا۔ یہ طوفان یوشع کے طوفان سے کچھ کم نہ تھا بلکہ بہت زیادہ تھا اور پھر جیسا کہ خدا کے کلام نے حضرت یوشع کو قوت دی اور فرمایا کہ جہاں جہاں تو جاتا ہے میں تیرے ساتھ ہوں تو مضبوط ہو اور دلاور بن جا اور بیدل مت ہو۔ تب یشوع میں بڑی قوت اور استقلال اور وہ ایمان پیدا ہوگیا جو خدا کی تسلّی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ ایسا ہی حضرت ابوبکر کو بغاوت کے طوفان کے وقت خدا تعالیٰ سے قوت ملی۔ جس شخص کو اس زمانہ کی اسلامی تاریخ پر اطلاع ہے وہ گواہی دے سکتا ہے کہ وہ طوفان ایسا سخت طوفان تھا کہ اگر خدا کا ہاتھ ابوبکر کے ساتھ نہ ہوتا اور اگر درحقیقت اسلام خدا کی طرف سے نہ ہوتا اور اگر درحقیقت ابوبکر خلیفہ حق نہ ہوتا تو اس دن اسلام کا خاتمہ ہوگیا تھا۔ مگر یشوع نبی کی طرح خدا کے پاک کلام سے ابوبکر صدیق کو قوت ملی کیونکہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں اس ابتلا کی پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ چنانچہ جو شخص اس آیت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھے گا وہ یقین کریگا کہ بلاشبہ

اس ابتلا کی خبر قرآن شریف میں پہلے سے دی گئی تھی اور وہ خبر یہ ہے کہ وعد اللہ الذین اٰمنوا منکم وعملوا الصّٰلحٰت لیستخلفنّھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکننّ لھم دینھم الذی ارتضٰی لھم ولیبدلنّھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون۔ یعنے خدا نے مومنوں کو جو نیکوکار ہیں وعدہ دے رکھا ہے جو ان کو خلیفے بنائے گا انہی خلیفوں کی مانند جو پہلے بنائے تھے اور اسی سلسلہ خلافت کی مانند سلسلہ قائم کرے گا جو حضرت موسیٰ کے بعد قائم کیا تھا اور انکے دین کو یعنے اسلام کو جس پر وہ راضی ہؤا زمین پر جما دیگا اور اس کی جڑھ لگا دے گا اور خوف کی حالت کو امن کی حالت کے ساتھ بدل دے گا۔ وہ میری پرستش کرینگے کوئی دوسرا میرے ساتھ نہیں ملائینگے۔ دیکھو اس آیت میں صاف طور پر فرما دیا ہے کہ خوف کا زمانہ بھی آئے گا اور امن جاتا رہے گا۔ مگر خدا اس خوف کے زمانہ کو پھر امن کے ساتھ بدل دے گا۔ سو یہی خوف یشوع بن نون کو بھی پیش آیا تھا اور جیسا کہ اس کو خدا کے کلام سے تسلّی دی گئی ایسا ہی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی خدا کے کلام سے تسلّی دی گئی اور چونکہ ہر ایک سلسلہ میں خدا کا یہ قانون قدرت ہے کہ اس کا کمال تب ظاہر ہوتا ہے کہ جب آخر حصّہ سلسلہ کا پہلے حصے سے مشابہ ہو جائے اس لئے ضروری ہؤا کہ موسوی اور محمدی سلسلہ کا پہلا خلیفہ موسوی اور محمدی سلسلہ کے آخری خلیفہ سے مشابہ ہو کیونکہ کمال ہر ایک چیز کا استدارت* کو چاہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام بسائط گول شکل پر پیدا کئے گئے ہیں تا خدا کے ہاتھ کی پیدا کی ہوئی چیزیں ناقص نہ ہوں۔ اسی

* استدارت کے لفظ سے میری مراد یہ ہے کہ جب ایک دائرہ پورے طور پر کامل ہو جاتا ہے تو جس نقطہ سے شروع ہؤا تھا اسی نقطہ سے جا ملتا ہے اور جب تک اس نقطہ کو نہ ملے تب تک اس کو دائرہ کاملہ نہیں کہہ سکتے۔ پس آخری نقطہ کا پہلے نقطہ سے جا ملنا وہی امر ہے جس کو دوسرے لفظوں میں مشابہت تامّہ کہا کرتے ہیں۔ پس جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یشوع ابن نون سے مشابہت تھی یہاں تک کہ نام میں بھی تشابہ تھا ایسا ہی حضرت ابوبکر اور مسیح موعود

بنا پر ماننا پڑتا ہے کہ زمین کی شکل بھی گول ہے۔ کیونکہ دوسری تمام شکلیں کمال تام کے مخالف ہیں۔ اور جو چیز خدا کے ہاتھ سے بلا واسطہ نکلی ہے اس میں مناسب حال

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۶

کو بعض واقعات کے رو سے بشدت مشابہت ہے اور وہ یہ کہ ابوبکر کو خدا نے سخت فتنہ اور بغاوت اور مفتریوں اور مفسدوں کے عہد میں خلافت کے لئے مقرر کیا تھا ایسا ہی مسیح موعود اس وقت ظاہر ہوا کہ جبکہ تمام علامات صغریٰ کا طوفان ظہور میں آچکا تھا اور کچھ کبریٰ میں سے بھی۔ اور دوسری مشابہت یہ ہے کہ جیسا کہ خدا نے حضرت ابوبکر کے وقت میں خوف کے بعد امن پیدا کر دیا اور برخلاف دشمنوں کی خواہشوں کے دین کو جما دیا۔ ایسا ہی مسیح موعود کے وقت میں بھی ہوگا کہ اس طوفانِ تکذیب اور تکفیر اور تفسیق کے بعد یکدفعہ لوگوں کو محبت اور ارادت کی طرف میلان دیا جائیگا اور جب بہت سے نور نازل ہونگے اور انکی آنکھیں کھلیں گی تو وہ معلوم کرینگے کہ ہمارے اعتراض کچھ چیز نہ تھے اور ہم نے اپنے اعتراضوں میں بجز اس کے اور کچھ نہ دکھلایا جو اپنے سطحی خیال اور موٹی عقل اور حسد اور تعصب کے زہر کو لوگوں پر ظاہر کر دیا۔ اور پھر اس کے بعد ابوبکر اور مسیح موعود میں یہ مشابہت ظاہر کر دی جائے گی کہ اس دین کو جسکی مخالف بیخکنی کرنا چاہتے ہیں زمین پر خوب جما دیا جائیگا اور ایسا مستحکم کیا جائیگا کہ پھر قیامت تک اسمیں تزلزل نہیں ہوگا اور پھر تیسری مشابہت یہ ہوگی کہ شرک کی ملونی مسلمانوں کے عقیدوں میں مل گئی تھی وہ بکلی ان کے دلوں میں سے نکال دی جائے گی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ شرک کا ایک بڑا حصّہ جو مسلمانوں کے عقائد میں داخل ہو گیا تھا یہاں تک کہ دجّال کو بھی خدائی کی صفتیں دیگئی تھیں اور حضرت مسیح کو ایک حصہ مخلوق کا خالق سمجھا گیا تھا یہ ہر ایک قسم کا شرک دُور کیا جائے گا جیسا کہ آیت یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا سے مستنبط ہوتا ہے۔ ایسا ہی اس پیشگوئی سے جو مسیح موعود اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں مشترک ہے یہ بھی سمجھا جاتا ہے کہ جس طرح شیعہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تکفیر کرتے ہیں اور ان کے مرتبہ اور بزرگی سے منکر ہیں۔ ایسا ہی مسیح موعود کی تکفیر کی جائیگی اور ان کے مخالف ان کے مرتبہ ولایت سے انکار کرینگے کیونکہ اس پیشگوئی کے اخیر میں یہ آیت ہے ومن کفر بعد ذٰلک فاولٰئک ھم الفاسقون اور اس آیت کے معنے جیسا کہ

مخلوقیت کے کمال ضرور چاہئیں تا اس کا نقص خالق کے نقص کی طرف عائد نہ ہو۔ اور نیز اس لئے بسائط کا گول رکھنا خدا تعالےٰ نے پسند کیا کہ گول میں کوئی جہت نہیں ہوتی۔ اور یہ امر توحید کے بہت مناسب حال ہے۔ غرض صنعت کا کمال مدوّر شکل سے ہی ظاہر ہوتا ہے کیونکہ اس میں انتہائی نقطہ اس قدر اپنے کمال کو دکھلاتا ہے کہ پھر اپنے مبدا کو جاتا ہے ✢

اب ہم پھر اپنے اصل مدعا کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ ہمارے مذکورہ بالا بیان سے یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جو حضرت سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کے پہلے خلیفہ تھے حضرت یوشع بن نون علیہ السلام سے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد ان کے پہلے خلیفہ ہیں اشد مشابہت ہے تو پھر اس سے لازم آیا کہ جیسا کہ سلسلہ محمدیہ کی خلافت کا پہلا خلیفہ سلسلۂ موسویہ کی خلافت کے پہلے خلیفہ سے مشابہت رکھتا ہے ایسا ہی سلسلہ محمدیہ کی خلافت کا آخری خلیفہ جو مسیح موعود سے موسوم ہے سلسلۂ موسویہ کے آخری خلیفہ سے جو حضرت عیسیٰ بن مریم ہے مشابہت رکھے تا دونوں سلسلوں کی مشابہت تامّہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۹۵

روافض کی عملی حالت سے کھلے ہیں یہی ہیں کہ بعض گمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقام بلند سے منکر ہو جائینگے اور انکی تکفیر کرینگے پس اس آیت سے سمجھا جاتا ہے کہ مسیح موعود کی بھی تکفیر ہو گی کیونکہ وہ خلافت کے آخری نقطہ پر ہے جو خلافت کے پہلے نقطہ سے ملا ہوا ہے۔ یہ بات بہت ضروری اور یاد رکھنے کے لائق ہے کہ ہر ایک دائرہ کا عام قاعدہ یہی ہے کہ اُس کا آخری نقطہ پہلے نقطہ سے اتصال رکھتا ہے لہٰذا اس عام قاعدہ کے موافق خلافت محمدیہ کے دائرہ میں بھی ایسا ہی ہونا ضروری ہے یعنے یہ لازمی امر ہے کہ آخری نقطہ اُس دائرہ کا جس سے مراد مسیح موعود ہے جو سلسلۂ خلافت محمدیہ کا خاتم ہے وہ اس دائرہ کے پہلے نقطہ سے جو خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نقطہ ہے جو سلسلۂ خلافت محمدیہ کے دائرہ کا پہلا نقطہ جو ابوبکر ہے وہ اس دائرہ کے انتہائی نقطہ سے جو مسیح موعود ہے اتصال تام رکھتا ہے جیسا کہ شاہد اسبات پر گواہ ہے کہ آخر نقطہ ہر ایک دائرہ کا اسکے پہلے نقطہ سے جا ملتا ہے۔ اب جبکہ اوّل اور آخر کے دونوں نقطوں کا اتصال ماننا پڑا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ جو قرآنی پیشگوئیاں خلافت کے پہلے نقطہ کے حق میں ہیں یعنے حضرت ابوبکر کے حق میں وہی خلافت کے آخری نقطہ کے حق میں بھی ہیں یعنی مسیح موعود کے حق میں اور یہی ثابت کرنا تھا۔ منہ

ہیں جو نص قرآنی سے ثابت ہوتی ہے کچھ نقص نہ رہے کیونکہ جب تک دونوں سلسلے یعنے سلسلۂ موسویہ و سلسلۂ محمدیہ اوّل سے آخر تک باہم مشابہت نہ دکھلائیں تب تک وہ مماثلت جو آیت کما استخلف الذین میں کما کے لفظ سے مستنبط ہوتی ہے ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور پھر چونکہ ہم ابھی حاشیہ میں اکمل اور اتم طور پر ثابت کر چکے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسیح موعود سے مشابہت رکھتے ہیں اور دوسری طرف یہ بھی ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر حضرت یوشع بن نون سے مشابہت رکھتے ہیں اور حضرت یشوع بن نون اس قاعدہ کے رو سے جو دائرہ کا اوّل نقطہ دائرہ کے آخر نقطہ سے اتحاد رکھتا ہے جیسا کہ ابھی ہم نے حاشیہ میں لکھا ہے حضرت عیسیٰ بن مریم سے مشابہت رکھتے ہیں تو اس سلسلۂ مساوات سے لازم آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسلام کے مسیح موعود سے جو شریعت اسلامیہ کا آخری خلیفہ ہے مشابہت رکھتے ہیں کیونکہ حضرت عیسیٰ حضرت یشوع بن نون سے مشابہ ہیں اور حضرت یشوع بن نون حضرت ابو بکر سے مشابہ۔ اور پہلے ثابت ہو چکا ہے کہ حضرت ابو بکر اسلام کے آخری خلیفہ یعنے مسیح موعود سے مشابہ ہیں تو اس سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ اسلام کے آخری خلیفہ سے جو مسیح موعود ہے مشابہ ہیں کیونکہ مشابہ کا مشابہ مشابہ ہوتا ہے مثلاً اگر خط آج خط آب سے مساوی ہے اور خط آب خط آد سے مساوی تو ماننا پڑے گا کہ خط آج خط آد سے مساوی ہے اور یہی مدعا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ مشابہت من وجہٍ مغایرت کو چاہتی ہے اس لئے قبول کرنا پڑا کہ اسلام کا مسیح موعود حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں ہیں بلکہ اس کا غیر ہے۔ اور عوام جو باریک باتوں کو سمجھ نہیں سکتے ان کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ خدا تعالےٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے دو رسول ظاہر کرکے ان کو دو مستقل شریعتیں عطا فرمائی ہیں۔ ایک شریعت موسویہ۔ دوسری شریعت محمدیہ۔ اور ان دونوں سلسلوں میں تیرہ تیرہ خلیفے مقرر کئے ہیں اور درمیانی بارہ خلیفے جو ان دونوں شریعتوں میں پائے جاتے ہیں وہ ہر دو نبی صاحب الشریعت کی قوم میں سے ہیں یعنے موسوی خلیفے اسرائیلی ہیں

اور محمدی خلیفے قریشی ہیں مگر آخری دو خلیفے ان دونوں سلسلوں کے وہ ان ہر دو نبی صاحب الشریعت کی قوم میں سے نہیں ہیں۔ حضرت عیسیٰ اس لئے کہ ان کا کوئی باپ نہیں اور اسلام کے مسیح موعود کی نسبت جو آخری خلیفہ ہے خود علمائے اسلام مان چکے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں ہے اور نیز قرآن شریف فرماتا ہے کہ یہ دونوں مسیح ایک دوسرے کا عین نہیں ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں اسلام کے مسیح موعود کو موسوی مسیح موعود کا مثیل ٹھہراتا ہے نہ عین پس محمدی مسیح موعود کو موسوی مسیح کا عین قرار دینا قرآن شریف کی تکذیب ہے اور تفصیل اس استدلال کی یہ ہے کہ کَمَا کا جو آیت کما استخلف الذین من قبلہم میں ہے جس سے تمام محمدی سلسلہ کے خلیفوں کی موسوی سلسلہ کے خلیفوں کے ساتھ مشابہت ثابت ہوتی ہے ہمیشہ مماثلت کے لئے آتا ہے اور مماثلت ہمیشہ من وجہٍ مغایرت کو چاہتی ہے یہ ممکن نہیں کہ ایک چیز اپنے نفس کی مثیل کہلائے بلکہ مشبّہ اور مشبّہ بہ میں کچھ مغایرت ضروری ہے اور عین کسی وجہ سے اپنے نفس کا مغایر نہیں ہو سکتا۔ پس جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت موسیٰ کے مثیل ہو کر انکے عین نہیں ہو سکتے ایسا ہی تمام محمدی خلیفے جن میں سے آخری خلیفہ مسیح موعود ہے وہ موسوی خلیفوں کے جن میں سے آخری خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں کسی طرح عین نہیں ہو سکتے اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے کیونکہ کَمَا کا لفظ جیسا کہ حضرت موسیٰ اور آنحضرت کی مشابہت کے لئے قرآن شریف نے استعمال کیا ہے وہی کَمَا کا لفظ آیت کما استخلف الذین میں وارد ہے جو اسی قسم کی مغایرت چاہتا ہے جو حضرت موسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں ہے۔ یاد رہے کہ اسلام کا بارھواں خلیفہ جو تیرھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیئے وہ یحییٰ نبی کے مقابل پر ہے جس کا ایک پلید قوم کے لئے سر کاٹا گیا سمجھنے والے سمجھ لے اس لئے ضروری ہے کہ بارھواں خلیفہ قریشی ہو جیسا کہ حضرت یحییٰ اسرائیلی ہیں لیکن اسلام کا تیرھواں خلیفہ جو چودھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیئے جس کا نام مسیح موعود ہے اس کے لئے ضروری تھا کہ وہ قریش میں سے نہ ہو جیسا کہ حضرت

عیسیٰ اسرائیلی ہیں سید احمد صاحب بریلوی سلسلہ خلافت محمدیہ کے بارھویں خلیفہ ہیں جو حضرت یحییٰ کے مثیل ہیں اور سید ہیں (۲) اور منجملہ اُن دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں خدا تعالیٰ کے وہ دو نشان ہیں جو دُنیا کو کبھی نہیں بھُولیں گے یعنے ایک وہ نشان جو آسمان میں ظاہر ہوا۔ اور دوسرا وہ نشان جو زمین نے ظاہر کیا۔ آسمان کا نشان خسوف کسوف ہے جو ٹھیک ٹھیک مطابق آیت کریمہ وجمع الشمس والقمر۔ اور نیز دارقطنی کی حدیث کے موافق رمضان میں واقع ہوا۔* اور زمین کا نشان وہ ہے جسکی طرف یہ آیت کریمہ قرآن شریف کی یعنے واذا العشار عطلت اشارہ کرتی ہے جسکی تصدیق میں مسلم میں یہ حدیث موجود ہے و یترلث القلاص فلا یسعٰی علیھا خسوف کسوف کا نشان تو کئی سال ہوئے جو دو مرتبہ ظہور میں آگیا اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو برس سے عمل میں آرہا ہے لیکن یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہو جائے گی۔ کیونکہ وہ

* شوکانی اپنی کتاب توضیح میں لکھتا ہے کہ آثار واردہ جو مسیح اور مہدی کے بارے میں ہیں وہ رفع کے حکم میں ہیں کیونکہ پیشگوئیوں میں اجتہاد کو راہ نہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ بہت سی پیشگوئیاں مہدی اور مسیح کے بارے میں ایسی ہیں جو باہم تناقض رکھتی ہیں یا قرآن شریف کے مخالف ہیں یا سنت اللہ کی ضد ہیں اس صورت میں اگر ان کا رفع بھی ہوتا تاہم بعض ان میں سے ہرگز قبول کے لائق نہ تھیں ہاں حسب اقرار شوکانی صاحب کسوف خسوف کی پیشگوئی بلاشبہ رفع کے حکم میں ہے بلکہ یہ پیشگوئی مرفوع متصل حدیث سے بھی صدہا درجہ قوی تر ہے کیونکہ اس نے اپنے وقوع سے اپنی سچائی آپ ظاہر کر دی اور قرآن شریف نے اس کے مضمون کی تصدیق کی اور نیز قرآن نے اس کے مقابل کی ایک اور پیشگوئی بیان فرمائی یعنے اونٹوں کے بیکار ہونے کی پیشگوئی۔ اس زمینی نشان کا ذکر آسمانی نشان یعنے کسوف خسوف کا مصدق ہے کیونکہ یہ دونوں نشان ایک دوسرے کے مقابل پڑے ہیں اور ایسا ہی توریت کے بعض صحیفوں میں اس کی تصدیق موجود ہے اور یہ مرتبہ ثبوت کا کسی دوسری حدیث مرفوع متصل کو جس کے ساتھ یہ لوازم نہ ہوں حاصل نہیں۔ منہ

ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ میں آئے گی وہی مکہ معظمہ میں آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لیکر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یکدفعہ بیکار ہو جائیں گے اور ایک انقلاب عظیم عرب اور بلاد شام کے سفروں میں آجائے گا۔ چنانچہ یہ کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکہ اور مدینہ کی راہ کا طیار ہو جائے اور حاجی لوگ بجائے بدوؤں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ میں پہونچا کریں بلکہ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑی ہی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دنیا میں سے اُٹھ جائے گی اور یہ پیشگوئی ایک چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تمام دُنیا کو اپنا نظارہ دکھائیگی اور تمام دُنیا اس کو بچشم خود دیکھے گی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل کا طیار ہو جانا گویا تمام اسلامی دُنیا میں ریل کا پھر جانا ہے* کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہے اگر سوچکر دیکھا جائے تو اپنی کیفیت کے رو سے خسوف کسوف کی پیشگوئی اور اونٹوں کے متروک ہونے کی پیشگوئی ایک ہی درجہ پر معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جیسا کہ خسوف کسوف کا نظارہ کروڑہا انسانوں کو اپنا گواہ بنا گیا ہے ایسا ہی اونٹوں کے متروک ہونے کا نظارہ بھی ہے بلکہ یہ نظارہ کسوف خسوف سے بڑھ کر ہے کیونکہ خسوف کسوف

* چونکہ ریل کا وجود اور اونٹوں کا بیکار ہونا مسیح موعود کے زمانہ کی نشانی ہے اور مسیح کے ایک یہ بھی معنے ہیں کہ بہت سیاحت کرنے والا۔ تو گویا خدا نے مسیح کے لئے اور اسکے نام کے معنے متحقق کرنے کے لئے اور نیز اسکی جماعت کے لئے جو اسی کے حکم میں ہیں ریل کو ایک سیاحت کا وسیلہ پیدا کیا ہے تا وہ سیاحتیں جو پہلے مسیح نے ایک سو بیس برس تک بصد محنت پوری کی تھیں اس مسیح کے لئے صرف چند ماہ میں وہ تمام سیر و سیاحت میسّر آجائے اور یہ یقینی امر ہے کہ جیسے اس زمانہ کا ایک مامور من اللہ ریل کی سواری کے ذریعہ سے خوشی اور آرام سے ایک بڑے حصہ دُنیا کا چکر لگا کر اور سیاحت کر کے اپنے وطن میں آسکتا ہے یہ سامان پہلے نبیوں کے لئے میسّر نہیں تھا اس لئے مسیح کا مفہوم جیسے اس زمانہ میں جلد پورا ہو سکتا ہے کسی دوسرے زمانہ میں اسکی نظیر نہیں۔ منہ

صرف دو مرتبہ ہو کر اور صرف چند گھنٹہ تک رہ کر دنیا سے گزر گیا۔ مگر اس نئی سواری کا نظارہ جس کا نام ریل ہے ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا کہ پہلے اونٹ ہوا کرتے تھے ذرا اُس وقت کو سوچو کہ جب مکہ معظمہ سے کئی لاکھ آدمی ریل کی سواری میں ایک ہیئت مجموعی میں مدینہ کی طرف جائے گا یا مدینہ سے مکہ کی طرف آئے گا تو اس نئی طرز کے قافلہ میں عین اس حالت میں جس وقت کوئی اہل عرب یہ آیت پڑھے گا کہ واذا العشار عطلت یعنے یاد کرو وہ زمانہ جبکہ اونٹنیاں بیکار کی جائینگی اور ایک حملدار اونٹنی کا بھی قدر نہ رہے گا جو اہل عرب کے نزدیک بڑی قیمتی تھی اور یا جب کوئی حاجی ریل پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف جاتا ہوا یہ حدیث پڑھے گا کہ ویترك القلاص فلا یسعٰی علیہا یعنے مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جائینگی اور ان پر کوئی سوار نہ ہوگا تو سُننے والے اس پیشگوئی کو سُنکر کس قدر وجد میں آئینگے اور کس قدر اُن کا ایمان قوی ہوگا جس شخص کو عرب کی پُرانی تاریخ سے کچھ واقفیت ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اونٹ اہل عرب کا بہت پُرانا رفیق ہے اور عربی زبان میں ہزار کے قریب اونٹ کا نام ہے اور اونٹ سے اس قدر قدیم تعلقات اہل عرب کے پائے جاتے ہیں کہ میرے خیال میں بیس ہزار کے قریب عربی زبان میں ایسا شعر ہوگا جس میں اونٹ کا ذکر ہے اور خدا تعالےٰ خوب جانتا تھا کہ کسی پیشگوئی میں اونٹوں کے ایسے انقلاب عظیم کا ذکر کرنا اس سے بڑھ کر اہل عرب کے دلوں پر اثر ڈالنے کے لئے اور پیشگوئی کی عظمت ان کی طبیعتوں میں بٹھانے کے لئے اور کوئی راہ نہیں۔ اور اسی وجہ سے عظیم الشان پیشگوئی قرآن شریف میں ذکر کی گئی ہے جس سے ہر ایک مومن کو خوشی سے اُچھلنا چاہیئے کہ خدا نے قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت جو مسیح موعود اور یاجوج ماجوج اور دجّال کا زمانہ ہے یہ خبر دی ہے کہ اُس زمانہ میں یہ رفیق قدیم عرب کا یعنے اونٹ جس پر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے اور بلاد شام کی طرف تجارت کرتے تھے ہمیشہ کے لئے ... ... اُن سے الگ ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کس قدر روشن پیشگوئی ہے یہاں تک کہ دل چاہتا ہے کہ خوشی سے نعرے ماریں کیونکہ ہماری پیاری کتاب اللہ

قرآن شریف کی سچائی اور منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ ایک ایسا نشان دنیا میں ظاہر ہو گیا ہے کہ نہ توریت میں ایسی بزرگ اور کھلی کھلی پیشگوئی پائی جاتی ہے اور نہ انجیل میں اور نہ دُنیا کی کسی اور کتاب میں۔ ہندوؤں کے ایک پنڈت دیانند نام نے ناحق فضولی کے طور پر کہا تھا کہ وید میں ریل کا ذکر ہے یعنے پہلے زمانہ میں آریہ ورت (ملک ہند) میں ریل جاری تھی مگر جب ثبوت مانگا گیا تو بجز بیہودہ باتوں کے اور کچھ جواب نہ تھا۔ اور دیانند کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وید میں پیشگوئی کے طور پر ریل کا ذکر ہے کیونکہ دیانند اس بات کا معترف ہے کہ وید میں کوئی پیشگوئی نہیں بلکہ اس کا صرف یہ مطلب تھا کہ ہندوؤں کے عہد سلطنت میں بھی یورپ کے فلاسفروں کی طرح ایسے کاریگر موجود تھے اور اس زمانہ میں بھی ریل موجود تھی یعنے ہمارے بزرگ بھی انگریزوں کی طرح کئی صنعتیں ایجاد کرتے تھے لیکن قرآن شریف یہ دعوٰی نہیں کرتا کہ کسی زمانہ میں ملک عرب میں ریل موجود تھی بلکہ آخری زمانہ کے لئے ایک عظیم الشان پیشگوئی کرتا ہے کہ ان دنوں میں ایک بڑا انقلاب ظہور میں آئے گا اور اونٹوں کی سواری بیکار ہو جائے گی اور ایک نئی سواری دُنیا میں پیدا ہو جائے گی جو اونٹوں سے مستغنی کر دے گی۔ یہ پیشگوئی جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں حدیث مسلم میں بھی موجود ہے جو مسیح موعود کے زمانہ کی علامت بیان کی گئی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیشگوئی کو قرآن شریف کی اس آیت سے ہی استنباط کیا ہے یعنے واذا العشار عطلت سے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف میں دو قسم کی پیشگوئیاں ہیں۔ ایک قیامت کی اور ایک زمانۂ آخری کی۔ مثلاً جیسے یاجوج ماجوج کا پیدا ہونا اور اُن کا تمام ریاستوں پر فائق ہونا۔ یہ پیشگوئی آخری زمانہ کے متعلق ہے۔ اور حدیث مسلم نے پیشگوئی ویترك القلاص میں صاف تشریح کر دی ہے اور کھولکر بیان کر دیا ہے کہ مسیح کے وقت میں اونٹ کی سواری ترک کر دی جائے گی ❊

(۳) تیسری دلیل جو دلائل گزشتہ مذکورہ کی طرح وہ بھی قرآن شریف سے ہی

مستنبط ہے سورۃ فاتحہ کی اس آیت کی بنا پر ہے کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین یعنے اے ہمارے خدا ہمیں وہ سیدھی راہ عنایت کر جو ان لوگوں کی راہ ہے جن پر تیرا انعام ہے اور بچا ہم کو ان لوگوں کی راہ سے جن پر تیرا غضب ہے اور جو راہ کو بھول گئے ہیں۔ فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ اسلام کے تمام اکابر اور آئمہ کے اتفاق سے مغضوب علیہم سے مُراد یہودی لوگ ہیں۔ اور ضالین سے مراد نصاریٰ ہیں اور قرآن شریف کی آیت یاعیسٰی انی متوفیك الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں کے مغضوب علیہم ہونے کی بڑی وجہ جسکی سزا انکو قیامت تک دگیئ اور دائمی ذلت اور محکومیت میں گرفتار کئے گئے یہی ہے کہ انہوں حضرت عیسٰی کے ہاتھ پر خدا تعالے کے نشان بھی دیکھ کر پھر بھی پُورے عناد اور شرارت اور جوش سے انکی تکفیر اور توہین اور تفسیق اور تکذیب کی اور اُن پر اور اُنکی والدہ صدیقہ پر جھوٹے الزام لگائے جیساکہ آیت وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ سے صریح سمجھا جاتا ہے کیونکہ ہمیشہ کی محکومیت جیسی اور کوئی ذلت نہیں اور دائمی ذلت کے ساتھ دائمی عذاب لازم پڑا ہوا ہے اور اسی آیت کی تائید ایک دوسری آیت کرتی ہے جو جزو ۹ سورۃ اعراف میں ہے اور وہ یہ ہے۔ واذ تاذن ربك لیبعثن علیھم الی یوم القیامۃ من یسومھم سوء العذاب یعنے خدا نے یہود کے لئے ہمیشہ کے لئے یہ وعدہ کیا ہے کہ ایسے بادشاہ انپر مقرر کرتا رہے گا جو انواع واقسام کے عذاب ان کو دیتے رہیں گے۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑی وجہ یہود کے مغضوب علیہم ہونے کی یہی ہے کہ انھوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو سخت ایذا دی اُنکی تکفیر کی اُنکی تفسیق کی اُنکی توہین کی ان کو مصلوب قرار دیا تا وہ نعوذ باللہ لعنتی قرار دیئے جائیں اور انکو اس حد تک دُکھ دیا کہ حسب منطوق آیت وقولھم علی مریم بھتانًا عظیمًا۔ انکی ماں پر بھی سخت بہتان لگایا

٭ جیساکہ شریر مخالفوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ماں پر بہتان لگایا۔ اسی طرح میری بیوی

غرض جس قدر ایذا کی قسمیں ہوسکتی ہیں کہ تکذیب کرنا۔ گالیاں دینا۔ اور افترا کے طور پر کئی تہمتیں لگانا اور کفر کا فتویٰ دینا اور انکی جماعت کو متفرق کرنے کیلئے کوشش کرنا اور حکام کے حضور میں اُنکی نسبت جھوٹی مخبریاں کرنا اور کوئی دقیقہ توہین کا نہ چھوڑنا اور بالآخر قتل کے لئے آمادہ ہونا یہ سب کچھ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی نسبت یہود بدقسمت سے ظہور میں آیا۔ اور آیت وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ کو غور سے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ آیت ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ کی سزا بھی حضرت مسیح کی ایذا کی وجہ سے ہی یہود کو دگئی ہے کیونکہ آیت موصوفہ بالا میں یہود کے لئے یہ دائمی وعید ہے کہ وہ ہمیشہ محکومیت میں جو ہر ایک عذاب اور ذلت کی جڑھ ہے زندگی بسر کرینگے جیساکہ اب بھی یہود کی ذلت کے حالات کو دیکھ کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ اب تک خدا تعالیٰ کا وہ غصہ نہیں اُترا جو اُس وقت بھڑکا تھا جبکہ اُس وجیہ نبی کو گرفتار کراکر مصلوب کرنے کے لئے کھوپری کے مقام پر لے گئے تھے اور جہاں تک بس چلا تھا ہر ایک قسم کی ذلت پہنچائی تھی اور کوشش کی گئی تھی کہ وہ مصلوب ہو کر توریت کی نصوص صریحہ کے رو سے ملعون سمجھا جائے اور اس کا نام ان میں لکھا جائے جو مرنے کے بعد تحت الثریٰ کی طرف جاتے ہیں اور خدا کی طرف ان کا رفع نہیں ہوتا۔ غرض جبکہ یہ مقدمہ قرآن شریف کے نصوص صریحہ سے ثابت ہوگیا کہ مغضوب علیہم سے مُراد یہود ہیں اور ضالین سے مراد نصاریٰ۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مغضوب علیہم کا پُرغضب خطاب جو یہودیوں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶

کی نسبت شیخ محمد حسین اور اس کے دلی دوست جعفر زٹلی نے محض شرارت سے گندی خوابیں بناکر سراسر بے حیائی کی راہ سے شائع کیں اور میری دشمنی سے اس جگہ وہ لحاظ اور ادب بھی نہ رہا جو اہل بیت آل رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی پاکدامن خواتین سے رکھنا چاہیئے۔ مولوی کہلانا اور یہ بیحیائی کی حرکات۔ افسوس ہزار افسوس یہی وہ بیجا حرکت تھی جس پر مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی۔ ایس سابق ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے مولوی محمد حسین کو چشم نمائی کی تھی اور آیندہ ایسی حرکت سے روکا تھا۔ منہ

کو دیا گیا یہ ان یہودیوں کو خطاب ملا تھا جنھوں نے شرارت اور بے ایمانی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تکذیب کی اور اُن پر کفر کا فتویٰ لکھا اور ہر ایک طرح سے انکی توہین کی اور اُن کو اپنے خیال میں قتل کر دیا اور اُن کے رفع سے انکار کیا بلکہ ان کا نام لعنتی رکھا تو اب اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالےٰ نے کیوں مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی بلکہ قرآن شریف کا افتتاح بھی اسی دُعا سے کیا اور اس دُعا کو مسلمانوں کے لئے ایک ایسا ورد لازمی اور وظیفہ دائمی کر دیا کہ پانچوقت قریباً نوّے*کروڑ مسلمان مختلف دیار اور بلاد میں یہی دُعا اپنی نمازوں میں پڑھتے ہیں اور باوجود بہت سے اختلافات کے جو ان میں اور ان کے نماز کے طریق میں پائے جاتے ہیں کوئی فرقہ مسلمانوں کا ایسا نہیں ہے کہ جو اپنی نماز میں یہ دُعا نہ پڑھتا ہو۔ اس سوال کا جواب خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقامات میں دے دیا ہے مثلاً جیسا کہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم سے صریح اور صاف طور پر سمجھا جاتا ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے یعنے جبکہ مماثلت کی ضرورت کی وجہ سے واجب تھا کہ اس امت کے خلیفوں کا سلسلہ ایک ایسے خلیفہ پر ختم ہو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مثیل ہو تو منجملہ وجوہ مماثلت کے ایک یہ وجہ بھی ضروری الوقوع تھی کہ جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کے فقیہ اور مولوی اُن کے دشمن ہو گئے تھے اور اُن پر کفر کا فتویٰ لکھا تھا اور ان کو سخت سخت گالیاں دیتے اور ان کی اور ان کی پردہ نشین عورتوں کی توہین کرتے اور ان کے ذاتی نقص نکالتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ ان کو لعنتی ثابت کریں ایسا ہی اسلام کے مسیح موعود پر اس زمانہ کے مولوی کفر کا فتویٰ لکھیں اور اس کی توہین

* تحقیقات کے رو سے یہی صحیح تعداد مسلمانوں کی ہے یعنے نوّے کروڑ مسلمانوں کی مردم شماری صحت کو پہنچی ہے انگریزوں کے مورخ عرب کے مختلف حصوں کی مردم شماری اور ایسا ہی بلاد شام اور بلاد روم کی مردم شماری کی تعداد صحت سے دریافت نہیں کر سکے اور افریقہ اور چین کی اسلامی آبادیاں شائد نظر انداز ہی رہیں لہذا جو کچھ عیسائی مردم شماری میں اہل اسلام کی میزان دکھائی گئی ہے یہ صحیح نہیں ہے ہرگز صحیح نہیں ہے منہ

کریں اور اس کو بے ایمان اور لعنتی قرار دیں اور گالیاں دیں اور اس کے پرائیویٹ امور میں دخل دیں اور طرح طرح کے اس پر افترا کریں اور قتل کا فتویٰ دیں۔ پس چونکہ یہ امت مرحومہ ہے اور خدا نہیں چاہتا کہ ہلاک ہوں اس لئے اس نے یہ دُعا غیر المغضوب علیہم کی سکھلا دی اور اس کو قرآن میں نازل کیا اور قرآن اسی سے شروع ہوا اور یہ دُعا مسلمانوں کی نمازوں میں داخل کر دی تا کہ وہ کسی وقت سوچیں اور سمجھیں کہ کیوں ان کو یہود کی اُس سیرت سے ڈرایا گیا جس سیرت کو یہود نے نہایت بُرے طور سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ظاہر کیا تھا۔ یہ بات صاف طور پر سمجھ آتی ہے کہ اس دُعا میں جو سورۃ فاتحہ میں مسلمانوں کو سکھائی گئی ہے۔ فرقہ غیر المغضوب علیہم سے مسلمانوں کا بظاہر کچھ بھی تعلق نہ تھا کیونکہ جبکہ قرآن شریف اور احادیث اور اتفاق علمائے اسلام سے ثابت ہو گیا ہے کہ مغضوب علیہم سے مُراد یہود ہیں اور یہود بھی وہ جنھوں نے حضرت مسیح کو ستایا اور دُکھ دیا اور ان کا نام کافر اور لعنتی رکھا تھا اور اُن کے قتل کرنے میں کچھ فرق نہیں کیا تھا اور توہین کو اُن کی مستورات تک پہنچا دیا تھا تو پھر مسلمانوں کو اس دُعا سے کیا تعلق تھا اور کیوں یہ دُعا سکھلائی گئی۔ اب معلوم ہوا کہ یہ تعلق تھا کہ اس جگہ بھی پہلے مسیح کی مانند ایک مسیح آنیوالا ہے اور مقدر تھا کہ اسکی بھی ویسی ہی توہین اور تکفیر ہو لہذا یہ دُعا سکھلائی گئی جس کے یہ معنے ہیں کہ اے خدا ہمیں اس گناہ سے محفوظ رکھ کہ ہم تیرے مسیح موعود کو دکھ دیں اور اس پر کفر کا فتویٰ لکھیں اور اس کو سزا دلانے کے لئے عدالتوں کی طرف کھینچیں اور اسکی پاکدامن اہل بیت کی توہین اور اس پر طرح طرح کے بہتان لگائیں اور اس کے قتل کے لئے فتوے دیں غرض صاف ظاہر ہے کہ دُعا اسی لئے سکھلائی گئی کہ تا قوم کو اس یادداشت کے پرچہ کی طرح جس کو ہر وقت اپنی جیب میں رکھتے ہیں یا اپنی نشستگاہ کی دیوار پر لگاتے ہیں اس طرف توجہ دی جائے کہ تم میں بھی ایک مسیح موعود آنے والا ہے اور تم میں بھی وہ مادہ موجود ہے جو یہودیوں میں تھا۔ غرض اس آیت پر ایک محققانہ نظر کے ساتھ غور کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ ایک پیشگوئی ہے

جو دُعا کے رنگ میں فرمائی گئی چونکہ اللہ تعالےٰ جانتا تھا کہ حسب وعدہ کما استخلف الذین من قبلھم آخری خلیفہ اس امت کا حضرت عیسٰی علیہ السلام کے رنگ میں آئے گا٭ اور ضرور ہے کہ وہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح قوم کے ہاتھ سے دکھ اُٹھائے اور اس پر کفر کا فتویٰ لکھا جاوے اور اسکے قتل کے ارادے کئے جائیں

٭ ہم اپنی کتابوں میں بہت جگہ بیان کر چکے ہیں کہ یہ عاجز جو حضرت عیسٰی بن مریم کے رنگ میں بھیجا گیا ہے بہت سے امور میں حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مشابہت رکھتا ہے یہاں تک کہ جیسے عیسٰی علیہ السلام کی پیدائش میں ایک نُدرت تھی۔ اس عاجز کی پیدائش میں بھی ایک نُدرت ہے اور وہ یہ کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی اور یہ امر انسانی پیدائش میں نادرات سے ہے کیونکہ اکثر ایک ہی بچہ پیدا ہوا کرتا ہے اور نُدرت کا لفظ ہمنے اس لئے استعمال کیا ہے کہ حضرت مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا بھی امور نادرہ میں سے ہے خلاف قانون قدرت نہیں ہے کیونکہ یونانی مصری ہندی طبیبوں نے اس امر کی بہت سی نظیریں لکھی ہیں کہ کبھی بغیر باپ کے بھی بچہ پیدا ہو جاتا ہے بعض عورتیں ایسی ہوتی ہیں کہ بحکم قادر مطلق ان میں دونوں قوتیں عاقدہ اور منعقدہ پائی جاتی ہیں۔ اس لئے دونوں خاصیتیں ذکر اور انثٰی کی ان کے تخم میں موجود ہوتی ہیں۔ یونانیوں نے بھی ایسی پیدائشوں کی نظیریں دی ہیں اور ہندوؤں نے بھی نظیریں دی ہیں۔ اور ابھی حال میں مصر میں جو طبّی کتابیں تالیف ہوئی ہیں ان میں بھی بڑی تحقیق کے ساتھ نظیروں کو پیش کیا ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں کے لفظ چندر بنسی اور سورج بنسی درحقیقت انہی امور کی طرف اشارات ہیں۔ پس اس قسم کی پیدائش صرف اپنے اندر ایک ندرت رکھتی ہے جیسے توام میں ایک ندرت ہے۔ اس سے زیادہ نہیں۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بغیر باپ پیدا ہونا ایک ایسا امر فوق العادت ہے جو حضرت عیسٰی علیہ السلام سے خصوصیت رکھتا ہے۔ اگر یہ امر فوق العادت ہوتا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام سے ہی مخصوص ہوتا تو خدا تعالےٰ قرآن شریف میں اسکی نظیر جو اس سے بڑھ کر تھی کیوں پیش کرتا اور کیوں فرماتا انّ مثل عیسٰی عند اللہ کمثل اٰدم خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون۔ یعنے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی مثال خدا تعالےٰ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کی مثال کہ خدا نے اسکو

اس لئے ترحم کے طور پر تمام مسلمانوں کو یہ دُعا سکھلائی کہ تم خدا سے پناہ چاہو کہ تم ان یہودیوں کی طرح نہ بنجاؤ جنھوں نے موسوی سلسلہ کے مسیح موعود کو کافر

بقیہ حاشیہ

مٹی سے جو تمام انسانوں کی ماں ہے پیدا کیا اور اس کو کہا کہ ہو جا تو وہ ہو گیا یعنے جیتا جاگتا ہو گیا۔ اب ظاہر ہے کہ کسی امر کی نظیر پیدا ہونے سے وہ امر بے نظیر نہیں کہلا سکتا۔ اور جس شخص کے کسی عارضۂ ذاتی کی کوئی نظیر مل جائے تو پھر وہ شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ صفت مجھ سے مخصوص ہے اس مضمون کے لکھنے کے وقت خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ یَلَاشْ خدا کا ہی نام ہے۔ یہ ایک نیا الہامی لفظ ہے کہ اب تک میں نے اس کو اس صورت پر قرآن اور حدیث میں نہیں پایا اور نہ کسی لغت کی کتاب میں دیکھا۔ اس کے معنے میرے پر یہ کھولے گئے کہ یا لاشریک اس نام کے الہام سے یہ غرض ہے کہ کوئی انسان کسی ایسی قابل تعریف صفت یا اسم یا کسی فعل سے مخصوص نہیں جو وہ صفت یا اسم یا فعل کسی دوسرے میں نہیں پایا جاتا۔ یہی سر ہے جسکی وجہ سے ہر ایک نبی کی صفات اور معجزات اظلال کے رنگ میں اس کی امت کے خاص لوگوں میں ظاہر ہوتی ہیں جو اس کے جوہر سے مناسبت تامہ رکھتے ہیں تا کسی خصوصیت کے دھوکہ میں جہلاء امت کے کسی نبی کو لاشریک نہ ٹھہرائیں یہ سخت کفر ہے جو کسی نبی کو یلاش کا نام دیا جائے کسی نبی کا کوئی معجزہ یا اور کوئی خارق عادت امر ایسا نہیں ہے جس میں ہزارہا اور لوگ شریک نہ ہوں۔ خدا کو سب سے زیادہ اپنی توحید پیاری ہے۔ توحید کے لئے تو یہ سلسلہ انبیاء علیہم السلام کا خدائے عزّوجل نے زمین پر قائم کیا۔ پس اگر خدا کا یہ منشاء تھا کہ بعض صفات ربوبیت سے بعض انسانوں کو مخصوص کیا جائے تو پھر کیوں اس نے کلمہ طیبہ لا الٰہ الّا اللہ کی تعلیم کی۔ جس کے لئے عرب کے میدانوں میں ہزارہا مخلوق پرستوں کے خون بہائے گئے۔ پس اے دوستو! اگر تم چاہتے ہو کہ ایمان کو شیطان کے ہاتھ سے بچا کر آخری سفر کرو تو کسی انسان کو فوق العادت خصوصیت سے مخصوص مت کرو کہ یہی وہ گندہ چشمہ ہے جس سے شرک کی نجاستیں جوش مار کر نکلتی ہیں اور انسانوں کو ہلاک کرتی ہیں۔ پس تم اس سے اپنے آپ کو اور اپنی ذریت کو بچاؤ کہ تمہاری نجات اسی میں ہے۔ اے عقلمندو!

ٹھہرایا تھا اور اس کی توہین کرتے تھے اور انکو گالیاں دیتے تھے اور اس دُعا میں صاف اشارہ ہے کہ تم پر بھی یہ وقت آنے والا ہے اور تم میں بھی بہتوں میں

ذرا سوچو کہ اگر مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام انیس سو برس سے دوسرے آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں اور باوجودیکہ فوت شدہ روحوں کو جا ملے اور حضرت یحییٰ کے زانو بزانو ہم نشین ہوگئے پھر بھی اسی جہان میں ہیں اور کسی آخری زمانہ میں جو گویا اس امت کی ہلاکت کے بعد آئے گا آسمان پر سے اُتریں گے تو شرک سے بچنے کے لئے ایسے فوق العادت صفت کی کوئی نظیر تو پیش کرو یعنے کسی ایسے انسان کا نام لو جو قریباً دو ہزار برس سے آسمان پر چڑھا بیٹھا ہے اور نہ کھانا نہ پیتا نہ سوتا اور نہ کوئی اور جسمانی خاصہ ظاہر کرتا اور پھر مجسم ہے اور روحوں کے ساتھ بھی ایسا ملا ہوا ہے کہ گویا ان روحوں میں ایک روح ہے اور پھر دنیوی زندگی میں بھی کچھ فتور نہیں اس جہان میں بھی ہے اور اس جہان میں بھی گویا دونوں طرف اپنے دو پیر پھیلا رکھے ہیں* ایک پیر دنیا میں اور دوسرا پیر فوت شدہ روحوں میں اور دنیوی زندگی بھی عجیب کہ باوجود اس قدر امتداد مدّت کے کھانے پینے کی محتاج نہیں اور نیند سے بھی فارغ ہے اور پھر آخری زمانہ میں بڑے کر و فر اور جلالی فرشتوں کے ساتھ آسمان پر سے اُترے گا اور گو ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا معراج کی رات میں نہ چڑھنا دیکھا گیا اور نہ اُترنا مگر حضرت مسیح کا اُترنا دیکھا جائے گا۔ تمام مولویوں کے روبرو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے اُترے گا۔ پھر اسی پر بس نہیں بلکہ مسیح نے وہ کام دکھلائے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

* ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ حضرت مسیح کو اتنی بڑی خصوصیت آسمان پر زندہ چڑھنے اور اتنی مدت تک زندہ رہنے اور پھر دوبارہ اُترنے کی جو دیگئی ہے اسکے ہر ایک پہلو سے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کا ایک بڑا تعلق جسکا کچھ حد و حساب نہیں حضرت مسیح سے ہی ثابت ہوتا ہے مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سو برس تک بھی عمر نہ پہنچی مگر حضرت مسیح اب قریباً دو ہزار برس سے زندہ موجود ہیں اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چھپانے کیلئے ایک ایسی ذلیل جگہ تجویز کی جو نہایت متعفن اور تنگ اور تاریک اور حشرات الارض کی نجاست کی جگہ تھی مگر حضرت مسیح کو آسمان پر جو بہشت کی جگہ اور فرشتوں کی ہمسائیگی کا مکان ہے بُلا لیا۔ اب بتلاؤ محبت کس سے زیادہ کی۔ عزّت کس کی زیادہ کی۔ قرب کا مکان کس کو دیا۔ اور پھر دوبارہ آنے کا شرف کس کو بخشا منہ

یہ مادّہ موجود ہے پس خبردار رہو اور دُعا میں مشغول رہو تا ٹھوکر نہ کھاؤ۔ اور اس

باوجود اصرار مخالفوں کے دکھلا نہ سکے بار بار قرآنی اعجاز کا ہی حوالہ دیا۔ بقول تمہارے مسیح پیچ مُردوں کو زندہ کرتا رہا شہر کے لاکھوں انسان ہزاروں برسوں کے مرے ہوئے زندہ کر ڈالے۔ ایک دفعہ شہر کا شہر زندہ کر دیا۔ مگر ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک مکھی بھی زندہ نہ کی۔ اور پھر مسیح نے بقول تمہارے ہزارہا پرندے بھی پیدا کئے اور اب تک کچھ خدا کی مخلوقات اور کچھ اسکی مخلوقات دنیا میں موجود ہے اور ان تمام فوق العادت کاموں میں وہ وحدہٗ لاشریک ہے بلکہ بعض امور میں خدا سے بڑھا ہوا ہے*۔ اور اسکی پیدائش کے وقت میں شیطان نے بھی اس کو مس نہیں کیا مگر دوسرے تمام پیغمبروں کو مس کیا۔ وہ قیامت کو بھی اپنا کوئی گناہ نہیں بتلائے گا مگر دوسرے تمام نبی گناہوں میں مبتلا ہونگے یہاں تک کہ ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم بھی نہیں کہہ سکینگے کہ میں معصوم ہوں۔ اب بتلاؤ کہ اس قدر خصوصیتیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں جمع کر کے کیا ان مولویوں نے حضرت عیسیٰ کو خدائی کے مرتبہ تک نہیں پہنچایا اور کیا کسی حد تک پادریوں کے دوش بدوش نہیں چلے۔ اور کیا ان لوگوں نے حضرت عیسیٰ کو وحدہٗ لاشریک کا مرتبہ دینے میں کچھ فرق کیا ہے۔ سو مجھے خدا نے اس تجدید کے لئے بھیجا ہے کہ میں لوگوں پر ظاہر کروں کہ ایسا خیال کرنا کفر اور صریح کفر اور سخت کفر ہے بلکہ اگر واقعی طور پر حضرت مسیح نے کوئی معجزہ دکھلایا ہے یا اگر کوئی اعجازی صفت حضرت موصوف کے کسی قول یا فعل یا دعا یا توجہ

* خدا سے بڑھا ہوا اس طرح پر کہ خدا تو نو مہینے میں انسان کا بچہ پیدا کرتا ہے اور ہر ایک حیوان کی پیدائش کچھ نہ کچھ مہلت چاہتی ہے مگر مسیح کی یہ عجیب خالقیت کئی درجہ خدا کی خالقیت سے بڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے کیونکہ مسیح کا یہ کام تھا کہ فی الفور ایک مٹی کا جانور بنایا اور پھونک مارتے ہی وہ زندہ ہو کر اُڑنے لگا اور خدا کے پرندوں میں جا ملا۔ یعنے ایکدفعہ ایک غیر مقلد سے جو اہلحدیث کہلاتے ہیں پوچھا کہ جبکہ بقول تمہارے حضرت مسیح نے ہزارہا پرندے بنائے ہیں تو کیا تم ان دو قسم کے پرندوں میں کچھ فرق کر سکتے ہو کہ مسیح کے کونسے ہیں اور خدا کے کونسے۔ اس نے جواب دیا کہ آپس میں مل گئے اب کیونکر فرق ہو سکتا ہے اس اعتقاد سے نعوذ باللہ خدا تعالیٰ بھی دھوکہ باز ٹھہرتا ہے کہ اپنے ...... بندوں کو تو حکم دیا کہ میرا کوئی شریک نہ بناؤ اور پھر آپ حضرت مسیح کو ایسا بڑا شریک اور حصہ دار بنا دیا کہ کچھ تو خدا کی مخلوقات اور کچھ حضرت مسیح کی مخلوقات ہے بلکہ مسیح خدا کے بعث بعد الموت میں بھی شریک اور علم غیب میں بھی شریک۔ کیا اب بھی نہ کہیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین۔ منہ

آیت کا دوسرا فقرہ جو الضالین ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں اے ہمارے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱۱

میں پائی جاتی ہے تو بلاشبہ وہ صفت کروڑہا انسانوں میں بھی پائی جاتی ہے ومن انکر بہ فقد کفر و اغضب ربّہ اللہ الاکبر۔ واللہ تفرّد بتوحیدہ لا الٰہ الّا ھو ولیس کمثلہ احد من نوع البشر۔ والعباد یشابہ بعضھم بعضًا فلا تجعل احدًا منھم وحیدًا واتق اللہ واحذر ٭

سخت تعجب اُن لوگوں کی فہم پر ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث اور غیر مقلد ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم توحید کی راہوں کو پسند کرتے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جو حنفیوں کو یہ الزام دیتے ہیں کہ تم بعض اولیاء کو صفات الٰہیہ میں شریک کر دیتے ہو اور ان سے حاجتیں مانگتے ہو اور ابھی ہم ثابت کر چکے ہیں کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میں بہت سی خدائی صفات قائم کرتے ہیں اور ان کو خالق اور محیی الاموات اور عالم الغیب قرار دیتے ہیں اور اُن کے لئے وہ صفتیں قائم کرتے ہیں جو کسی انسان میں اُنکی نظیر پایا جانا عقیدہ نہیں رکھتے حالانکہ توحید الٰہی کی جڑھ یہی ہے کہ وہ وحدہٗ لاشریک اپنی ذات میں اور اپنی صفات میں اور اپنے کاموں میں ہے اور کوئی دوسرا مخلوق اس کی مانند وحدہٗ لاشریک نہیں یہ وہی لوگ ہیں جو ان کرامات پر اعتراض کیا کرتے تھے جو حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور دوسرے اولیائے کرام سے ظہور میں آئیں یہ وہی موحد کہلانے والے ہیں جو اس بات پر ہنستے تھے کہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک کشتی بارہ برس کے بعد دریا میں سے نکلے اور جس قدر لوگ غرق ہوئے تھے سب اس میں زندہ موجود ہوں۔ اب یہ لوگ دجّال ہیں وہ صفات اعجاز قائم کرتے ہیں جو کبھی کسی ولی کی نسبت روا نہیں رکھتے تھے۔ یہ لوگ کہا کرتے تھے کہ یا شیخ عبدالقادر شیئًا للّٰہ کہنا کفر ہے اور اب اُس کفر کو جو اُس سے بڑھ کر ہے مسیح کی نسبت جائز سمجھتے ہیں٭ اور ان کو بعض صفات خارق عادت میں خدا تعالےٰ کی طرح وحدہٗ لاشریک ٹھہراتے ہیں اور یاد رہے

٭ ان لوگوں کے عقائد باطلہ محرّفہ پر یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ اسلام حقیقی کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک مذہب پر غالب آئے گا لیکن یہ لوگ عیسائی مذہب جیسے قابلِ شرم عقائد کے سامنے ایک منٹ بھی اپنے اصولوں کے ساتھ ٹھہر نہیں سکتے اور سخت شکست کھا کر بھاگتے ہیں۔ منہ

پروردگار اس بات سے بھی بچا کہ ہم عیسائی بنجائیں یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے

بقیہ حاشیہ نمبر ۱۱

کہ خدا نے بے باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے اور یہ بات کہ کسی دوسرے انسان سے کیوں مشابہت نہیں دی یہ محض اس غرض سے ہے کہ تا ایک مشہور متعارف نظیر پیش کی جائے کیونکہ عیسائیوں کو یہ دعویٰ تھا کہ بے باپ ہونا حضرت مسیح کا خاصہ ہے اور یہ خدائی کی دلیل ہے پس خدا نے اس حجت کے توڑنے کے لئے وہ نظیر پیش کی جو عیسائیوں کے نزدیک مسلّم اور مقبول ہے اگر خدا تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے کوئی اور نظیر پیش کرتا۔ تو وہ اس نظیر کی طرح بدیہی اور مسلّم الثبوت نہ ہوتی اور ایک نظری امر ہوتا۔ ورنہ دنیا میں ہزارہا افراد ایسے ہیں جو بے باپ پیدا ہوئے ہیں اور غایت کار یہ امر امور نادرہ میں سے ہے نہ یہ کہ خلاف قانونِ قدرت اور عادت اللہ سے باہر ہے۔ پس یہ نُدرت اسی قسم کی ہے جیسے توام میں ندرت ہے جو فطرت الٰہی نے اس راقم کے حصّے میں رکھی تھی تا تشابہ فی الندرت ہو جائے اور نیز خدا تعالےٰ نے جو قرآن شریف میں حضرت مسیح کو آدم سے مشابہت دی ہے اور پھر براہین احمدیہ میں جسکو شائع ہوئے بیس برس گذر گئے میرا نام آدم رکھا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت آدم سے مشابہت ہے ایسا ہی مجھ سے بھی مشابہت ہے۔ ایک تو یہی مشابہت جو نُدرت فی الخلق ہے۔ دوسری مشابہت اس بات میں کہ وہ اسرائیلی خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہیں مگر اسرائیل کے خاندان میں سے نہیں حالانکہ زبور میں وعدہ تھا کہ تمام خلیفے اس سلسلہ کے اسرائیلی خاندان میں سے ہونگے پس گویا ماں کا اسرائیلی ہونا اس وعدہ کے ملحوظ رکھنے کے لئے کافی سمجھا گیا ایسا ہی میں بھی محمدی سلسلہ کے خلیفوں میں سے آخری خلیفہ ہوں مگر باپ کے رو سے قریش میں سے نہیں ہوں گو بعض دادیاں سادات میں ہونیکی وجہ سے قریش میں سے ہوں۔ تیسری مشابہت حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک حضرت موسیٰ کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا۔ ایسا ہی میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں چونکہ خدا تعالےٰ کو یہ پسند آیا ہے کہ روحانی قانون قدرت کو ظاہری قانون قدرت سے مطابق کر کے دکھلائے اس لئے اس نے مجھے چودھویں صدی کے سر

کہ اُس زمانہ میں جبکہ مسیح موعود ظاہر ہوگا عیسائیوں کا بہت زور ہوگا اور عیسائیت

بقیہ حاشیہ در حاشیہ ۱۱۵

پر پیدا کیا کیونکہ سلسلۂ خلافت سے اصل مقصود یہ تھا کہ یہ سلسلہ ترقی کرتا کرتا کمال تام کے نقطہ پر ختم ہو یعنے اسی نقطہ پر جہاں اسلامی معارف اور اسلامی انوار اور اسلامی دلائل اور حجج پورے طور پر جلوہ گر ہوں اور چونکہ چاند چودھویں رات میں اپنے نور میں کمال تک پہنچا ہوا ہوتا ہے سو مسیح موعود کو چودھویں صدی کے سر پر پیدا کرنا اس طرف اشارہ تھا کہ اس کے وقت میں اسلامی معارف اور برکات کمال تک پہنچ جائینگی جیسا کہ آیت لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ میں اسی کمال تام کی طرف اشارہ ہے اور نیز چونکہ چاند اپنے کمال تام کی رات میں یعنے چودھویں رات میں مشرق کی طرف سے ہی طلوع کرتا ہے اس لئے یہ مناسبت بھی جو خدا کے ظاہری اور روحانی قانون میں ہونی چاہیئے یہی چاہتی تھی جو مسیح موعود جو اسلام کے کمال تام کو ظاہر کرنے والا ہے ممالک مشرقیہ میں سے ہی پیدا ہو چوتھی مشابہت حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مجھے یہ ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام اس وقت ظاہر ہوئے تھے کہ جبکہ ان کے ملک زاد بوم اور اس کے گرد و نواح سے بکلی بنی اسرائیل کی حکومت جاتی رہی تھی اور ایسے ہی زمانہ میں مجھے خدا نے مبعوث فرمایا۔ پانچویں مشابہت حضرت عیسٰی علیہ السلام سے مجھے یہ ہے کہ وہ رومی سلطنت کے وقت یعنے قیصر روم کے زمانہ میں مامور ہوئے تھے پس ایسا ہی میں بھی رومی سلطنت اور قیصر ہند کے ایام دولت میں مبعوث کیا گیا ہوں اور عیسائی سلطنت کو میں نے اس لئے رومی سلطنت کے نام سے یاد کیا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُس عیسائی سلطنت کا نام جو مسیح موعود کے وقت میں ہوگی روم ہی رکھا ہے جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث سے ظاہر ہے چھٹی مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ جیسے ان کو کافر بنایا گیا گالیاں دی گئیں۔ ان کی والدہ کی توہین کی گئی۔ ایسا ہی میرے پر کفر کا فتوے لگا اور گالیاں دی گئیں۔ اور میرے اہل بیت کی توہین کی گئی۔ ساتویں مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ جیسے حضرت عیسٰی علیہ السلام پر ان کے گرفتار کرنے کے لئے جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور جھوٹی مخبریاں کی گئیں اور یہود کے مولویوں نے ان پر جا کر عدالت میں گواہیاں دیں ایسا ہی میرے

کی ضلالت ایک سیلاب کی طرح زمین پر پھیلے گی اور اس قدر طوفانِ ضلالت زور مارے گا کہ بجز دُعا کے اور کوئی چارہ نہ ہوگا اور تثلیث کے واعظ اس قدر مکر کا جال پھیلائیں گے کہ قریب ہوگا کہ راستبازوں کو بھی گمراہ کریں لہٰذا اس دعا کو بھی پہلی دُعا کے ساتھ شامل کر دیا گیا اور اسی ضلالت کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ جب تم دجّال کو دیکھو تو سورۂ کہف کی پہلی آیتیں پڑھو اور وہ یہ ہیں
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا۔ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وَّیُنْذِرَ الَّذِیْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا۔ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآىِٕهِمْ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ اِنْ یَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا۔
ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دجال سے کس گروہ کو مراد رکھا ہے * اور عوج کے لفظ سے اس جگہ مخلوق کو شریک الباری ٹھہرانے سے مراد ہے جس طرح عیسائیوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو ٹھہرایا ہے اور اسی لفظ سے فیج اعوج مشتق ہے اور فیج اعوج سے وہ درمیانی زمانہ مراد ہے جس میں مسلمانوں نے عیسائیوں کی طرح حضرت مسیح کو بعض صفات میں شریک الباری ٹھہرا دیا۔ اس جگہ ہر ایک انسان سمجھ سکتا ہے کہ اگر دجّال کا بھی کوئی علیحدہ وجود ہوتا تو سورۃ فاتحہ میں اس کے فتنہ کا بھی ذکر ضرور ہوتا اور اس کے فتنہ سے بچنے کے لئے بھی کوئی علیحدہ دُعا ہوتی مگر ظاہر ہے کہ اس جگہ یعنے سورہ فاتحہ میں صرف مسیح موعود کو ایذا دینے سے بچنے کے لئے اور نصاریٰ کے فتنے سے محفوظ رہنے کے لئے دُعا کی گئی ہے۔ حالانکہ بموجب خیالات حال کے مسلمانوں کا دجال ایک اور شخص ہے اور اس کا فتنہ تمام فتنوں سے بڑھ کر ہے تو گویا نعوذ باللہ خدا

بقیہ حاشیہ در حاشیہ ۱۱۵

پر بھی جھوٹے مقدمات بنائے گئے اور ان جھوٹے مقدمات کی تائید میں مولوی محمد حسین بٹالوی نے میرے پھانسی دلانے کے لئے عدالت میں بحضور کپتان ڈگلس صاحب پادریوں کی حمایت میں گواہی دی۔ آخر عدالت نے ثابت کیا کہ مقدمۂ الزام قتل جھوٹا

* نسائی نے ابی ہریرہ سے دجّال کی صفت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث لکھی ہے

بھول گیا کہ ایک بڑے فتنہ کا ذکر بھی نہ کیا اور صرف دو فتنوں کا ذکر کیا ایک اندرونی یعنے مسیح موعود کو یہودیوں کی طرح ایذا دینا دوسرے عیسائی مذہب اختیار کرنا۔ یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ سورۂ فاتحہ میں صرف دو فتنوں سے بچنے کیلئے دُعا سکھلائی گئی ہے۔ (۱) اوّل یہ فتنہ کہ اسلام کے مسیح موعود کو کافر قرار دینا۔ اسکی توہین کرنا۔ اسکی ذاتیات میں نقص نکالنے کی کوشش کرنا۔ اسکے قتل کا فتویٰ دینا۔ جیساکہ آیت غیر المغضوب علیھم میں انہی باتوں کیطرف اشارہ ہے (۲) دوسرے نصاریٰ کے فتنے سے بچنے کیلئے دُعا سکھلائی گئی اور سورۃ کو اسی کے ذکر پر ختم کر کے اشارہ کیا گیا ہے کہ فتنۂ نصاریٰ ایک سیل عظیم کیطرح ہوگا اس سے بڑھکر کوئی فتنہ نہیں۔ غرض اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ اس عاجز کی نسبت قرآن شریف نے اپنی پہلی سورۃ میں ہی گواہی دیدی ورنہ ثابت کرنا چاہیئے کہ کن مغضوب علیہم سے اس سورۃ میں ڈرایا گیا ہے۔ کیا یہ سچ نہیں کہ حدیث اور قرآن شریف میں آخری زمانہ کے بعض علماء کو یہود سے نسبت دی ہے کیا یہ سچ نہیں کہ مغضوب علیہم سے مُراد وہ یہود ہیں جنھوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کو جو سلسلہ موسویہ کے آخری خلیفہ اور مسیح موعود تھے کافر ٹھہرایا تھا اور انکی سخت توہین کی تھی اور ان کے پرائیویٹ امور میں افترائی طور پر نقص ظاہر کئے تھے پس جبکہ یہی لفظ مغضوب علیہم کا ان یہودیوں کے مثیلوں پر بولا گیا جن کا نام بوجہ تکفیر و توہین حضرت مسیح مغضوب علیہم رکھا گیا تھا پس اس جگہ مغضوب علیہم کے پورے مفہوم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶

ہے پس خود سوچ لو کہ اس مولوی کی گواہی کس قسم کی تھی۔ آٹھویں مشابہت مجھے حضرت مسیح سے یہ ہے کہ حضرت مسیح کی پیدایش ایسے ظالم بادشاہ یعنے ہیروڈیس کے وقت میں ہوئی تھی جو اسرائیل کے لڑکوں کو قتل کرتا تھا ایسا ہی میری پیدایش بھی سکھوں کے زمانہ کے آخری حصے میں ہوئی تھی جو مسلمانوں کے لئے ہیروڈیس سے کم نہ تھے۔ منہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۱۱۶

یخرج فی اٰخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین۔ یلبسون للناس جلود الضان السنھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب یقول اللہ عزوجل ابی یغترون ام علیّ یجترؤن الخ یعنے آخری زمانہ میں ایک گروہ دجّال نکلے گا وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دینگے یعنے اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کرینگے بھیڑوں کا لباس پہنکر آئینگے انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور دل بھیڑیوں کے ہونگے خدا کہے گا کہ کیا تم میرے حلم کے ساتھ مغرور ہو گئے اور کیا تم میرے کلمات میں تحریف کرنے لگے۔ جلد ۷ صفحہ ۱۷۴ کنز العمال۔ منہ

کو پیش نظر رکھکر جب سوچا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ آنے والے مسیح موعود کی نسبت صاف اور صریح پیشگوئی ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاتھ سے پہلے مسیح کی طرح ایذا اُٹھائے گا اور یہ دُعا کہ یا الٰہی ہمیں مغضوب علیہم ہونے سے بچا اس کے قطعی یقینی یہی معنے ہیں کہ ہمیں اس سے بچا کہ ہم تیرے مسیح موعود کو جو پہلے مسیح کا مثیل ہے ایذا نہ دیں اس کو کافر نہ ٹھہرائیں۔ ان معنوں کے لئے یہ قرینہ کافی ہے کہ مغضوب علیہم صرف ان یہودیوں کا نام ہے جنہوں نے حضرت مسیح کو ایذا دی تھی۔ اور حدیثوں میں آخری زمانہ کے علماء کا نام یہود رکھا گیا ہے یعنے وہ جنھوں نے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تکفیر و توہین کی تھی* اور اس دُعا میں ہے کہ یا الٰہی ہمیں وہ فرقہ مت بنا جن کا نام مغضوب علیہم ہے۔ پس دُعا کے رنگ میں یہ ایک پیشگوئی ہے جو دو خبر پر مشتمل ہے۔ ایک یہ کہ اس امت میں بھی ایک مسیح موعود پیدا ہوگا۔ اور دوسری یہ پیشگوئی ہے کہ بعض لوگ اس امت میں سے اسکی بھی تکفیر اور توہین کرینگے اور وہ لوگ مورد غضب الٰہی ہونگے اور اس وقت کا نشان یہ ہے کہ فتنۂ نصاریٰ بھی ان دنوں میں حد سے بڑھا ہوا ہوگا جن کا نام ضالین ہے اور ضالین پر بھی یعنے عیسائیوں پر بھی اگرچہ خدا تعالیٰ کا غضب ہے کہ وہ خدا کے حکم کے شنوا نہیں ہوئے مگر اس غضب کے آثار قیامت کو ظاہر ہونگے اور اس جگہ مغضوب علیہم سے وہ لوگ مُراد ہیں جن پر بوجہ تکفیر و توہین و ایذا و ارادۂ قتل مسیح موعود کے دُنیا میں ہی غضب الٰہی نازل ہوگا یہ میرے جانی دشمنوں کیلئے قرآن کی پیشگوئی ہے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگرچہ جو شخص راہ راست کو چھوڑتا ہے وہ خدا تعالیٰ کے غضب کے نیچے آتا ہی مگر خدا تعالیٰ کا اپنے مجرموں سے دو قسم کا معاملہ ہے۔ اور مجرم دو قسم کے ہیں۔ (۱) ایک وہ مجرم ہیں جو حد سے زیادہ نہیں بڑھتے اور گو نہایت درجہ کے تعصب سے ضلالت کو نہیں چھوڑتے مگر وہ ظلم اور ایذا کے طریقوں میں ایک معمولی درجہ تک رہتے ہیں اپنے جور و ستم اور بیباکی کو انتہا تک نہیں پہنچاتے پس وہ تو اپنی سزا قیامت کو پائینگے اور خدائے علیم انکو اس جگہ نہیں پکڑتا کیونکہ انکی روش میں حد سے

* حدیثوں میں صاف طور پر یہ بھی بتلایا گیا ہے کہ مسیح موعود کی بھی تکفیر ہوگی اور علمائے وقت اسکو کافر ٹھہرائینگے اور کہیں گے کہ یہ شخص دین اسلام سے خارج ہے اور دین کو تباہ کرنیوالا ہے۔ منہ

زیادہ سختی نہیں لہذا گناہوں کی سزا کے لئے صرف ایک ہی دن مقرر ہے جو یوم المجازات اور یوم الدین اور یوم الفصل کہلاتا ہے۔ (۲) دوسری قسم کے وہ مجرم ہیں جو ظلم اور ستم اور شوخی اور بیباکی میں حد سے بڑھ جاتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خدا کے ماموروں اور رسولوں اور راستبازوں کو درندوں کی طرح پھاڑ ڈالیں اور دنیا پر سے اُن کا نام ونشان مٹا دیں اور ان کو آگ کی طرح بھسم کر ڈالیں ایسے مجرموں کے لئے جن کا غضب انتہا تک پہنچ جاتا ہے سنت اللہ یہی ہے کہ اسی دنیا میں خدا تعالےٰ کا غضب اُن پر بھڑکتا ہے اور اسی دنیا میں وہ سزا پاتے ہیں علاوہ اس سزا کے جو قیامت کو ملے گی۔ اس لئے قرآنی اصطلاح میں ان کا نام مغضوب علیہم ہے اور خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں حقیقی مصداق اس نام کا ان یہودیوں کو ٹھہرایا ہے جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نابود کرنا چاہا تھا پس ان کے دائمی غضب کے مقابل پر خدا نے بھی ان کو دائمی غضب کے وعید سے پامال کیا جیسا کہ آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامۃ سے سمجھا جاتا ہے اس قسم کا غضب جو قیامت تک منقطع نہ ہو اسکی نظیر قرآن شریف میں بجز حضرت مسیح کے دشمنوں کے اور کسی قوم کے لئے پائی نہیں جاتی* اور مغضوب علیہم کے لفظ میں دُنیا کے غضب کی وعید ہے جو دونوں مسیحوں کے دشمنوں کے متعلق ہے۔ یہ ایسی نص صریح ہے کہ اس سے انکار قرآن سے انکار ہے ؞

اور یہ معنے جو ابھی یعنے سورۂ فاتحہ کی دُعا غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ کے متعلق بیان کئے ہیں انہی کی طرف قرآن شریف کی آخری چار سورتوں میں اشارہ ہے جیسا کہ سورۂ تبت کی پہلی آیت یعنے تَبَّتْ يَدَآ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ اُس موذی کیطرف اشارہ کرتی ہے جو مظہر جمال احمدی یعنے احمد مہدی کا مکفر اور مکذب اور مہین ہوگا۔ چنانچہ آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں یہی آیت بطور الہام اس عاجز

* اگرچہ بدقسمت یہود ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی دشمنی رکھتے تھے مگر اس مظفر و منصور نبی کے مقابل پر جیسے تیر دشمنوں کو خوب تیزی دکھلاتے تھے یہود نامسعود کی کچھ چالاکی پیش نہیں گئی۔ منہ

کے حق میں موجود ہے اور وہ الہام جو صفحہ مذکورہ کی ۱۹۔ اور ۲۲ سطر میں ہے یہ ہے اذیمکر بک الذی کفر۔ اوقد لی یاھامان۔ لعلی اطّلع علیٰ الٰہ موسیٰ وانی لاظنہ من الکاذبین۔ تبّت یدا ابی لھب وتب ماکان لہ ان یدخل فیھا الاخائفا وما اصابک فمن اللہ یعنے یاد کر وہ زمانہ جبکہ ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتویٰ لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا لوگوں پر اثر پڑ سکے کہے گا کہ میرے لئے اس فتنہ کی آگ بھڑکا یعنے ایسا کر اور اس قسم کا فتویٰ دیدے کہ تمام لوگ اس شخص کو کافر سمجھ لیں تا میں دیکھوں کہ اس کا خدا سے کیا تعلق ہے یعنے یہ جو موسےٰ کی طرح اپنا کلیم اللہ ہونا ظاہر کرتا ہے کیا خدا اس کا حامی ہے یا نہیں اور میں خیال کرتا ہوں کہ یہ جھوٹا ہے۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے (جبکہ اس نے یہ فتویٰ لکھا) اور وہ آپ بھی ہلاک ہو گیا اس کو نہیں چاہیئے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈر ڈر کر۔ اور جو رنج تجھے پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے۔ یہ پیشگوئی قریباً فتویٰ تکفیر سے بارہ[۱۲] برس پہلے براہین احمدیہ میں شائع ہو چکی ہے یعنے جبکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اُسپر مُہر لگاوے اور میرے کفر کی نسبت فتویٰ دیدے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے۔ سو اس فتویٰ اور میاں صاحب مذکور کے مُہر سے بارہ[۱۲] برس پہلے یہ کتاب تمام پنجاب اور ہندوستان میں شائع ہو چکی تھی اور مولوی محمد حسین جو بارہ[۱۲] برس کے بعد اوّل المکفرین بنے بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے اس جگہ سے خدا کا علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ ابھی اس فتوے کا نام ونشان نہ تھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب میری نسبت خادموں کی طرح اپنے تئیں سمجھتے تھے اسوقت خدا تعالےٰ نے یہ پیشگوئی فرمائی جس کو کچھ بھی حصہ عقل اور فہم سے ہے وہ سوچے اور سمجھے کہ کیا انسانی طاقتوں میں یہ بات داخل ہو سکتی ہے کہ جو طوفان بارہ برس کے بعد آنے والا تھا جس کا پُر زور سیلاب مولوی محمد حسین جیسے

مدعی اخلاص کو درجۂ ضلالت کی طرف کھینچ لے گیا اور نذیر حسین جیسے مخلص کو جو کہتا تھا کہ براہین احمدیہ جیسی اسلام میں کوئی کتاب تالیف نہیں ہوئی اس سیلاب نے دبا لیا اس طوفان کی پہلے مجھے یا کسی اور کو محض عقلی قرائن سے خبر ہوتی سو یہ خالص علم الٰہی ہے جس کو معجزہ کہتے ہیں غرض براہین احمدیہ کے اس الہام میں سورہ تبت کی پہلی آیت کا مصداق اُس شخص کو ٹھہرایا ہے جس نے سب سے پہلے خدا کے مسیح موعود پر تکفیر اور توہین کے ساتھ حملہ کیا اور یہ دلیل اس بات پر ہے کہ قرآن شریف نے بھی اسی سورۃ میں ابولہب کے ذکر میں علاوہ دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسیح موعود کے دشمن کو بھی مُراد لیا ہے٭ اور یہ تفسیر اُس الہام کے ذریعہ سے کھلی ہے جو آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں درج ہو کر کروڑہا انسانوں یعنے عیسائیوں اور ہندوؤں اور مسلمانوں میں شائع ہو چکا تھا اس لئے یہ تفسیر سراسر حقانی ہے اور تکلّف اور تصنّع سے پاک ہے اور ہر ایک صاحب عقل و انصاف کو اس بات میں شبہ نہ ہوگا کہ جبکہ خدا کے الہام نے آج سے بیس برس پہلے ایک عظیم الشان پیشگوئی میں۔ جو براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۱۰ میں درج ہے اور کمال صفائی سے پوری ہو چکی ہے۔ یہی معنے کئے ہیں تو یہ معنے اجتہادی نہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہو کر یقینی اور قطعی ہیں اور اس الہامی پیشگوئی کے وثوق پر مبنی ہیں جس نے بکمال صفائی اپنی سچائی ظاہر کر دی ہے۔ غرض آیت تبت یدا ابی لھب وتب جو قرآن شریف کے آخری سپارہ میں چار آخری سورتوں میں سے پہلی سورۃ ہے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موذی دشمنوں پر دلالت کرتی ہے ایسا ہی بطور اشارۃ النص اسلام

٭ ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات میں اور ابو نعیم نے اپنی کتاب حلیہ میں ابی قلابہ سے روایت کی ہے کہ ابو الدرداء نے کہا ہے کہ انک لا تفقہ کلّ الفقہ حتی تری للقرآن وجوھًا یعنی تجھ کو قرآن کا پورا فہم کبھی عطا نہیں ہوگا جب تک تجھ پر یہ نہ کھلے کہ قرآن کئی وجوہ پر اپنے معنے رکھتا ہے ایسا ہی مشکوٰۃ میں یہ مشہور حدیث ہے کہ قرآن کے لئے ظہر اور بطن ہے اور وہ علم اوّلین اور آخرین پر مشتمل ہے۔ منہ٭

کے مسیح موعود کے ایذا دہندہ دشمنوں پر اس کی دلالت ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً آیت ھوالذی ارسل رسوله بالھدٰی ودین الحق لیظھرہٗ علی الدین کلّه آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے اور پھر یہی آیت مسیح موعود کے حق میں بھی ہے جیسا کہ تمام مفسر اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں پس یہ بات کوئی غیر معمولی امر نہیں ہے کہ ایک آیت کا مصداق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اور پھر مسیح موعود بھی اسی آیت کا مصداق ہو بلکہ قرآن شریف جو ذوالوجوہ ہے اس کا محاورہ اسی طرز پر واقع ہو گیا ہے کہ ایک آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مُراد اور مصداق ہوتے ہیں اور اسی آیت کا مصداق مسیح موعود بھی ہوتا ہے جیسا کہ آیت هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی سے ظاہر ہے اور رسول سے مُراد اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں اور مسیح بھی مُراد ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ آیت تبّت یدا ابی لھب جو قرآن شریف کے آخر میں ہے آیت مغضوب علیہم کی شرح ہے جو قرآن شریف کے اوّل میں ہے کیونکہ قرآن شریف کے بعض حصے بعض کی تشریح ہیں پھر اس کے بعد جو سورہ فاتحہ میں ولا الضالین ہے اس کے مقابل پر اور اسکی تشریح میں سورہ تبت کے بعد سورہ اخلاص ہے۔ میں بیان کر چکا ہوں کہ سورہ فاتحہ میں تین دُعائیں سکھلائی گئی ہیں (۱) ایک یہ دُعا کہ خدا تعالیٰ اس جماعت میں داخل رکھے جو صحابہ کی جماعت ہے اور پھر اس کے بعد اس جماعت میں داخل رکھے جو مسیح موعود کی جماعت ہے جن کی نسبت قرآن شریف فرماتا ہے وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم غرض اسلام میں یہی دو جماعتیں منعم علیہم کی جماعتیں ہیں اور انہی کی طرف اشارہ ہے آیت صراط الذین انعمت علیھم میں کیونکہ تمام قرآن پڑھ کر دیکھو جماعتیں دو ہی ہیں۔ ایک صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت دوسری وآخرین منھم کی جماعت جو صحابہ کے رنگ میں ہے اور وہ مسیح موعود کی جماعت ہے۔ پس جب تم نماز میں یا خارج نماز کے یہ دُعا پڑھو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو دل میں یہی ملحوظ رکھو کہ میں صحابہ

اور مسیح موعود کی جماعت کی راہ طلب کرتا ہوں یہ تو سورۃ فاتحہ کی پہلی دُعا ہے (۲) دوسری دُعا غیر المغضوب علیھم ہے جس سے مُراد وہ لوگ ہیں جو مسیح موعود کو دُکھ دینگے اور اس دعا کے مقابل پر قرآن شریف کے اخیر میں سورۃ تبّت یدا ابی لھب ہے (۳) تیسری دُعا ولا الضالین ہے۔ اور اس کے مقابل پر قرآن شریف کے اخیر میں سورہ اخلاص ہے یعنے قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد اور اس کے بعد دو اور سورتیں جو ہیں یعنے سورۃ الفلق اور سورۃ الناس یہ دونوں سورتیں سورۃ تبّت اور سورہ اخلاص کے لئے بطور شرح کے ہیں اور ان دونوں سورتوں میں اس تاریک زمانہ سے خدا کی پناہ مانگی گئی ہے جبکہ لوگ خدا کے مسیح کو دُکھ دینگے اور جبکہ عیسائیت کی ضلالت تمام دنیا میں پھیلے گی پس سورۃ فاتحہ میں اُن تینوں دُعاؤں کی تعلیم بطور براعت الاستہلال ہے یعنے وہ اہم مقصد جو قرآن میں مفصل بیان کیا گیا ہے سورہ فاتحہ میں بطور اجمال اس کا افتتاح کیا ہے اور پھر سورۃ تبّت اور سورہ اخلاص اور سورہ فلق اور سورۃ الناس میں ختم قرآن کے وقت میں انہی دونوں بلاؤں سے خدا تعالےٰ کی پناہ مانگی گئی ہے پس افتتاح کتاب اللہ بھی انہی دونوں دُعاؤں سے ہوا اور پھر اختتام کتاب اللہ بھی انہی دونوں دُعاؤں پر کیا گیا ✦

اور یاد رہے کہ ان دونوں فتنوں کا قرآن شریف میں مفصل بیان ہے اور سورۃ فاتحہ اور آخری سورتوں میں اجمالاً ذکر ہے۔ مثلاً سورۃ فاتحہ میں دُعا ولا الضالین میں صرف دو لفظ میں سمجھا یا گیا ہے کہ عیسائیت کے فتنہ سے بچنے کے لئے دُعا مانگتے رہو جس سے سمجھا جاتا ہے کہ کوئی فتنہ عظیم الشان درپیش ہے جس کے لئے یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ نماز کے پنج وقت میں یہ دُعا شامل کر دی گئی اور یہاں تک تاکید کی گئی کہ اس کے بغیر نماز ہو نہیں سکتی جیسا کہ حدیث لاصلوٰۃ الا بالفاتحۃ سے ظاہر ہوتا ہے*۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں ہزار ہا مذہب پھیلے ہوئے ہیں جیسا کہ پارسی یعنے مجوسی

* اس جگہ اُن لوگوں پر سخت افسوس آتا ہے جو کہتے ہیں کہ ہم اہلحدیث ہیں اور سورۃ فاتحہ پر ہمیشہ زور دیتے ہیں کہ اسکے بغیر نماز پوری نہیں ہوتی حالانکہ سورہ فاتحہ کا مغز مسیح موعود کی تابعداری ہے جیسا کہ متن میں ثابت کیا گیا ہے۔ منہ

اور براہمہ یعنے ہندو مذہب اور بُدھ مذہب جو ایک بڑے حصہ دُنیا پر قبضہ رکھتا ہے اور چینی مذہب جس میں کروڑ ہا لوگ داخل ہیں اور ایسا ہی تمام بُت پرست جو تعداد میں سب مذہبوں سے زیادہ ہیں اور یہ تمام مذہب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بڑے زور و جوش سے پھیلے ہوئے تھے اور عیسائی مذہب ان کے نزدیک ایسا تھا جیسا کہ ایک پہاڑ کے مقابل پر ایک تنکا۔ پھر کیا وجہ کہ سورۃ فاتحہ میں یہ دُعا نہیں سکھلائی کہ مثلاً خدا چینی مذہب کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا مجوسیوں کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا بُدھ مذہب کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا آریہ مذہب کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے یا دوسرے بُت پرستوں کی ضلالتوں سے پناہ میں رکھے بلکہ یہ فرمایا گیا کہ تم دُعا کرتے رہو کہ عیسائی مذہب کی ضلالتوں سے محفوظ رہو اس میں کیا بھید ہے اور عیسائی مذہب میں کونسا عظیم الشان فتنہ آئندہ کسی زمانہ میں پیدا ہونے والا تھا جس سے بچنے کے لئے زمین کے تمام مُسلمانوں کو تاکید کی گئی۔ پس سمجھو اور یاد رکھو کہ یہ دُعا خدا کے اُس علم کے مطابق ہے کہ جو اُسکو آخری زمانہ کی نسبت تھا۔ وہ جانتا تھا کہ یہ تمام مذہب بت پرستوں اور چینیوں اور پارسیوں اور ہندوؤں وغیرہ کے تنزل پر ہیں اور ان کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں دکھلایا جائے گا جو اسلام کو خطرہ میں ڈالے مگر عیسائیت کے لئے وہ زمانہ آتا جاتا ہے کہ اس کی حمایت میں بڑے بڑے جوش دکھلائے جائینگے اور کروڑ ہا روپیہ اور ہر ایک تدبیر اور ہر ایک مکر اور حیلہ سے اسکی ترقی کے لئے قدم اُٹھایا جائیگا اور یہ تمنا کی جائے گی کہ تمام دنیا مسیح پرست ہو جائے تب وہ دن اسلام کے لئے سخت دن ہونگے اور بڑے ابتلا کے دن ہونگے۔ سو اب یہ وہی فتنہ کا زمانہ ہے جس میں تم آج ہو۔ تیرہ[۱۳] سو برس کی پیشگوئی جو سورۃ فاتحہ میں تھی آج تم میں اور تمہارے ملک میں پُوری ہوئی اور اس فتنہ کی جڑھ مشرق ہی نکلا اور جیسا کہ اس فتنہ کا ذکر قرآن کے ابتدا میں فرمایا گیا ایسا ہی قرآن شریف کے انتہا میں بھی ذکر فرما دیا تا یہ امر موکد ہو کر دلوں میں بیٹھ جائے۔ ابتدائی ذکر جو سورۃ فاتحہ میں ہے وہ تو تم بار بار سُن چکے

ہو اور انتہائی ذکر یعنے جو قرآن شریف کے آخر میں اس فتنہ عظیمہ کا ذکر ہے اسکی ہم کچھ اور تفصیل کر دیتے ہیں چنانچہ وہ سورتیں یہ ہیں (۱۔سورۃ) قل ھو اللّٰہ احد اللّٰہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد۔ (۲۔سورۃ) قل اعوذ برب الفلق۔ من شرِّ ما خلق۔ ومن شرّ غاسق اذا وقب۔ ومن شرّ النفّٰثٰتِ فی العقد ومن شرّ حاسدٍ اذا حسد (۳۔سورۃ) قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شرّ الوسواس الخنّاس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنّۃ والنّاس۔ ترجمہ۔ تم اے مسلمانو! نصاریٰ سے کہو کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے نہ اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا اور نہ کوئی اس کے برابر کا ہے۔ اور تم جو نصاریٰ کا فتنہ دیکھو گے اور مسیح موعود کے دشمنوں کا نشانہ بنو گے یوں دُعا مانگا کرو کہ میں تمام مخلوق کے شر سے جو اندرونی اور بیرونی دشمن ہیں اُس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو صبح کا مالک ہے یعنے روشنی کا ظاہر کرنا اُس کے اختیار میں ہے اور میں اُس اندھیری رات کے شر سے جو عیسائیت کے فتنہ اور انکار مسیح موعود کے فتنہ کی رات ہے خدا کی پناہ مانگتا ہوں اس وقت کے لئے یہ دُعا ہے جبکہ تاریکی اپنے کمال کو پہنچ جائے اور میں خدا کی پناہ ان زن مزاج لوگوں کی شرارت سے مانگتا ہوں جو گنڈوں پر پڑھ پڑھ کر پھونکتے ہیں (یعنے جو عقدے شریعت محمدیہ میں قابل حل ہیں اور جو ایسے مشکلات اور معضلات ہیں جنپر جاہل مخالف اعتراض کرتے ہیں اور ذریعہ تکذیب دین ٹھہراتے ہیں اُن پر اور بھی عناد کی وجہ سے پھونکیں مارتے ہیں یعنے شریر لوگ اسلامی دقیق مسائل کو جو ایک عقدہ کی شکل پر ہیں دھوکہ دہی کے طور پر ایک پیچیدہ اعتراض کی صورت بنا دیتے ہیں تا لوگوں کو گمراہ کریں ان نظری امور پر اپنی طرف سے کچھ حاشیے لگا دیتے ہیں اور یہ لوگ دو قسم کے ہیں ایک تو صریح مخالف اور دشمنِ دین ہیں جیسے پادری جو ایسی تراشں خراش سے اعتراض بناتے رہتے ہیں اور دوسرے علمائے اسلام ہیں جو اپنی غلطی کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور نفسانی پھونکوں سے خدا کے فطری

دین میں عقدے پیدا کر دیتے ہیں اور زنانہ خصلت رکھتے ہیں کہ کسی مردِ خدا کے سامنے میدان میں نہیں آسکتے صرف اپنے اعتراضات کو تحریف تبدیل کی پھونکوں سے عقدہ لاینحل کرنا چاہتے ہیں اور اس طرح پر زیادہ تر مشکلات خدا کے مصلح کی راہ میں ڈال دیتے ہیں وہ قرآن کے مکذّب ہیں کہ اسکی منشاء کے برخلاف اصرار کرتے ہیں اور اپنے ایسے افعال سے جو مخالف قرآن ہیں اور دشمنوں کے عقائد سے ہمرنگ ہیں دشمنوں کو مدد دیتے ہیں پس اس طرح اُن عقدوں میں پھونک مار کر انکو لاینحل بنانا چاہتے ہیں پس ہم ان کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں۔ اور نیز ہم اُن لوگوں کی شرارتوں سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں جو حسد کرتے اور حسد کے طریقے سوچتے ہیں اور ہم اُس وقت سے پناہ مانگتے ہیں جب وہ حسد کرنے لگیں اور کہو کہ تم یوں دُعا مانگا کرو کہ ہم وسوسہ انداز شیطان کے وسوسوں سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور اُن کو دین سے برگشتہ کرنا چاہتا ہے کبھی بطور خود اور کبھی کسی انسان میں ہو کر خدا کی پناہ مانگتے ہیں وہ خدا جو انسانوں کا پرورندہ ہے انسانوں کا بادشاہ ہے انسانوں کا خدا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے جو اس میں نہ ہمدردی انسانی رہے گی جو پرورش کی جڑھ ہے اور نہ سچا انصاف رہے گا جو بادشاہت کی شرط ہے تب اس زمانہ میں خدا ہی خدا ہوگا جو مصیبت زدوں کا مرجع ہوگا۔ یہ تمام کلمات آخری زمانہ کی طرف اشارات ہیں جبکہ امان اور امانت دنیا پر سے اُٹھ جائے گی۔ غرض قرآن نے اپنے اوّل میں بھی مغضوب علیہم اور ضالین کا ذکر فرمایا ہے اور اپنے آخر میں بھی جیسا کہ آیت لم یلد ولم یولد بصراحت اسپر دلالت کر رہی ہے اور یہ تمام اہتمام تاکید کے لئے کیا گیا اور نیز اس لئے کہ تا مسیح موعود اور غلبہ نصرانیت کی پیشگوئی نظری نہ رہے اور آفتاب کی طرح چمک اُٹھے۔ یاد رہے کہ قرآن شریف کے ایک موقعہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کو جو انسان ہے خدا کر کے ماننا یہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایسا گراں اور اُس کے غضب کا موجب ہے کہ قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ

جائیں۔ پس یہ بھی مخفی طور پر اسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ جب دنیا خاتمہ کے قریب آجائے گی تو یہی مذہب ہے جسکی وجہ سے انسانوں کی زندگی کی صف لپیٹ دی جائے گی۔ اس آیت سے بھی یقینی طور پر سمجھا جاتا ہے کہ گو کیسا ہی اسلام غالب ہو اور گو تمام ملتیں ایک ہلاک شدہ جانور کی طرح ہو جائیں لیکن یہ مقدر ہے کہ قیامت تک عیسائیت کی نسل منقطع نہیں ہو گی بلکہ بڑھتی جائے گی اور ایسے لوگ بکثرت پائے جائیں گے کہ جو بہائم کی طرح بغیر سوچنے سمجھنے کے حضرت مسیح کو خدا جانتے رہیں گے یہاں تک کہ اُن پر قیامت برپا ہو جائے گی۔ یہ قرآن شریف کی آیت کا ترجمہ اور اُس کا منشا ہے ہماری طرف سے نہیں۔ پس ہمارے مخالف مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہ آخری زمانہ میں ایک خونی مہدی ظاہر ہوگا اور وہ تمام عیسائیوں کو ہلاک کردے گا اور زمین کو خون سے بھر دے گا اور جہاد ختم نہیں ہو گا جب تک وہ ظاہر نہ ہو اور اپنی تلوار سے ایک دنیا کو ہلاک نہ کرے۔ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں جو قرآن کے نص صریح والقینا بینھم العداوۃ والبغضآء الی یوم القیامہ سے مخالف اور منافی ہیں ہر ایک مسلمان کو چاہیئے کہ ان باتوں پر ہرگز اعتقاد نہ رکھے بلکہ جہاد اب قطعاً حرام ہے اُسی وقت تک جہاد تھا کہ جب اسلام پر مذہب کے لئے تلوار اُٹھائی جاتی تھی اب خود بخود ایک ایسی ہوا چلی ہے جو ہر ایک فریق اس کارروائی کو نفرت کی نظر سے دیکھتا ہے جو مذہب کے لئے خون کیا جائے پہلے زمانوں میں صرف مسلمانوں میں ہی جہاد نہیں تھا بلکہ عیسائیوں میں بھی جہاد تھا اور اُنھوں نے بھی مذہب کے لئے ہزارہا بندگانِ خدا کو اس دُنیا سے رخصت کر دیا تھا مگر اب وہ لوگ بھی ان بے جا کارروائیوں سے کنارہ کش ہو گئے ہیں اور عام طور پر تمام لوگوں میں عقل اور تہذیب اور شائستگی آگئی ہے اس لئے مناسب ہے کہ اب مُسلمان بھی جہاد کی تلوار کو توڑ کر کلبہ رانی کے ہتھیار بنالیں کیونکہ مسیح موعود آگیا اور اب تمام جنگوں کا خاتمہ زمین پر ہو گیا ہاں آسمانی جنگ ابھی باقی ہیں جو معجزات اور نشانوں کے ساتھ ہونگے نہ تلوار

اور بندوق کے ساتھ اور وہی حقیقی جنگ ہیں جن سے ایمان قوی ہوتے ہیں اور نور یقین بڑھتا ہے ورنہ تلوار کا جنگ ایسا جائے اعتراض ہے کہ اگر اسلام کے صدر اور ابتدائی حالت میں یہ عذر اہل اسلام کے ہاتھ میں نہ ہوتا کہ وہ مخالفوں کے بیجا حملوں سے پیسے گئے اور نابود ہونے تک پہنچ گئے تب تلوار اُٹھائی گئی تو بغیر اس عذر کے اسلام پر جہاد کا ایک داغ ہوتا۔ خدا ان بزرگوں اور راستبازوں پر ہزاروں ہزار رحمت کی بارش کرے جنھوں نے موت کا پیالہ پینے کے بعد پھر اپنی ذریت اور اسلام کے بقا کے لئے وہی پیالہ دشمنوں کا انکو واپس کیا۔ مگر اب مسلمانوں پر کونسی مصیبت ہے اور کون انکو ہلاک کر رہا ہے کہ وہ بے جا طور پر تلوار اُٹھاتے ہیں۔ اور دلوں میں جہاد کی خواہش رکھتے ہیں انہی مخفی خواہشوں کی وجہ سے جو اکثر مولویوں کے دلوں میں ہیں آئے دن سرحد میں بے گناہ لوگوں کے خون ہوتے ہیں۔ یہ خون کس گروہ کی گردن پر ہیں؟ میں بے دھڑک کہوں گا کہ انہی مولویوں کی گردن پر جو اخلاص سے اس بدعت کے دُور کرنے کے لئے پوری کوشش نہیں کرتے ؁

اس جگہ ایک بات کسی قدر زیادہ تفصیل کے لائق ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں کہ خدا تعالےٰ نے تمام مسلمانوں کو سورۃ فاتحہ میں یہ دُعا سکھلائی ہے کہ وہ اس فریق کی راہ خدا تعالےٰ سے طلب کرتے رہیں جو منعم علیہم کا فریق ہے اور منعم علیہم کے کامل طور پر مصداق باعتبار کثرت کمیت اور صفائی کیفیت اور نعمائے حضرت احدیت از روئے نص صریح قرآنی اور احادیث متواترہ حضرت رسل یزدانی دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ صحابہ اور دوسرا گروہ جماعت مسیح موعود۔ کیونکہ یہ دونوں گروہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کے تربیت یافتہ ہیں کسی اپنے اجتہاد کے محتاج نہیں وجہ یہ کہ پہلے گروہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے جو خدا سے براہ راست ہدایت پاکر وہی ہدایت نبوت کی پاک توجہ کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں ڈالتے تھے اور ان کے لئے مربی بے واسطہ تھے۔ اور دوسرے

گروہ میں مسیح موعود ہے جو خدا سے الہام پاتا اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت سے فیض اُٹھاتا ہے لہٰذا اسکی جماعت بھی اجتہاد خشک کی محتاج نہیں ہے جیسا کہ آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ سے سمجھا جاتا ہے اور درمیانی گروہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فیج اعوج کے نام سے موسوم کیا ہے اور جسکی نسبت فرمایا ہے لیسوا منی ولست منھم* یعنی وہ لوگ مجھ میں سے نہیں ہیں اور نہ میں ان میں سے ہوں یہ گروہ حقیقی طور پر منعم علیہم نہیں ہیں اور اگرچہ زمانہ فیج اعوج میں بھی جماعت کثیر گمراہوں کے مقابل نیک اور اہل اللہ اور ہر صدی کے سر پر مجدد بھی ہوتے رہے ہیں لیکن حسب منطوق آیت ثلۃ من الاوّلین وثلۃ من الآخرین خالص محمدی گروہ جو ہر ایک پلید ملونی اور آمیزش سے پاک اور توبہ نصوح سے غسل دیئے ہوئے ایمان اور دقائق عرفان اور علم اور عمل اور تقویٰ کے لحاظ سے ایک کثیر التعداد جماعت ہے یہ اسلام

* اس حدیث کا یہ فقرہ جو لیسوا منی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ لوگ مجھ میں سے نہیں ہیں یہی لفظ یعنے مِنّی مہدی معہود کے لئے اس حدیث میں بھی وارد ہے جسکو ابو داؤد اپنی کتاب میں لایا ہے اور وہ یہ ہے لو لم یبق من الدنیا الا یوم لطول اللہ ذٰلک الیوم حتی یبعث فیہ رجلاً مِنّی۔ یعنے اگر دنیا میں سے صرف ایک دن باقی ہوگا تو خدا اُس دن کو لمبا کردے گا جب تک کہ ایک انسان یعنے مہدی کو ظاہر کرے جو مجھ میں سے ہوگا یعنے میری صفات اور اخلاق لیکر آئے گا۔ ظاہر ہے کہ اسجگہ مِنّی کے لفظ سے قریش ہونا مُراد نہیں ورنہ یہ حدیث صرف مہدی کا قریش ہونا ظاہر کرتی اور کسی عالی مفہوم پر مشتمل نہ ہوتی لیکن جس طرز سے ہم نے لفظ مِنّی کے معنے مراد لئے ہیں یعنے آنحضرت کے اخلاق اور کمالات اور معجزات اور کلام معجز نظام کا ظلی طور پر وارث ہونا اس سے صریح ثابت ہوتا ہے کہ مہدی افراد کاملہ میں سے اور اپنے کمالات اخلاق میں ظل النبی ہے اور یہی عظیم الشان اشارہ ہے جو مِنّی کے لفظ سے نکلتا ہے ورنہ جسمانی طور پر یعنے محض قریشی ہونے سے کچھ عظمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس صورت میں ایک بے دین اور بد عاقبت آدمی بھی اس لفظ کا مصداق ہو سکتا ہے۔ غرض مِنّی کے لفظ سے قریش سمجھنا محض بیہودہ ہے ورنہ لازم آتا ہے کہ جو لوگ حدیث لیسوا مِنّی کے نیچے ہیں ان سے تمام وہ لوگ مراد ہوں جو قریشی نہیں ہیں اور یہ معنے صریح فاسد ہیں۔ منہ

میں صرف دو گروہ ہیں یعنے گروہ اوّلین و گروہ آخرین جو صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت سے مُراد ہے اور چونکہ حکم کثرت مقدار اور کمال صفائی انوار پر ہوتا ہے اسلئے اس سورۃ میں انعمت علیہم کے فقرہ سے مُراد یہی دونوں گروہ ہیں یعنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مع اپنی جماعت کے اور مسیح موعود مع اپنی جماعت کے۔ خلاصہ کلام یہ کہ خدا نے ابتدا سے اس امت میں دو گروہ ہی تجویز فرمائے ہیں اور انہی کیطرف سورۃ فاتحہ کے فقرہ انعمت علیہم میں اشارہ ہے (۱) ایک اوّلین جو جماعت نبوی ہے (۲) دوسرے آخرین جو جماعت مسیح موعود ہے اور افراد کاملہ جو درمیانی زمانہ میں ہیں جو فیج اعوج کے نام سے موسوم ہے جو بوجہ اپنے کمی مقدار اور کثرت افراد فجار و ہجوم افواج بد مذاہب و بد عقائد و بد اعمال شاذ و نادر کے حکم میں سمجھے گئے گو دوسرے فرقوں کی نسبت درمیانی زمانہ کے صلحائے امت محمدیہ بھی باوجود طوفان بدعات کے ایک دریائے عظیم کی طرح ہیں۔ بہرحال خدا تعالےٰ اور اس کے رسول کا علم جس میں غلطی کو راہ نہیں یہی بتلاتا ہے کہ درمیانی زمانہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بلکہ تمام خیر القرون کے زمانہ سے بعد میں ہے اور مسیح موعود کے زمانہ سے پہلے ہے یہ زمانہ فیج اعوج کا زمانہ ہے یعنے ٹیڑھے گروہ کا زمانہ جس میں خیر قلیل ہے مگر شاذ و نادر۔ یہی فیج اعوج کا زمانہ ہے جسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہے لیسوا منی ولست منھم یعنے نہ یہ لوگ مجھ میں سے ہیں اور نہ میں اُن میں سے ہوں یعنے مجھے ان سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہی زمانہ ہے جس میں ہزارہا بدعات اور بے شمار ناپاک رسومات اور ہر ایک قسم کے شرک خدا کی ذات اور صفات اور افعال میں اور گروہ در گروہ پلید مذہب جو تہتّر تک پہنچ گئے پیدا ہو گئے اور اسلام جو بہشتی زندگی کا نمونہ لے کر آیا تھا اس قدر ناپاکیوں سے بھر گیا جیسی ایک سڑی ہوئی اور پُر نجاست زمین ہوتی ہے۔ اس فیج اعوج کی مذمت میں وہ الفاظ کافی ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے اس کی تعریف میں نکلے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی دوسرا انسان اس فیج اعوج

کے زمانہ کی بدی کیا بیان کرے گا۔ اسی زمانہ کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ زمین جور اور ظلم سے بھر جائے گی لیکن مسیح موعود کا زمانہ جس سے مُراد چودھویں صدی من اوّلہ الی آخرہٖ ہے اور نیز کچھ اور حصہ زمانہ کا جو خیر القرون سے برابر ہے اور فیج اعوج کے زمانہ سے بالاتر ہے یہ ایک ایسا مبارک زمانہ ہے کہ فضل اور جود الٰہی نے مقدر کر رکھا ہے کہ یہ زمانہ پھر لوگوں کو صحابہ کے رنگ میں لائے گا اور آسمان سے کچھ ایسی ہوا چلے گی کہ یہ تہتّر فرقے مسلمانوں کے جن میں سے بجز ایک کے سب عار اسلام اور بدنام کنندہ اس پاک چشمہ کے ہیں خود بخود کم ہوتے جائیں گے اور تمام ناپاک فرقے جو اسلام میں مگر اسلام کی حقیقت کے منافی ہیں صفحہ زمین سے نابود ہو کر ایک ہی فرقہ رہ جائے گا جو صحابہ رضی اللہ عنہم کے رنگ پر ہوگا اب ہر ایک انسان سوچ سکتا ہے کہ اس وقت ٹھیک ٹھیک قرآن پر چلنے والے فرقے مسلمانوں کے تمام فرقوں میں سے کس قدر کم ہیں۔ جو مسلمانوں کے تہتّر گروہ ہیں ... ہے صرف ایک گروہ ہے اور پھر اس میں سے بھی وہ لوگ جو درحقیقت تمام اقسام ہوا اور نفس اور خلق سے منقطع ہو کر محض خدا کے ہو گئے ہیں اور ان کے اعمال اور اقوال اور حرکات اور سکنات اور نیات اور خطرات میں کوئی ملونی خباثت کی باقی نہیں ہے وہ کس قدر اس زمانہ میں کبریت احمر کے حکم میں ہیں۔ غرض تمام مفاسد کی تفصیلات کو زیر نظر رکھ کر بخوبی سمجھ آسکتا ہے کہ درحقیقت موجودہ حالت اسلام کی کسی خوشی کے لائق نہیں اور وہ بہت سے مفاسد کا مجموعہ ہو رہا ہے۔ اور اسلام کے ہر ایک فرقہ کو ہزارہا کیڑے بدعات اور افراط اور تفریط اور خطا اور بے باکی اور شوخی کے چمٹ رہے ہیں اور اسلام میں بہت سے مذہب ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ جو اسلام کا دعویٰ کر کے پھر اسلام کے مقاصد توحید و تقویٰ و تہذیب اخلاق و اتباع نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سخت دشمن ہیں۔ غرض یہ وجوہ ہیں جن کے رو سے اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ یعنے ابرار اخیار کے بڑے گروہ جن کے ساتھ بد مذاہب کی آمیزش نہیں وہ دو ہی ہیں ایک

پہلوں کی جماعت یعنے صحابہ کی جماعت جو زیر تربیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہے دوسری پچھلوں کی جماعت جو بوجہ تربیت روحانی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جیسا کہ آیت وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ سے سمجھا جاتا ہے صحابہ کے رنگ میں ہیں۔ یہی دو جماعتیں اسلام میں حقیقی طور پر منعم علیہم ہیں اور خدا تعالےٰ کا انعام ان پر یہ ہے کہ ان کو انواع اقسام کی غلطیوں اور بدعات سے نجات دی ہے اور ہر ایک قسم کے شرک سے ان کو پاک کیا ہے اور خالص اور روشن توحید ان کو عطا فرمائی ہے جس میں نہ دجّال کو خدا بنایا جاتا ہے اور نہ ابن مریم کو خدائی صفات کا شریک ٹھہرایا جاتا ہے اور اپنے نشانوں سے اس جماعت کے ایمان کو قوی کیا ہے اور اپنے ہاتھ سے ان کو ایک پاک گروہ بنایا ہے ان میں سے جو لوگ خدا کا الہام پانے والے اور خدا کے خاص جذبہ سے اسکی طرف کھنچے ہوئے ہیں نبیوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ اُن میں سے بذریعہ اپنے اعمال کے صدق اور اخلاص دکھلانے والے اور ذاتی محبت سے بغیر کسی غرض کے اللہ تعالےٰ کی عبادت کرنے والے ہیں وہ صدیقوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ اُن میں سے آخری نعمتوں کی اُمید پر دکھ اُٹھانے والے اور جزا کے دن کا بچشم دل مشاہدہ کر کے جان کو ہتھیلی پر رکھنے والے ہیں۔ وہ شہیدوں کے رنگ میں ہیں اور جو لوگ ان میں سے ہر ایک فساد سے باز رہنے والے ہیں وہ صلحاء کے رنگ میں ہیں اور یہی سچے مسلمان کا مقصود بالذات ہے کہ ان مقامات کو طلب کرے اور جب تک حاصل نہ ہوں تب تک طلب اور تلاش میں سُست نہ ہو اور وہ دو گروہ جو ان لوگوں کے مقابل پر بیان فرمائے گئے ہیں وہ مغضوب علیہم اور ضالین ہیں جن سے محفوظ رہنے کے لئے خدا تعالےٰ سے اسی سورۃ فاتحہ میں دُعا مانگی گئی ہے اور یہ دُعا جس وقت اکٹھی پڑھی جاتی ہے یعنے اس طرح پر کہا جاتا ہے کہ اے خدا ہمیں منعم علیہم میں داخل کر اور مغضوب علیہم اور ضالین سے بچا تو اسوقت صاف سمجھ آتا ہے کہ خدا تعالےٰ کے علم میں منعم علیہم میں سے ایک وہ فریق ہے جو مغضوب علیہم اور ضالین کا ہمعصر ہے۔ اور جبکہ مغضوب علیہم سے مراد اس سورۃ میں بالیقین

وہ لوگ ہیں جو مسیح موعود سے انکار کرنے والے اور اسکی تکفیر اور تکذیب اور توہین کرنے والے ہیں تو بلاشبہ ان کے مقابل پر منعم علیہم سے وہی لوگ اس جگہ مُراد رکھے گئے ہیں جو صدق دل سے مسیح موعود پر ایمان لانے والے اور اسکی دل سے تعظیم کرنے والے اور اس کے انصار ہیں اور دنیا کے سامنے اسکی گواہی دیتے ہیں رہے ضالین پس جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت* اور تمام اکابر اسلام کی شہادت سے ضالین سے مُراد عیسائی ہیں اور ضالین سے پناہ مانگنے کی دُعا بھی ایک پیشگوئی کے رنگ میں ہے کیونکہ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عیسائیوں کا کچھ بھی زور نہ تھا بلکہ فارسیوں کی سلطنت بڑی قوت اور شوکت میں تھی۔ اور مذاہب میں سے تعداد کے لحاظ سے بُدھ مذہب دنیا میں تمام مذاہب سے زیادہ بڑھا ہُوا تھا اور مجوسیوں کا مذہب بھی بہت زور و جوش میں تھا اور ہندو بھی علاوہ قومی اتفاق کے بڑی شوکت اور سلطنت اور جمعیت رکھتے تھے اور چینی بھی اپنی تمام طاقتوں میں بھرے ہوئے تھے۔ تو پھر اس جگہ طبعاً یہ سوال ہوتا ہے کہ یہ تمام قدیم مذاہب جنکی بہت پُرانی اور زبردست سلطنتیں تھیں اور جن کی حالتیں قومی اتفاق اور دولت اور طاقت اور قدامت اور دوسرے اسباب کی رو سے بہت ترقی پر تھیں ان کے شر سے بچنے کے لئے کیوں دُعا نہیں سکھلائی اور عیسائی قوم جو اس وقت نسبتی طور پر ایک کمزور قوم تھی کیوں ان کے شر سے محفوظ رہنے کیلئے دُعا سکھلائی گئی؟ اس سوال کا یہی جواب ہے جو بخوبی یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالےٰ کے علم میں یہ مقدر تھا کہ یہ قوم روز بروز ترقی کرتی جائے گی۔ یہاں تک کہ تمام دنیا میں پھیل جائیگی اور اپنے مذہب میں داخل کرنے کے لئے ہر ایک تدبیر سے زور لگائیں گے اور کیا علمی سلسلہ کے رنگ میں اور کیا مالی ترغیبوں سے اور کیا اخلاق اور شیرینی کلام دکھلانے سے اور کیا دولت اور شوکت کی چمک سے اور کیا نفسانی شہوات اور اباحت اور بے قیدی کے ذرائع سے اور کیا نکتہ چینیوں

* بیہقی نے شعب الایمان میں ابن ... سے روایت کی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

اور اعتراضات کے ذریعہ سے اور کیا بیماروں اور ناداروں اور درماندوں یتیموں کا متکفل بننے سے ناخنوں تک یہ کوشش کریں گے کہ کسی بدقسمت نادان یا لالچی یا شہوت پرست یا جاہ طلب یا بیکس اور یا کسی بچہ بے پدر و مادر کو اپنے قبضہ میں لاکر اپنے مذہب میں داخل کریں سو اسلام کے لئے یہ ایک ایسا فتنہ تھا کہ کبھی اسلام کی آنکھ نے اس کی نظیر نہیں دیکھی اور اسلام کے لئے یہ ایک عظیم الشان ابتلا تھا جس سے لاکھوں انسانوں کے ہلاک ہو جانے کی امید تھی اس لئے خدا نے سورۂ فاتحہ میں جس سے قرآن کا افتتاح ہوتا ہے اس مہلک فتنہ سے بچنے کے لئے دعا سکھلائی اور یاد رہے کہ قرآن شریف میں یہ ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کی نظیر اور کوئی پیشگوئی نہیں کیونکہ اگرچہ قرآن شریف میں اور بہت سی پیشگوئیاں ہیں جو اس ہمارے زمانہ میں پوری ہو گئی ہیں جیسے اجتماع کسوف قمر و شمس کی پیشگوئی جو آیت جمع الشمس والقمر سے معلوم ہوتی ہے اور اونٹوں کے بیکار ہونے اور مکّہ اور مدینہ میں ریل جاری ہونیکی پیشگوئی جو آیت و اذا العشار عطلت سے صاف طور پر سمجھی جاتی ہے لیکن اس پیشگوئی کے مشہور کرنے اور ہمیشہ امت کے پیش نظر رکھنے میں سب سے زیادہ خدا تعالےٰ نے اہتمام فرمایا ہے کیونکہ اس سورۃ میں یعنے سورۂ فاتحہ میں بطور

بقیہ حاشیہ

کہ سورہ فاتحہ میں المغضوب علیہم سے مراد یہود۔ اور الضالین سے مراد نصاریٰ ہیں دیکھو کتاب درمنثور صفحہ نمبر ۹ ۔ اور عبدالرزاق اور احمد نے اپنی مسند میں اور عبد بن حمید اور ابن جریر اور بغوی نے معجم الصحابہ میں اور ابن منذر اور ابوالشیخ نے عبداللہ بن شقیق سے روایت کی ہے قال اخبرنی من سمع النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو بوادی القریٰ علی فرس لہ وسألہ رجل من بنی القین فقال من المغضوب علیھم یا رسول اللہ۔ قال الیھود۔ قال فمن الضالون قال النصاریٰ۔ یعنے کہا کہ مجھے اس شخص نے خبر دی ہے جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا تھا جبکہ آپ وادی قریٰ میں گھوڑے پر سوار تھے کہ بنی قین میں سے ایک شخص نے آنحضرت سے سوال کیا کہ سورۂ فاتحہ میں مغضوب علیہم سے کون مراد ہے فرمایا کہ یہود۔ پھر سوال کیا کہ ضالین سے کون مراد ہے فرمایا کہ نصاریٰ۔ درمنثور صفحہ نمبر ۱۷۔ منہ

دُعا سے تعلیم فرمایا ہے جس کو پنج وقت کروڑ ہا مسلمان اپنے فرائض اور نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ اور ممکن نہیں کہ زیرک مسلمانوں کے دلوں میں اس جگہ یہ خیال نہ گزرے کہ جس حالت میں اس زمانہ کے عام مسلمانوں کے خیال کے موافق اس اُمت کے لئے دجّال کا فتنہ سب فتنوں سے بڑھ کر ہے جس کی نظیر حضرت آدم سے دنیا کے اخیر تک کوئی نہیں تو خدا تعالےٰ نے ایسی عظیم الشان دُعا میں جو بوجہ کثرت تکرار و دائمی مناجات اوقات متبرکہ اکثر احتمال قبولیت کا رکھتی ہے اس بزرگ فتنہ کا ذکر کیوں چھوڑ دیا اس طرح پر سورۃ فاتحہ میں دُعا کیوں نہ سکھلائی کہ غیر المغضوب علیھم ولا الدجال۔ اس کا جواب یہی ہے کہ دجال کوئی علیحدہ فرقہ نہیں ہے اور نہ کوئی ایسا شخص ہے کہ جو عیسائیوں اور مسلمانوں کو پامال کرکے دنیا کا مالک ہو جائے گا۔ ایسا خیال کرنا قرآن شریف کی تعلیم کے مخالف ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ حضرت مسیح کو مخاطب کرکے فرماتا ہے وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ۔ یعنے اے عیسٰی خدا تیرے حقیقی تابعین کو جو مسلمان ہیں اور ادّعائی تابعین کو جو عیسائی ہیں ادعائی طور پر قیامت تک ان لوگوں پر غالب رکھے گا جو تیرے دشمن اور منکر اور مکذب ہیں اب ظاہر ہے کہ ہمارے مخالف مولویوں کا دجّال مفروض بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کا منکر ہوگا۔ پس اگر عیسائیوں اور مسلمانوں پر اس کو غالب کیا گیا اور تمام زمین کی عنانِ سلطنت اور حکومت اس کے ہاتھ میں دیگئی تو اس سے قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے اور نہ صرف ایک پہلو سے بلکہ نعوذ باللہ دو پہلو سے خدا تعالےٰ کا کلام جھوٹا ٹھہرتا ہے (۱) ایک یہ کہ جن قوموں کے قیامت تک غالب اور حکمران رہنے کا وعدہ تھا وہ اس صورت میں غالب اور حکمران نہیں رہیں گے (۲) دوسرے یہ کہ جن دوسری قوموں کے مغلوب ہونے کا وعدہ تھا وہ غالب ہو جائیں گے اور مغلوب نہ رہیں گے۔ اور اگر یہ کہا جائے کہ اگرچہ ان قوموں کی سلطنت اور قوت اور دولت قیامت تک قائم رہے گی اور ہم

اس کو قبول کرتے ہیں مگر دجّال بھی کسی چھوٹے سے راجہ یا رئیس کی طرح دس بیس یا سو پچاس گاؤں کا والی اور فرمانروا بن جائے گا تو یہ قول بھی ایسا ہی قرآن شریف کے مخالف ہے جیسا کہ پہلا قول مخالف ہے کیونکہ جبکہ دجّال تمام انبیاء علیہم السلام کا اس قدر دشمن ہے کہ اُن کو مفتری سمجھتا ہے اور خود خدائی کا دعویٰ کرتا ہے تو بموجب منطوق آیت کے چاہیئے تھا کہ ایک ساعت کے لئے بھی وہ خود سر حاکم نہ بنایا جاتا۔ تا مضمون فوق الذین کفروا میں کچھ حرج اور خلل عائد نہ ہوتا۔ ماسوا اس کے جبکہ یہ مانا گیا ہے کہ بجُز حرمین شریفین کے ہر ملک میں دجّال کی سلطنت قائم ہو جائے گی تو پھر آیت وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ دجّال کی عام سلطنت کی صورت میں کیونکر سچی رہ سکتی ہے بلکہ دجّالی سلطنت کے قائم ہونے سے تو ماننا پڑتا ہے کہ جو حضرت مسیح کے تابعین کے لئے فوقیت اور غالبیت کا دائمی وعدہ تھا وہ چالیس برس تک دجّال کی طرف منتقل ہو جائے گا جو شخص قرآن شریف کو خدا کا کلام اور سچا مانتا ہے وہ تو اس بات کو صریح کُفر سمجھے گا کہ ایسا عقیدہ رکھا جائے جس سے خدا تعالےٰ کی پاک کلام کی تکذیب لازم آتی ہے تم آپ ہی فکر کرو اور سوچو کہ جبکہ بموجب آیت وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ ہمارا یہ ایمان ہونا چاہیئے کہ قیامت تک دولت اور سلطنت مسلمانوں اور عیسائیوں میں قائم رہے گی اور وہ لوگ جو حضرت مسیح کے منکر ہیں وہ کبھی بلاد اسلامیہ کے مالک اور بادشاہ نہیں بنیں گے یہاں تک کہ قیامت آجائیگی تو اس صورت میں دجّال کی کہاں گنجائش ہے۔ قرآن کو چھوڑنا اور ایسی حدیث کو پکڑنا جو اس کے صریح منطوق کے مخالف ہے اور محض ایک ظنی امر ہے کیا یہی اسلام ہے؟ اور اگر یہ سوال ہو کہ جبکہ دجّال کا بھی حدیثوں میں ذکر پایا جاتا ہے کہ وہ دنیا میں ظاہر ہوگا اور پہلے نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر خدائی کا دعویدار بنجائے گا تو اس حدیث کی ہم کیا تاویل کریں؟ تو اس کا جواب یہ ہے

کہ اب تمہاری تاویل کی کچھ ضرورت نہیں واقعات کے ظہور نے خود اس حدیث کے معنے کھول دیئے ہیں۔ یعنے یہ حدیث ایک ایسی قوم کیطرف اشارہ کرتی ہے جو اپنے افعال سے دکھلا دیں گے کہ انھوں نے نبوت کا دعویٰ بھی کیا ہے اور خدائی کا دعویٰ بھی۔ نبوت کا دعویٰ اس طرح پر کہ وہ لوگ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اپنی تحریف اور تبدیل اور انواع و اقسام کی بیجا دست اندازیوں سے جو نہایت جرأت اور بیباکی اور شوخی سے ہونگی اس قدر دخل دینگے اور اس قدر اپنی طرف سے تصرفات کرینگے اور ترجموں کو عمداً بگاڑینگے کہ گویا وہ خود نبوت کا دعویٰ کر رہے ہیں۔ پس یہ تو نبوت کا دعویٰ ہوا۔ اب خدائی کے دعوے کی بھی تشریح سُنیئے اور وہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ وہ لوگ ایجاد اور صنعت اور خدائی کے کاموں کی کُنہ معلوم کرنے میں اور اس دُھن میں کہ اُلوہیت کے ہر ایک کام اور صنعت کی نقل اُتار لیں اس قدر حریص ہونگے کہ گویا وہ خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں*۔ وہ چاہیں گے کہ مثلاً کسی طرح بارش کرنا اور بارش کو بند کر دینا اور پانی بکثرت پیدا کرنا اور پانی کو خشک کر دینا اور ہوا کا چلانا اور ہوا کو بند کر دینا اور کانوں کے ہر ایک قسم کے جواہر کو اپنی دست کاری سے پیدا کر لینا۔ غرض مخلوقات کے تمام افعال طبعیہ پر قبضہ کر لینا۔ یہاں تک کہ انسانی نطفہ کو کسی پچکاری کے ذریعہ سے جس

* ربوبیت کی عظمت اور اُلوہیت کے جلال اور صفات باری کی وحدانیت کو ملحوظ رکھ کر انکسار اور ادب عبودیت کے ساتھ ایجاد اور صنعت کیطرف بقدر اعتدال مشغول ہونا یہ اور امر ہے مگر شوخی اور تکبر کو اپنے دماغ میں جگہ دیکر اور قضا و قدر کے سلسلہ پر ٹھٹھا مار کر خدا کے پہلو میں اپنی انانیت کو کسی فعل ایجاد وغیرہ سے ظاہر کرنا یہی دجالیت ہے اور دجال کے لفظ سے ہماری وہ مُراد نہیں ہے جو حال کے مولوی مُراد لیتے ہیں اور اس کو ایسا شخص سمجھتے ہیں جس سے وہ لڑائیاں کرینگے کیونکہ ہمارے نزدیک دجال ہو یا کوئی ہو اس دین کے لئے لڑائی کرنا منع ہے۔ ہر یک مخلوق سے سچی ہمدردی چاہیئے اور لڑائی کے خیالات سب باطل ہیں اور دجال سے مُراد صرف وہ فرقہ ہے جو کلام الٰہی میں تحریف کرتے ہیں یا دہریہ کے رنگ میں خدا سے لاپروا ہیں اور اس لفظ میں کوئی اور خطرناک مفہوم مخفی نہیں ہے بلکہ یہ لفظ محرّف کے لفظ یا دہریہ کے لفظ سے مترادف ہے۔ منہ

رحم میں جا ہیں ڈال دینا اور اس سے حمل ٹھہرانے کے لئے کامیاب ہو جانا اور کسی طور سے مُردوں کو زندہ کر دینا اور عمروں کو بڑھا دینا اور غیب کی باتیں معلوم کر لینا اور تمام نظام طبعی پر تصرّف تام کر لینا ان کے ہاتھ میں آجائے اور کوئی بات ان کے آگے انہونی نہ ہو۔ پس جبکہ ادب ربوبیت اور عظمت اُلوہیت انکے دلوں پر سے بکلی اُٹھ جائے گی اور خدائی تقدیروں کو ٹالنے کے لئے بالمقابل جنگ کرنے والے کی طرح تدابیر اور اسباب تلاش کرتے رہیں گے تو وہ آسمان پر ایسے ہی سمجھے جائیں گے کہ گویا وہ خدائی کا دعویٰ کر رہے ہیں اور مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی معنے حق ہیں۔ اور جو دجال کی آنکھوں کی نسبت حدیثوں میں آیا ہے کہ ایک آنکھ اُسکی بالکل اندھی ہوگی اور ایک میں پھولا ہوگا اس کے یہ معنے ہیں کہ وہ گروہ جو دجالی صفات سے موسوم ہوگا اس کا یہ حال ہوگا کہ ایک آنکھ اُسکی تو کم دیکھے گی اور حقائق کے چہرے اُس کو دُھندلے نظر آئینگے مگر دوسری آنکھ بالکل اندھی ہوگی وہ کچھ بھی دیکھ نہیں سکے گی جیسا کہ یہ قوم جو نظر کے سامنے ہے توریت پر تو کسی قدر ایمان لاتی ہے گو ناقص اور غلط طور پر۔ مگر قرآن شریف کو دیکھ نہیں سکتے گویا انکی ایک آنکھ میں انگور کے دانے کی طرح ٹینٹ پڑا ہوا ہے مگر دوسری آنکھ جس سے قرآن شریف کو دیکھنا تھا بالکل اندھی ہے۔ یہ کشفی رنگ میں دجال کی صورت ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ لوگ خدا تعالےٰ کی آخری کتاب کو بالکل شناخت نہیں کریں گے۔ اور ظاہر ہے کہ اس تاویل کی رو سے جو بالکل معقول اور قریبِ قیاس ہے کسی نئے دجال کی تلاش کی ضرورت نہیں بلکہ جس گروہ نے قرآن شریف کی تکذیب کی اور جن کو خدا نے کتاب دی اور پھر انھوں نے اس کتاب پر عمل نہ کیا اور اپنی طرف سے اس قدر تحریف کی کہ گویا نئی کتاب نازل ہو رہی ہے اور نیز کارخانہ قضاء و قدر میں اس قدر دست اندازی کی کہ خدا کی عظمت دلوں پر سے بکلی اُٹھ گئی۔ وہی لوگ دجال ہیں۔ ایک پہلو سے نبوۃ

کے مدعی اور دوسرے پہلو سے خدائی کے دعویدار۔ تمام حدیثوں کا منشاء یہی ہے اور یہی قرآن شریف سے مطابق ہے اور اسی سے وہ اعتراض دُور ہوتا ہے جو ولاالضالین کی دُعا پر عائد ہو سکتا تھا اور یہ وہ امر ہے کہ جسپر واقعات کے سلسلہ کی ایک زبردست شہادت پائی جاتی ہے اور ایک منصف انسان کو بجز ماننے کے بن نہیں پڑتا اور گو لفظ دجّال کے ایک غلط اور خطرناک معنے کرنے میں بہت سی تعداد مسلمانوں کی آلودہ ہے مگر جو امر قرآن کے نصوص صریحہ اور اُن احادیث کے نصوص واضحہ سے جو قرآن کے مطابق ہیں غلط ثابت ہو گیا اور عقل سلیم نے بھی اسی کی تصدیق کی تو ایسا امر ایک انسان یا کروڑ انسان کے غلط خیالات کی وجہ سے غلط نہیں ٹھہر سکتا ورنہ لازم آتا ہے کہ جس مذہب کا دنیا میں تعداد کثیر ہو وہی سچا ہو۔ غرض اب یہ ثبوت کمال کو پہنچ گیا ہے اور اگر اب بھی کوئی مُنہ زوری سے باز نہ آوے تو وہ حیا سے عاری اور قرآن شریف کی تکذیب پر دلیر ہے اور وہ احادیث واضحہ جو قرآن کی منشاء کے موافق دجّال کی حقیقت ظاہر کرتی ہیں وہ اگرچہ بہت ہیں مگر ہم اس جگہ بطور نمونہ ایک ان میں سے درج کرتے ہیں وہ حدیث یہ ہے: یخرج فی اٰخر الزمان دجّال یختلون الدنیا بالدین۔ یلبسون للناس جلود الضان من اللین السنتھم احلی من العسل وقلوبھم قلوب الذیاب یقول اللّٰہ عزوجل ابی یغترون ام علیّ یجترؤن۔ حتی حلفت لابعثن علی اولئک منھم فتنۃ۔ الخ کنزالعمال جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۷۴۔ یعنے آخری زمانہ میں دجّال ظاہر ہوگا وہ ایک مذہبی گروہ ہوگا جو زمین پر جابجا خروج کرے گا اور وہ لوگ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے یعنے انکو اپنے دین میں داخل کرنے کے لئے بہت مال پیش کریں گے اور ہر قسم کے آرام اور لذّات دنیوی کی طمع دیں گے اور اس غرض سے کہ کوئی ان کے دین میں داخل ہوجائے بھیڑوں کی پوستین پہنکر آئینگے۔ انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور ان کے دل بھیڑیوں

کے دل ہونگے اور خدائے عزوجل فرمائے گا کہ کیا یہ لوگ میرے حلم پر مغرور ہو رہے ہیں کہ میں انکو جلد تر نہیں پکڑتا اور کیا یہ لوگ میرے پر افترا کرنے میں دلیری کر رہے ہیں یعنے میری کتابوں کی تحریف کرنے میں کیوں اس قدر مشغول ہیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں انہی میں سے اور انہی کی قوم میں سے ان پر ایک فتنہ برپا کروں گا دیکھو کنزالعمال جلد نمبر ۷ صفحہ نمبر ۱۷۴۔ اب بتلاؤ کہ کیا اس حدیث سے دجّال ایک شخص معلوم ہوتا ہے اور کیا یہ تمام اوصاف جو دجّال کے لکھے گئے ہیں یہ آجکل کسی قوم پر صادق آرہی ہیں یا نہیں اور ہم پہلے اس سے قرآن شریف سے بھی ثابت کر چکے ہیں کہ دجّال ایک گروہ کا نام ہے نہ یہ کہ کوئی ایک شخص۔ اور اس حدیث مذکورہ بالا میں جو دجّال کے لئے جمع کے صیغے استعمال کئے گئے ہیں جیسے یختلون اور یلبسون اور یغترون۔ اور یجترؤن اور اولئک اور منھم یہ بھی بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ دجّال ایک جماعت ہے نہ ایک انسان۔ اور قرآن شریف میں جو یاجوج ماجوج کا ذکر ہے جن کو خدا کی پہلی کتابوں نے یوروپ کی قومیں قرار دیا ہے اور قرآن نے اس بیان کی تکذیب نہیں کی یہ دجّال کے ان معنوں پر جو ہم نے بیان کئے ہیں ایک بڑا ثبوت ہے بعض حدیثیں بھی توریت کے اس بیان کی مصدّق ہیں اور لنڈن میں یاجوج ماجوج کی پتھر کی ہیکلیں کسی پُرانے زمانہ سے اب تک محفوظ ہیں۔ یہ امور جب یکجائی نظر سے دیکھے جائیں تو عین الیقین کے درجہ پر یہ ثبوت معلوم ہوتا ہے اور تمام دجّالی خیالات ایک ہی لمحہ میں منتشر ہو جاتے ہیں۔ اگر اب بھی یہ بات قبول نہ کی جائے کہ حقیقت حقّہ صرف اسی قدر ہے جو سورہ فاتحہ کے آخری فقرہ یعنے ولاالضالین سے سمجھی جاتی ہے تو گویا اس بات کا قبول کرنا ہوگا کہ قرآن کی تعلیم کو ماننا کچھ ضروری نہیں بلکہ اس کے مخالف قدم رکھنا بڑے ثواب کی بات ہے۔ پس وہ لوگ جو ہماری اس مخالفت پر خون پینے کو طیار ہیں مناسب ہے کہ اس موقعہ پر ذرہ خدا تعالےٰ سے خوف کر کے سوچیں کہ وہ کس قدر خدا تعالےٰ

کی پاک کلام سے دشمنانہ لڑائی کر رہے ہیں۔ گو فرض کے طور پر ان کے پاس ایسی حدیثیں انبار در انبار ہوں جن سے دجّال معہود کا ایک خوفناک وجود ظاہر ہوتا ہو جو اپنی جسامت کی وجہ سے ایک ایسی سواری کا محتاج ہے جسکے دونوں کانوں کا فاصلہ قریباً تین سو ہاتھ ہے اور زمین و آسمان اور چاند اور سورج اور دریا اور ہوائیں اور مینہ اس کے حکم میں ہیں لیکن ایسا ہیبت ناک وجود پیش کرنے سے کوئی ثبوت پیدا نہیں ہوگا اس عقل اور قیاس کے زمانہ میں ایسا خلاف قانون قدرت وجود ماننا اسلام پر ایک داغ ہوگا۔ اور غایت کار ہندوؤں کے مہادیو اور بشن اور برہما کی طرح مسلمانوں کے ہاتھ میں بھی لوگوں کے ہنسانے کے لئے یہ ایک لغو کہانی ہوگی جو قرآن کی پیشگوئی لا الضالین کے بھی مخالف ہے اور نیز اس کی توحید کے بھی سراسر مخالف۔ اور اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ایسے وجود کو ماننا جسکے ہاتھ میں گو تھوڑے عرصہ کے لئے تمام خدائی قوت اور خدائی انتظام ہوگا اس قسم کے شرک کو اختیار کرنا ہے جسکی نظیر ہندوؤں اور چینیوں اور پارسیوں میں بھی کوئی نہیں۔ افسوس کہ اہلحدیث جو موحّد کہلاتے ہیں اُس شرک کی قسم سے بیزاری ظاہر کرتے ہیں جو چوہے سے بھی کمتر ہے اور اس شرک کو اپنے گھر میں داخل کرتے ہیں جو ہاتھی سے بھی زیادہ ہے۔ ان لوگوں کی توحید بھی عجیب طور کی پختہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کو خالقیت میں خدا کا قریباً نصف کا شریک مان کر پھر توحید میں کچھ خلل نہیں آیا۔ تعجب کہ یہ لوگ جو اسلام کی اصلاح اور توحید کا دم مارتے ہیں وہی اس قسم کے شرکوں پر زور مار رہے ہیں اور خدا کی طرح مسیح کو بلکہ دجّال کو بھی بے انت اور بے انتہا کمالات اُلوہیت سے موصوف سمجھتے ہیں عجیب بات ہے کہ انکی نظر میں خدا کی سلطنت بھی ایسے ہمسر شریکوں سے پاک نہیں اور پھر خاصے موحد اور اہل حدیث ہیں کون کہہ سکتا ہے کہ مشرک ہیں اور گو عیسائی مانیں یا نہ مانیں لیکن یہ لوگ درحقیقت مشنریوں پر بہت ہی احسان کر رہے ہیں کہ ایک مسلمان کو اگر وہ اُن کے اُن عقیدوں کا پابند ہو جائے

جنکو یہ مولوی مسیح اور دجّال کی نسبت سکھلا رہے ہیں بہت آسانی سے عیسائی مذہب کے قریب لے آتے ہیں یہاں تک کہ ایک پادری صرف چند منٹ میں ہی ہنسی خوشی میں ان کو مرتد کر سکتا ہے۔ یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے کہ دجّال کو اُلوہیت کی صفات دینے سے عیسائیوں کو کیا فائدہ پہنچتا ہے گو مسیح میں ایسی صفات قائم کرنے سے تو فائدہ پہنچتا ہے کیونکہ جبکہ دجّال جیسے دشمن دین اور ناپاک طبع کی نسبت مان لیا گیا کہ وہ اپنے اختیار سے بارش برسانے اور مُردوں کے زندہ کرنے اور بارش کے روکنے اور دوسری صفات اُلوہیت پر قادر ہوگا تو اِس سے بہت صفائی کے ساتھ یہ راہ کھُل جاتی ہے کہ جبکہ ایک خدا کا دشمن خدائی کے مرتبہ پر پہنچ سکتا ہے اور جبکہ خدائی کارخانہ میں ایسی بد انتظامی اور گڑبڑ پڑا ہُوا ہے کہ دجّال بھی اپنی جھوٹی خدائی چالیس برس تک یا چالیس دن تک چلائے گا تو پھر حضرت عیسیٰ کی خدائی میں کونسا اشکال عائد حال ہو سکتا ہے پس ایسے لوگوں کے بپتسمہ پانے پر بڑی بڑی امیدیں پادری صاحبوں کو دلوں میں رکھنی چاہیئیں اور درحقیقت اگر خدا تعالےٰ آسمان سے اپنے اس سلسلہ کی بُنیاد اس نازک وقت میں نہ ڈالتا تو ان اعتقادوں کے طفیل سے ہزاروں مولویوں کی روحیں پادری عماد الدین کی رُوح سے مِل جاتیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی غیرت اور اس کا وہ وعدہ جو صدی کے سر سے متعلق تھا وہ پادری صاحبوں کی اس کامیابی میں حائل ہو گیا مگر مولوی صاحبوں کیطرف سے کوئی فرق نہیں رہا تھا۔ دانشمند خوب جانتے ہیں کہ اسلام کی آیندہ ترقی کے لئے اور نیز پادریوں کے حملوں سے اسلام کو بچانے کے لئے یہ نہایت نیک فال ہے کہ وہ تمام باتیں جن سے مسیح کو زندہ آسمان پر چڑھایا گیا اور فقط اسی کو زندہ رسول اور معصوم رسول مس شیطان سے پاک اور ہزاروں مُردوں کو زندہ کرنیوالا اور بے شمار پرندوں کو پیدا کرنے والا اور قریباً نصف میں خدا کا شریک سمجھا گیا تھا اور دوسرے تمام نبی مُردے اور عاجز اور مس شیطان سے آلودہ سمجھے

گئے تھے جنھوں نے ایک مکھی بھی پیدا نہ کی یہ تمام افترا اور جھوٹ کے طلسم خدا نے مجھے مبعوث فرما کر ایسے توڑ دیئے کہ جیسے ایک کاغذ کا تختہ لپیٹ دیا جائے اور خدا نے عیسیٰ بن مریم سے تمام زوائد کو الگ کرکے معمولی انسانی درجہ پر بٹھا دیا اور اُس کو دوسرے نبیوں کے افعال اور خوارق کی نسبت ایک ذرہ خصوصیت نہ رہی اور ہر ایک پہلو سے ہمارے سیّد و مولیٰ نبی الوریٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد عالیہ آفتاب کی طرح چمک اُٹھے۔ اے خدا ہم تیرے احسانوں کا کیونکر شکر کریں کہ تو نے ایک تنگ و تاریک قبر سے اسلام اور مسلمانوں کو باہر نکالا اور عیسائیوں کے تمام فخر خاک میں ملا دیئے اور ہمارا قدم جو ہم محمدی گروہ ہیں ایک بلند اور نہایت اونچے منار پر رکھ دیا۔ ہم نے تیرے نشان جو محمدی رسالت پر روشن دلائل ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھے ہم نے آسمان پر رمضان میں اُس خسوف کسوف کا مشاہدہ کیا جسکی نسبت تیری کتاب قرآن اور تیرے نبی کی طرف سے تیرہ سو برس سے پیشگوئی تھی ہم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ تیری کتاب اور تیرے نبی کی پیشگوئی کے مطابق اونٹوں کی سواری ریل کے جاری ہونیسے موقوف ہو گئی اور عنقریب مکہ اور مدینہ کی راہ سے بھی یہ سواریاں موقوف ہونے والی ہیں۔ ہم نے تیری کتاب قرآن کی پیشگوئی لا الضالین کو بھی بڑے زور شور سے پورے ہوتے دیکھ لیا اور ہم نے یقین کر لیا کہ درحقیقت یہی وہ فتنہ ہے جسکی آدم سے لیکر قیامت تک اسلام کی ضرر رسانی میں کوئی نظیر نہیں اسلام کی مزاحمت کے لئے یہی ایک بھاری فتنہ تھا جو ظہور میں آگیا۔ اب اسکے بعد قیامت تک کوئی ایسا بڑا فتنہ نہیں اے کریم تو ایسا نہیں ہے کہ اپنے مذہب اسلام پر دو موتیں جمع کرے ایک موت جو عظیم ابتلا تھا اور جو مسلمانوں اور اسلام کے لئے مقدر تھا وہ ظہور میں آگیا۔ اب اے ہمارے رحیم خدا ہماری روح گواہی دیتی ہے کہ جیسا کہ تو نے نوح کے دنوں میں کیا کہ بہت سے آدمیوں کو ہلاک کرکے پھر تجھے رحم آیا اور تو نے توریت میں وعدہ کیا کہ میں پھر اس طرح انسانوں کو طوفان

سے ہلاک نہیں کرونگا پس دیکھ اے ہمارے خدا کہ اس امت پر یہ طوفان نوح کے دنوں سے کچھ کم نہیں آیا۔ لاکھوں جانیں ہلاک ہو گئیں اور تیرے نبی کریم کی عزت ایک ناپاک کیچڑ میں پھینک دیگئی۔ پس کیا اس طوفان کے بعد اس امت پر کوئی اور بھی طوفان ہے یا کوئی اور بھی دجال* ہے جس کے خوف سے ہماری جانیں گداز ہوتی رہیں۔ تیری رحمت بشارت دیتی ہے کہ "کوئی نہیں" کیونکہ تو وہ نہیں کہ اسلام اور مسلمانوں پر دو موتیں جمع کرے مگر ایک موت جو واقع ہو چکی اب اس ایک دفعہ کے قتل کے بعد اس خوبصورت جوان کے قتل پر کوئی قیامت تک قادر نہیں ہوگا یاد رکھو اس پیشگوئی کو اے لوگو خوب یاد رکھو کہ یہ خوبصورت پہلوان کہ جو جوانی کی تمام قوتوں سے بھرا ہوا ہے یعنے اسلام یہ صرف ایک ہی دفعہ دجال کے ہاتھ سے قتل ہونا تھا سو جیسا کہ مقدر تھا یہ مشرقی زمین میں قتل ہو گیا اور نہایت بیدردی سے اسکے جسم کو چاک کیا گیا اور پھر دجال نے یعنے اسکی عمر کے خاتمہ نے چاہا کہ یہ جوان زندہ ہو چنانچہ اب وہ خدا کے مسیح کے ذریعہ سے زندہ ہو گیا اور اب سے اپنی تمام طاقتوں میں دوبارہ بھرتا جائے گا اور پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جائے گا ولا تود علیہ موتۃ الاموتۃ الاولیٰ۔ واذا اھلک الدجال فلا دجال بعدہ الی یوم القیامہ امر من لدن حکیم علیم ونبأ من عند ربنا الکریم وبشارۃ من اللہ الرؤف الرحیم۔ لا یاتی بعد ھذا الا النصر من اللہ وفتح عظیم۔ اے قادر خدا تیری شان کیا ہی بلند ہے تو نے اپنے بندہ کے ہاتھ پر کیسے کیسے بزرگ نشان دکھلائے۔ جو کچھ تیرے ہاتھ نے جمالی رنگ میں آتھم کے ساتھ کیا اور پھر جلالی رنگ میں لیکھرام کے ساتھ کیا یہ چمکتے ہوئے نشان عیسائیوں میں کہاں ہیں اور کس

* دجال کے لفظ کی نسبت ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اس سے وہ خونی شخص مراد نہیں ہے جسکی مسلمانوں کو انتظار ہے بلکہ اس سے صرف ایک فرقہ مراد ہے جو کتابوں کی تحریف اور تبدیل کرکے سچائی کو دفن کرتا ہے اور دجال کے قتل کرنیسے صرف یہ مراد ہے کہ انکو دلائل کے ساتھ مغلوب کیا جائے اور مسیح ابن مریم جو خطرناک بیماروں کو جو بوجہ شدت غشی مُردوں کیطرح تھے زندہ کرتا تھا اس زمانہ میں اس کے نمونہ پر مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ اسلام کو زندہ کرے جیسا کہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے کہ یحیی الدین ویقیم الشریعۃ۔ منہ

ملک میں ہیں کوئی دکھلاوے۔ اے قادر خدا جیسا تو نے اپنے اس بندہ کو کہا کہ میں ہر میدان میں تیرے ساتھ ہوں گا اور ہر ایک مقابلہ میں رُوح القدس سے مَیں تیری مدد کرونگا۔ آج عیسائیوں میں ایسا شخص کون ہے جس پر اس طور سے غیب اور اعجاز کے دروازے کھولے گئے۔ اس لئے ہم جانتے ہیں اور بچشم خود دیکھتے ہیں کہ تیرا وہی رسول فضل اور سچائی لے کر آیا ہے جس کا نام محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے حضرت عیسیٰ کی نبوت کو بھی اسی کے وجود سے رنگ اور رونق ہے ورنہ حضرت مسیح کی نبوت پر اگر گزشتہ قصّوں کو الگ کر کے کوئی زندہ ثبوت مانگا جائے تو ایک ذرہ کے برابر بھی ثبوت نہیں مل سکتا اور قصّے تو ہر ایک قوم کے پاس ہیں کیا ہندوؤں کے پاس نہیں ہیں؟

اور منجملہ اُن دلائل کے جو میرے مسیح موعود ہونے پر دلالت کرتے ہیں وہ ذاتی نشانیاں ہیں جو مسیح موعود کی نسبت بیان فرمائی گئی ہیں اور انہیں ایک بڑی نشانی یہ ہے کہ مسیح موعود کے لئے ضروری ہے کہ وہ آخری زمانہ میں پیدا ہو جیسا کہ یہ حدیث ہے یکون فی اٰخر الزمان عند تظاھر من الفتن و انقطاع من الزمن۔ اور اس بات کے ثبوت کے لئے کہ درحقیقت یہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح ظاہر ہو جانا چاہیئے دو۲ طور کے دلائل موجود ہیں (۱) اوّل وہ آیات قرآنیہ اور آثار نبویہ جو قیامت کے قرب پر دلالت کرتے ہیں اور پورے ہو گئے ہیں جیسا کہ خسوف کسوف کا ایک ہی مہینہ میں یعنے رمضان میں ہونا جسکی تصریح آیت وجمع الشمس والقمر میں کی گئی ہے اور اونٹوں کی سواری موقوف ہو جانا جس کی تشریح آیت واذا العشار عطلت سے ظاہر ہے اور ملک میں نہروں کا بکثرت نکلنا جیسا کہ آیت واذا البحار فجّرت سے ظاہر ہے اور ستاروں کا متواتر ٹوٹنا جیسا کہ آیت و اذا الکواکب انتثرت سے ظاہر ہے اور قحط پڑنا اور وبا پڑنا اور امساک باراں ہونا جیسا کہ آیت و اذا السماء انفطرت سے منکشف ہے* اور سخت قسم کا کسوف

* قرآن شریف میں سَما کا لفظ نہ صرف آسمان پر ہی بولا جاتا ہے جیسا کہ عوام کا خیال ہے بلکہ

شمس واقع ہونا جس سے تاریکی پھیل جائے جیسا کہ آیت اذا الشمس کوّرت سے ظاہر ہے اور پہاڑوں کو اپنی جگہ سے اُٹھا دینا جیسا کہ آیت واذا الجبال سیّرت سے سمجھا جاتا۔ اور جو لوگ وحشی اور اراذل اور اسلامی شرافت سے بے بہرہ ہیں ان کا اقبال چمک اُٹھنا جیسا کہ آیت واذا الوحوش حشرت سے مترشح ہو رہا ہے* اور تمام دنیا میں تعلقات اور ملاقاتوں کا سلسلہ گرم ہو جانا اور سفر کے ذریعہ سے ایک کا دوسرے کو ملنا سہل ہو جانا جیسا کہ بدیہی طور پر آیت واذا النفوس زوّجت سے سمجھا جاتا ہے اور کتابوں اور رسالوں اور خطوط کا ملکوں میں شائع ہو جانا جیسا کہ آیت واذا الصحف نشرت سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اور علماء کی باطنی حالت کا جو نجوم اسلام ہیں مکدر ہو جانا جیسا کہ واذا النجوم انکدرت سے صاف معلوم ہوتا ہے اور بدعتوں اور ضلالتوں اور ہر قسم کے فسق و فجور کا پھیل جانا جیسا کہ آیت و اذا السماء انشقّت سے مفہوم ہوتا ہے۔ یہ تمام علامتیں قرب قیامت کی ظاہر ہو چکی ہیں اور دنیا پر ایک انقلاب عظیم آ گیا ہے اور جبکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا

حاشیہ در حاشیہ

کئی معنوں پر سَما کا لفظ قرآن شریف میں آیا ہے چنانچہ مینہ کا نام بھی قرآن شریف میں سماء ہے اور اہل عرب مینہ کو سما کہتے ہیں اور کتب تعبیر میں سما سے مُراد بادشاہ بھی ہوتا ہے اور آسمان کے پھٹنے سے بدعتیں اور ضلالتیں اور ہر ایک قسم کا جور اور ظلم مراد لیا جاتا ہے اور نیز ہر قسم کے فتنوں کا ظہور مراد لیا جاتا ہے کتاب تعطیر الانام میں لکھا ہے فان رای السماء انشقت دلّ علی البدعۃ والضلالۃ دیکھو صفحہ ۳۰۵ تعطیر الانام۔ منہ

* ہم اس سے پہلے ابوالدرداء کی روایت سے لکھ چکے ہیں کہ قرآن ذو الوجوہ ہے اور جس شخص نے قرآن شریف کی آیات کو ایک ہی پہلو پر محدود کر دیا۔ اس نے قرآن شریف کو نہیں سمجھا اور نہ اس کو کتاب اللہ کا تفقہ حاصل ہوا اور اس سے بڑھ کر کوئی جاہل نہیں۔ ہاں ممکن ہے کہ ان آیات میں سے بعض قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہوں مگر اوّل مصداق ان آیات کا یہی دنیا ہے کیونکہ یہ آخری زمانہ کی نشانیاں ہیں اور جب دنیا کا سلسلہ ہی لپیٹا گیا تو پھر کس بات کی یہ نشانیاں ہونگی۔ غالباً اسلام میں ایسے جاہل بھی ہونگے جو اس راز کو نہیں سمجھے ہونگے اور خدا تعالیٰ کی پیشگوئیاں جن سے ایمان قوی ہوتا ہے انکی نظر میں تمام وہ امور بعد الدنیا ہیں یہ تمام قرآنی پیشگوئیاں پہلی کتابوں میں مسیح موعود کے وقت کی نشانیاں ٹھہرائی گئی ہیں۔ دیکھو دانیئل باب نمبر۱۲۔ منہ

زمانہ قرب قیامت کا زمانہ ہے جیسا کہ آیت اقتربت الساعة وانشق القمر سے سمجھا جاتا ہے تو پھر یہ زمانہ جس پر تیرہ سو ۱۳۰۰ برس اور گذر گیا اس کے آخری زمانہ ہونے میں کس کو کلام ہو سکتا ہے۔ اور علاوہ نصوص صریحہ قرآن شریف اور احادیث کے تمام اکابر اہل کشوف کا اس پر اتفاق ہے کہ چودہویں صدی وہ آخری زمانہ ہے جس میں مسیح موعود ظاہر ہوگا ہزارہا اہل اللہ کے دل اسی طرف مائل رہے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ غایت کار چودہویں صدی ہے اس سے بڑھ کر ہرگز نہیں چنانچہ نواب صدیق حسن خاں نے بھی اپنی کتاب حجج الکرامہ میں اس بات کو لکھا ہے۔ اور پھر ماسوا اس کے سورۂ مرسلات میں ایک آیت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرب قیامت کی ایک بھاری علامت یہ ہے کہ ایسا شخص پیدا ہو جس سے رسولوں کی حدبست ہو جائے یعنے سلسلہ استخلاف محمدیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے ظاہر ہو جائے اور وہ آیت یہ ہے واذا الرسل اُقّتت۔ یعنے وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہو جائے گی یعنے آخری خلیفہ کے ظہور سے قضاء وقدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائے گا۔ یہ آیت بھی اس بات پر نص صریح ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا کیونکہ اگر پہلا مسیح ہی دوبارہ آجائے تو وہ افادہ تعیین عدد نہیں کر سکتا کیونکہ وہ تو بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایک رسول ہے جو فوت ہو چکا ہے اور اس جگہ خلفائے سلسلہ محمدیہ کی تعیین مطلوب ہے اور اگر یہ سوال ہو کہ اقّتت کے یہ معنے یعنے معین کرنا اس عدد کا جو ارادہ کیا گیا ہے کہاں سے معلوم ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتب لغت لسان العرب وغیرہ میں لکھا ہے کہ قد یجیئ التوقیت بمعنی تبیین الحدّ والعدد والمقدار کما جاء فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ لم یقّت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الخمر حدًّا ای لم یقدّر ولم یحدّہ بعدد مخصوص۔ یعنے لفظ توقیت جس سے اقّتت نکلا ہے کبھی حد اور شمار اور مقدار کے بیان کرنے کے لئے آتا ہے جیسا کہ حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خمر کی کچھ

توقیت نہیں کی یعنے خمر کی حد کی کوئی تعداد اور مقدار بیان نہیں کی اور تعیین عدد بیان نہیں فرمائی۔ پس یہی معنے آیت واذا الرسل اقّتت کے ہیں جن کو خدا تعالےٰ نے میرے پر ظاہر فرمایا اور یہ آیت اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسولوں کی آخری میزان ظاہر کرنے والا مسیح موعود ہے اور یہ صاف بات ہے کہ جب ایک سلسلہ کا آخر ظاہر ہو جاتا ہے تو عند العقل اس سلسلہ کی پیمایش ہو جاتی ہے اور جب تک کوئی خط ممتد کسی نقطہ پر ختم نہ ہو ایسے خط کی پیمایش ہونا غیر ممکن ہے کیونکہ اسکی دوسری طرف غیر معلوم اور غیر معین ہے۔ پس اس آیت کریمہ کے یہ معنے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور سے دونوں طرف سلسلہ خلافت محمدیہ کے معین اور مشخص ہو جائینگے گویا یوں فرماتا ہے واذا الخلفاء بُیّن تعدادھم وحدّ عددھم بخلیفة ھو آخر الخلفاء الذی ھو المسیح الموعود فان آخر کل شی یعین مقدار ذالک الشیٔ وتعدادہ فھٰذا ھو معنی واذا الرسل اقّتت ✦

اور دوسری دلیل زمانہ کے آخری ہونے پر یہ ہے کہ قرآن شریف کی سورۂ عصر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ زمانہ حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار ششم پر واقع ہے یعنے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یہ چھٹا ہزار جاتا ہے اور ایسا ہی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آدم سے لیکر اخیر تک دُنیا کی عمر سات ہزار سال ہے* لہذا آخر ہزار ششم وہ آخری حصہ اس دنیا کا ہوا جس سے ہر ایک جسمانی اور روحانی تکمیل وابستہ ہے کیونکہ خدائی کارخانہ قدرت میں چھٹے دن اور چھٹے ہزار کو الٰہی فعل کی تکمیل

* حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ عمر دنیا سات ہزار سال ہے۔ اور انس بن مالک سے روایت ہے کہ جو شخص خدا تعالےٰ کی راہ میں ایک مسلمان کی حاجت براری کرے اس کے لئے عمر دنیا کے اندازہ پر دن کو روزہ رکھنا اور رات کو عبادت کرنا لکھا جاتا ہے اور عمر دنیا سات ہزار سال ہے۔ دیکھو تاریخ ابن عساکر اور نیز دیلمی مؤلف انس سے مرفوعاً روایت کرتا ہے کہ عمر دُنیا آخرت کے دنوں میں سے سات دن یعنے حسب منطوق ان یوما عند ربک کالف سنة مما تعدون سات ہزار سال ہے۔ اس آیت کے یہ معنے ہیں کہ تمہارا ہزار سال خدا کا ایک دن ہے۔ ایسا ہی طبرانی نے اور نیز بیہقی نے دلائل میں اور سُہیلی نے روض الانف میں عمر دُنیا

کے لئے قدیم سے مقرر فرمایا گیا ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام چھٹے دن میں یعنے بروز

بقیہ حاشیہ

آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہزار سال روایت کی ہے۔ ایسا ہی
بطریق صحیح ابن عباس سے منقول ہے کہ دنیا سات دن ہیں اور ہر ایک دن
ہزار سال کا ہے اور بعثت آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم آخر ہزار ہفتم میں
ہے مگر یہ حدیث دو پہلو سے مورد اعتراض ہے جس کا دفع کرنا ضروری ہے
اوّل یہ کہ اس حدیث کو بعض دوسری حدیثوں سے تناقض ہے کیونکہ دوسری
احادیث میں یُوں لکھا ہے کہ بعثت نبوی آخر ہزار ششم میں ہے اور اس حدیث میں ہے
کہ ہزار ہفتم میں ہے پس یہ تناقض تطبیق کو چاہتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ امر واقعی اور
صحیح یہی ہے کہ بعثت نبوی ہزار ششم کے آخر میں ہے جیسا کہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ بالاتفاق
گواہی دے رہی ہیں لیکن چونکہ آخر صدی کا یا مثلاً آخر ہزار کا اُس صدی یا ہزار کا سر کہلاتا ہے۔ جو
اس کے بعد شروع ہونے والا ہے اور اس کے ساتھ پیوستہ ہے اس لئے یہ محاورہ
ہر ایک قوم کا ہے کہ مثلاً وہ کسی صدی کے آخری حصے کو جس پر گویا صدی ختم ہونے کے حکم میں ہے
دوسری صدی پر جو اس کے بعد شروع ہونے والی ہے اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً کہہ دیتے ہیں
کہ فلاں مجدد بارھویں صدی کے سر پر ظاہر ہُوا تھا گو وہ گیارھویں صدی کے اخیر پر ظاہر
ہُوا ہو یعنے گیارھویں صدی کے چند سال رہتے اُس نے ظہور کیا ہو اور پھر بسا اوقات بباعث
تسامح کلام یا قصور فہم راویوں کی وجہ سے یا بوجہ عدم ضبط کلمات نبویہ اور ذہول کے جو لازم
نشاءِ بشریت ہے کسی قدر اور بھی تغیر ہو جاتا ہے سو اس قسم کا تعارض قابل التفات نہیں بلکہ
درحقیقت یہ کچھ تعارض ہی نہیں یہ سب باتیں عادت اور محاورہ میں داخل ہیں کوئی عقلمند اس
کو تعارض نہیں سمجھے گا۔ (۲) دوسرا پہلو جس کے رو سے اعتراض ہوتا ہے یہ ہے کہ بموجب
اس حساب کے جو یہود اور نصاریٰ میں محفوظ اور متواتر چلا آتا ہے جس کی شہادت اعجازی طور
پر کلام معجز نظام قرآن شریف میں بکمال لطافت بیان موجود ہے جیسا کہ ہم نے متن میں مفصل
بیان کر دیا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم حضرت آدم علیہ السلام سے قمری حساب کے رو سے
۴۷۳۹ برس بعد میں مبعوث ہوئے ہیں اور شمسی حساب کے رو سے ۴۵۹۸ برس بعد آدم

جمعہ دن کے اخیر حصے میں پیدا ہوئے یعنے آپ کے وجود کا تمام و کمال پیرایہ چھٹے
دن ظاہر ہُوا گو خمیر آدم کا آہستہ آہستہ طیار ہو رہا تھا اور تمام جمادی نباتی حیوانی

بقیہ حاشیہ

صفی اللہ حضرت نبیّنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم خدا تعالےٰ کی طرف سے ظاہر ہوئے
پس اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہزار پنجم میں یعنے الف خامس میں
ظہور فرما ہوئے نہ کہ ہزار ششم میں۔ اور یہ حساب بہت صحیح ہے کیونکہ یہود اور نصاریٰ
کے علماء کا تواتر اسی پر ہے اور قرآن شریف اسی کا مصدق ہے اور کئی اور وجوہ اور دلائل عقلیہ
جن کی تفصیل موجب تطویل ہے قطعی طور پر اس بات پر جزم کرتی ہیں کہ مابین سیدنا محمد مصطفےٰ اور آدم
صفی اللہ میں یہی فاصلہ ہے اس سے زیادہ نہیں گو آسمانوں اور زمینوں کے پیدا کرنے کی تاریخ
لاکھوں برس ہوں یا کروڑ ہا برس ہوں جس کا علم خدا تعالےٰ کے پاس ہے لیکن ہمارے ابو النوع
آدم صفی اللہ کی پیدایش کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وقت تک یہی مدت گذری تھی یعنے ۴۷۳۹
برس بحساب قمری اور ۴۵۹۸ برس بحساب شمسی اور جبکہ قرآن اور حدیث اور تواتر اہل کتاب سے
یہی مدت ثابت ہوتی ہے تو یہ بات بدیہی البطلان ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم ہزار ششم کے آخر پر مبعوث ہوئے تھے کیونکہ اگر وہ آخر ہزار ششم تھا تو اب تیرہ سو سترہ
اور اس کے ساتھ ملا کر سات ہزار تین سو سترہ ہونگے حالانکہ بالاتفاق تمام احادیث کے رو سے
عمر دنیا کل سات ہزار برس قرار پایا تھا تو گویا اب ہم دنیا کے باہر زندگی بسر کر رہے ہیں اور
گویا اب دنیا کو ختم ہوئے تین سو سترہ برس گذر گئے یہ کس قدر لغو اور بیہودہ خیال ہے جس کی طرف
ہمارے علماء نے کبھی توجہ نہیں کی ایک بچہ بھی سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ احادیث صحیحہ متواترہ کے رو سے عمر دُنیا
یعنے حضرت آدم سے لیکر اخیر تک سات ہزار برس قرار پائی تھی اور قرآن شریف میں بھی آیت
ان یومًا عند ربک کالف سنۃ مما تعدون میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا اور اہل
کتاب یہود اور نصاریٰ کا بھی یہی مذہب ہُوا اور خدا تعالےٰ کا سات دن مقرر کرنا اور اُن
کے متعلق سات ستارے مقرر کرنا اور سات آسمان اور سات زمین کے طبقے جن کو ہفت
اقلیم کہتے ہیں قرار دینا یہ سب اسی طرف اشارات ہیں۔ تو پھر وہ کونسا حساب ہے جس کے
رو سے آنحضرت صلعم کے زمانہ کو الف سادس یعنے ہزار ششم قرار دیا جائے ظاہر ہے

پیدائشوں کے ساتھ بھی شریک تھا۔ لیکن کمال خلقت کا دن چھٹا دن تھا۔ اور قرآن شریف بھی گو آہستہ آہستہ پہلے سے نازل ہو رہا تھا مگر اس کا کامل وجود بھی چھٹے دن

بقیہ حاشیہ

کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کو آجکی تاریخ تک تیرہ سو سترہ برس اور چھ مہینے اوپر گذر گئے تو پھر اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ چھٹا ہزار تھا تو یہ ہمارا زمانہ کہ جو تیرہ سو برس بعد آیا دنیا کی عمر کے اندر کیونکر رہ سکتا ہے ذرہ چھ ہزار اور تیرہ سو برس کی میزان تو کرو۔ غرض یہ اعتراض ہے جو اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں لکھا ہے کہ عمر دنیا کی سات ہزار برس ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آخر ہزار ششم میں مبعوث ہوئے اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم ہے تمام اکابر مفسرین اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنے مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہونگے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اور ہدایت پائینگے پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا تو اس صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا اور اس تقریر سے یہ بات بپایہ ثبوت پہنچ گئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔ غرض جبکہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہوئے تو جو بعض حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار ششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھے اس سے بعث دوم مراد ہے جو نص قطعی آیت کریمہ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جنکے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی انتظار کر رہے ہیں۔ مگر قرآن شریف ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث غیر ممکن ہے اور حاصل اس آیت کریمہ یعنے وآخرین منھم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنے محمد مصطفٰے

ہی بروز جمعہ اپنے کمال کو پہنچا اور آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور انسانی نطفہ بھی اپنے تغیرات کے چھٹے مرتبہ ہی خلقت بشری سے پورا حصہ پاتا ہے جسکی

بقیہ حاشیہ

صلے اللہ علیہ وسلم جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کرے گا جیسا کہ وہ ہزار پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونے کے اس جگہ یہی معنے ہیں کہ جب ہزار ششم آئے گا اور مہدی موعود اس کے آخر میں ظاہر ہوگا تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدایت ہوگی لیکن دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی نئے سرے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کرے گی کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ
۱۰ مبعوث ہو کر دنیا میں آگئے ہیں یہی معنے اس آیت کے ہیں کہ وآخرین منھم لما یلحقوا بھم پس یہ خبر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم کے متعلق ہے جس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا اسی حدیث سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بعث دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے اور بعض علماء کا اس جگہ یہ تاویل کرنا کہ عمر دنیا سے مراد گذشتہ عمر ہے یہ درست نہیں ہے کیونکہ یہ تمام حدیثیں بہ حیثیت پیشگوئی کرنے کے ہیں اور حدیث ہفت پایہ ممبر خواب میں دیکھنے کی بھی اسی کی موید ہے اور اس بارے میں جو عقیدہ مقبولۃ الاجماع یہود و نصاریٰ ہے وہ بھی اسی کی تائید کرتا ہے اور گزشتہ نبیوں کے سلسلہ پر نظر کرنے سے یہی تخمینہ قیاساً سمجھ میں آتا ہے۔ اور یہ کہنا کہ آیندہ کی تو خدا نے کسی کو خبر نہیں دی کہ کب قیامت آئے گی۔ یہ بیشک صحیح ہے مگر عمر دنیا کی سات ہزار برس قرار دینے سے اس امر کے بارے میں کہ کس گھڑی قیامت برپا ہوگی کوئی دلیل قطعی معلوم نہیں ہوتی کیونکہ سات ہزار کے لفظ سے یہ مستنبط نہیں ہوتا کہ ضرور سات ہزار برس پورا کر کے قیامت آجائے گی۔ وجہ یہ کہ اول تو یہ امر مشتبہ رہے گا کہ اس جگہ خدا تعالےٰ نے سات ہزار سے شمسی حساب کی مدت مراد لی ہے یا قمری حساب کی اور شمسی حساب سے اگر سات ہزار سال ہو تو قمری حساب سے قریباً دو سو برس اور اوپر چاہیئے اور ماسوا اس کے چونکہ عرب کی عادت میں یہ داخل ہے کہ وہ کسور کو حساب سے

طرف آیت ثم انشانا ہ خلقاً آخر میں اشارہ ہے اور مراتب ستہ یہ ہیں (۱) نطفہ (۲) علقہ (۳) مضغہ (۴) عظام (۵) لحم محیط العظام (۶) خلق آخر۔ اس قانون قدرت سے جو روز ششم اور مرتبہ ششم کی نسبت معلوم ہو چکا ہے ماننا پڑتا ہے کہ دنیا کی عمر کا ہزار ششم بھی یعنے اس کا آخری حصہ بھی جس میں ہم ہیں کسی آدم کے پیدا ہونے کا وقت اور کسی دینی تکمیل کے ظہور کا زمانہ ہے جیسا کہ براہین احمدیہ کا یہ الہام کہ اردت ان استخلف فخلقت آدم اور یہ الہام کہ لیظهره على الدين كله اسپر دلالت کر رہا ہے۔ اور یاد رہے کہ اگرچہ قرآن شریف کے ظاہر الفاظ میں عمر دنیا کی نسبت کچھ ذکر نہیں لیکن قرآن میں بہت سے ایسے اشارات بھرے پڑے ہیں جن سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عمر دنیا یعنے دور آدم کا زمانہ سات ہزار سال ہے چنانچہ منجملہ اُن اشارات قرآنی کے ایک یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے ایک کشف کے ذریعہ سے اطلاع دی ہے کہ سورۃ العصر کے اعداد سے بحساب ابجد معلوم ہوتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک عصر تک جو عہد نبوت ہے یعنے تئیس ۲۳ برس کا تمام و کمال زمانہ یہ کل مدت گذشتہ زمانہ کے ساتھ ملاکر ۴۷۳۹ برس ابتدائے دنیا سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے روز وفات تک قمری حساب سے ہیں* پس اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم الف خامس میں جو مریخ کی طرف منسوب ہے مبعوث ہوئے ہیں اور شمسی حساب سے یہ

بقیہ حاشیہ سا قطر رکھتے ہیں اور محل مطلب نہیں سمجھتے اس لئے ممکن ہے کہ سات ہزار سے اس قدر زیادہ بھی ہو جائے جو آٹھ ہزار تک نہ پہنچے مثلاً دو تین سو برس اور زیادہ ہو جائیں تو اس صورت میں باوجود بیان اس مدت کے وہ خاص ساعت تو مخفی کی مخفی ہی رہی اور یہ مدت بطور ایک علامت کے ہوئی جیسا کہ انسان کی موت کی گھڑی جو قیامت صغریٰ ہے مخفی ہے مگر یہ علامت ظاہر ہے کہ ایک سو بیس برس تک انسان کی زندگی ختم ہو جاتی ہے اور پیرانہ سالی بھی اسکی موت کی ایک علامت ہے ایسا ہی امراض مہلکہ بھی علامت موت ہیں اور نیز اس میں کیا شک ہے کہ قرآن شریف میں قرب قیامت کی بہت سی علامتیں بیان فرمائی گئی ہیں اور ایسا ہی احادیث میں

*اس حساب کے رو سے میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے سو جیسا کہ

مدت ۴۵۹۸ ہوتی ہے اور عیسائیوں کے حساب سے جس پر تمام مدار بائبل کا رکھا گیا ہے ۴۶۳۶ برس ہیں یعنے حضرت آدم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے اخیر زمانہ تک ۴۶۳۶ برس ہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ قرآنی حساب جو سورۃ العصر کے اعداد سے معلوم ہوتا ہے اور عیسائیوں کی بائبل کے حساب میں جسکے رو سے بائبل کے حاشیہ پر جابجا تاریخیں لکھتے ہیں صرف اٹھتیس ۳۸ برس کا فرق ہے اور یہ قرآن شریف کے علمی معجزات میں سے ایک عظیم الشان معجزہ ہے جس پر تمام افراد امت محمدیہ میں سے خاص مجھ کو جو میں مہدی آخر الزمان ہوں اطلاع دی گئی ہے تا قرآن کا یہ علمی معجزہ اور نیز اس سے اپنے دعوے کا ثبوت لوگوں پر ظاہر کروں۔ اور ان دونوں حسابوں کی رو سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جسکی خدا تعالیٰ نے سورۃ العصر میں قسم کھائی الف خامس ہے یعنے ہزار پنجم جو مریخ کے اثر کے ماتحت ہے اور یہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن مفسدین کے قتل اور خونریزی کیلئے حکم فرمایا گیا جنھوں نے مسلمانوں کو قتل کرنا چاہا اور ان کے استیصال کے درپے ہوئے اور یہی خدا تعالیٰ کے حکم اور اذن سے مریخ کا اثر ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

بقیہ حاشیہ میں بھی۔ پس منجملہ ان کے سات ہزار سال بھی ایک علامت ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ قیامت بھی کئی قسم پر منقسم ہے اور ممکن ہے کہ سات ہزار سال کے بعد کوئی قیامت صغریٰ ہو جس سے دنیا کی ایک بڑی تبدیلی مراد ہو نہ قیامت کبریٰ۔ منہ

بقیہ حاشیہ در حاشیہ آدم علیہم السلام اخیر حصہ میں پیدا ہوا۔ ایسا ہی میری پیدائش ہوئی خدا نے منکروں کے عذروں کو توڑنے کے لئے یہ خوب بندوبست کیا ہے کہ مسیح موعود کے لئے چار ضروری علامتیں رکھ دی ہیں (۱) ایک یہ کہ اسکی پیدائش حضرت آدم کی پیدائش کے رنگ میں آخر ہزار ششم میں ہو (۲) دوسری یہ کہ اس کا ظہور و بروز صدی کے سر پر ہو (۳) تیسری یہ کہ اسکے دعویٰ کے وقت آسمان پر رمضان کے مہینہ میں خسوف کسوف ہو (۴) چوتھی یہ کہ اسکے دعوے کے وقت میں بجائے اونٹوں کے ایک اور سواری دنیا میں پیدا ہو جائے۔ اب ظاہر ہے کہ چاروں علامتیں ظہور میں آچکی ہیں چنانچہ مدت ہوئی کہ ہزار ششم گذر گیا اور اب قریباً پچاسواں سال اسپر زیادہ جا رہا ہے اور اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے اور صدی کے سر پر سے بھی سترہ برس گذر گئے اور خسوف کسوف پر بھی کئی سال گذر چکے اور اونٹوں کی جگہ ریل کی سواری بھی نکل آئی۔ پس اب قیامت تک کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا کہ میں مسیح موعود ہوں کیونکہ اب مسیح موعود کی پیدائش اور اس کے ظہور کا وقت گذر گیا۔ منہ

کے بعث اوّل کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمدؐ کا مظہر تجلّی تھا یعنے یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا مگر بعث دوم جسکی طرف آیت کریمہ وآخرین منہم لمّا یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلّی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے* جیسا کہ آیت ومبشرًا برسولٍ یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنے ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اسوقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلّی ظاہر فرمائے گا یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنے یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شریک ہوں۔ اور اسپر نادان مولویوں نے جیسا کہ اُنکی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیشگوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اسبات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دو بعث ہیں (۱) ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ

* یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعث دوم میں تجلّی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلّی ہے کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم کا تعلق ستارہ مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب ششم منجملہ خُنّس کنّس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ ماموریں کو خونریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور مواد استدلال کو بڑھاتا ہے اس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں بھی اسم محمدؐ کی تجلّی ہے جو جلالی تجلّی ہے اور جمالی تجلّی کے ساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلّی بھی روحانی طور پر ہو کر جمالی رنگ کے مشابہ ہوگئی ہے کیونکہ اسوقت جلالی تجلّی کی تاثیر قہر سیفی نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے وجہ یہ کہ اس وقت کے مبعوث پر پرتوہ ستارہ مشتری ہے نہ پرتوہ مریخ۔ اسی وجہ سے بار بار اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلّی کو چاہتا ہے۔ منہ

توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشدّاء علی الکفار رحماء بینھم (۲) دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے ومبشرًا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو باعتبار اپنی ذات اور اپنے تمام سلسلہ خلفاء کے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ظاہر اور کھلی کھلی مماثلت ہے اس لئے خدا تعالےٰ نے بلا واسطہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ کے رنگ پر مبعوث فرمایا لیکن چونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عیسٰی سے ایک مخفی اور باریک مماثلت تھی اس لئے خدا تعالےٰ نے ایک بروز کے آئینہ میں اُس پوشیدہ مماثلت کا کامل طور پر رنگ دکھلا دیا۔ پس درحقیقت مہدی اور مسیح ہونے کے دونوں جوہر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں موجود تھے۔ خدا تعالےٰ سے کامل ہدایت پانے کی وجہ سے جس میں کسی اُستاد کا انسانوں میں سے احسان نہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کامل مہدی تھے اور آپ سے دوسرے درجہ پر موسیٰ مہدی تھا جس نے خدا سے علم پاکر بنی اسرائیل کے لئے شریعت کی بُنیاد ڈالی اور نیز آنحضرتؐ اس وجہ سے بھی مہدی تھے کہ اللہ تعالےٰ نے تمام کامیابیوں کی راہیں آپ پر کھولدیں اور جو لوگ مخالفوں میں سے سنگ راہ تھے ان کا استیصال کیا اور ان معنوں کے رو سے بھی آپ سے دوسرے درجہ پر حضرت موسیٰ بھی مہدی تھے کیونکہ خدا نے موسیٰ کے ہاتھ پر بنی اسرائیل کی راہ کھولدی اور فرعون وغیرہ دشمنوں سے اُنکو نجات دیکر منزل مقصود تک پہنچایا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ کے مہدی ہونے میں دونوں معنوں کے رو سے مماثلت تھی یعنے اُن دونوں پاک نبیوں کے لئے کامیابی کی راہ بھی دشمنوں کے استیصال سے کھولی گئی اور خدا تعالیٰ کی طرف سے شریعت کی تمام راہیں سمجھائی گئیں اور قرون اولیٰ کو کالعدم کرکے دونوں شریعتوں کی نئی بنیاد ڈالی گئی اور نئے سرے تمام عمارت بنائی گئی لیکن کامل اور حقیقی مہدی دنیا میں صرف ایک ہی آیا ہے جس نے بغیر اپنے رب کے کسی اُستاد سے ایک حرف نہیں پڑھا مگر بہرحال چونکہ قرون اولیٰ کے ہلاک کے بعد جن کا

مفصل علم نہیں نہیں دیا گیا شریعت کی بنیاد ڈالنے والا اور خدا سے علم پاکر ہدایت یافتہ موسیٰ تھا جس نے حتّٰی الوسع غیر معبودوں کا نقش مٹایا اور دین پر حملہ کرنیوالوں کو ہلاک کیا اور اپنی قوم کو امن بخشا اس لئے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم گو موسیٰ کی نسبت ہر ایک پہلو سے مہدی کامل ہے لیکن وہ موسیٰ کی زمانی سبقت کی وجہ سے موسیٰ کا مثیل کہلاتا ہے کیونکہ جس طرح حضرت موسیٰ نے مخالفین کو ہلاک کر کے اور خدا سے ہدایت پاکر ایک بھاری شریعت کی بُنیاد ڈالی اور خدا نے موسیٰ کی راہ کو ایسا صاف کیا کہ کوئی اس کے مقابل ٹھہر نہ سکا اور نیز ایک لمبا سلسلہ خلفاء کا اسکو عطا کیا یہی رنگ اور یہی صورت اور اسی سلسلہ کے مشابہ سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا۔ پس موسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک مماثلت عظمیٰ ہے اور اس مماثلت میں عجیب تر یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ کو بھی اس وقت نئی شریعت ملی جبکہ پہلی شریعت یہود کی بباعث طرح طرح کی ملونی کے جو ان کے عقائد میں داخل ہو گئی اور نیز بباعث تحریف تبدیل کے بکُلّی تباہ ہو چکی تھی اور توحید اور خدا پرستی کی جگہ شرک اور دُنیا پرستی نے لے لی تھی۔ غرض آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی حضرت موسیٰ سے کھلی کھلی مماثلت ہے اور دونوں نبی یعنے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ دونوں معنوں کے رو سے مہدی ہیں یعنی اس رو سے بھی مہدی کہ خدا سے ان کو نئی شریعت ملی اور نئی ہدایت عطا کی گئی اُس وقت میں جبکہ پہلی ہدایتیں اپنی اصلیت پر باقی نہیں رہی تھیں۔ اور اس رو سے بھی مہدی ہیں کہ خدا نے دشمنوں کا قلع قمع کر کے کامیابی کی راہوں کی ان کو ہدایت کی اور فتح اور اقبال کی راہیں ان پر کھول دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عیسیٰ سے بھی دو مشابہتیں رکھتے ہیں (۱) ایک یہ کہ وہ مسیح کی طرح مکہ میں مخالفوں کے حملوں سے بچائے گئے اور مخالف قتل کے ارادہ میں ناکام رہے (۲) دوسرے یہ کہ آپ کی زندگی زاہدانہ تھی اور آپ بکُلّی خدا کی طرف منقطع تھے اور آپکی تمام خوشی اور قرۃ عین صلوٰۃ اور عبادت میں تھی اور ان دونوں صفات کی وجہ سے آپ کا نام احمدؐ تھا یعنے خدا کا سچا پرستار اور اسکے فضل اور رحم کا شکر گذار اور

یہ نام اپنی حقیقت کے رو سے یسوع کے نام کا مترادف ہے اور اسکے یہی معنے ہیں کہ دشمنوں کے حملہ سے اور نیز نفس کے حملہ سے نجات دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی حضرت عیسیٰ سے مشابہت رکھتی ہے اور مدنی زندگی حضرت موسیٰ سے مشابہ ہے اور چونکہ تکمیل ہدایت کے لئے آپ نے دو بروزوں میں ظہور فرمایا تھا ایک بروز موسوی اور دوسرے بروز عیسوی۔ اور اسی غرض کے لئے ان دونوں ہدایتوں توریت اور انجیل کا قرآن شریف جامع نازل ہوا اور ہر ایک ہدایت کی پابندی اس کے موقع اور محل پر واجب ٹھہرائی گئی اور اس طرح پر ہدایت الٰہی اپنے کمال تام کو پہنچی اس لئے تکمیل ہدایت کے بعد جو بلا واسطہ کسی بروز کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نفس نفیس سے ظہور میں آئی تکمیل اشاعت ہدایت کی ضرورت تھی اور وہ ایک ایسے زمانہ پر موقوف تھی جس میں تمام وسائل اشاعت احسن اور اکمل طور پر میسر ہوں۔ لہٰذا تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دو بروزوں کی حاجت پڑی (۱) ایک بروز محمدی موسوی (۲) دوسرا بروز احمدی عیسوی۔ بروز محمدی موسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت محمدیہ کا نام مہدی رکھا گیا اور اہلاک ملل باطلہ کے لئے بجائے سیف کے قلم سے کام لیا گیا۔ کیونکہ جب انسانوں نے اپنے طریق کو بدلا۔ اور تلوار کے ساتھ حق کا مقابلہ نہ کیا تو خدا نے بھی اپنا طریق بدلا۔ اور تلوار کا کام قلم سے لیا کیونکہ خدا اپنے مکافات میں انسان کے قدم بقدم چلتا ہے ان اللّٰہ لا یغیر ما بقوم حتّٰی یغیروا ما بانفسھم۔ اور بروز احمدی عیسوی کے لحاظ سے مظہر حقیقت احمدیہ کا نام مسیح اور عیسیٰ رکھا گیا اور جیسا کہ مسیح نے اس صلیب پر فتح پائی تھی جس کو یہودیوں نے اس کے قتل کے لئے کھڑا کیا تھا اس مسیح کا یہ کام ہے کہ اس صلیب پر فتح پاوے کہ جو اس کے بنی نوع کے ہلاک کرنے کے لئے عیسائیوں نے کھڑی کی ہے اور نیز ایک یہ بھی کام ہے کہ یہود سیرت لوگوں کے حملوں سے بچکر انکی اصلاح بھی کرے اور آخر دشمنوں کے تمام افتراؤں سے پاک ہوکر نیکنامی کے ساتھ خدا کی طرف اُٹھایا جائے جیسا کہ براہین میں میری نسبت یہ الہام ہے یاعیسیٰ

انی متوفیك ورافعك الیّ ومطهرك من الذین کفروا وجاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة۔ اور بعث محمدی جو تکمیل اشاعت کے لئے تھا جو بروز موسوی اور عیسوی کے پیرایہ میں تھا اس کے لئے بھی خدا کی حکمت نے یہی چاہا کہ چھٹے دن میں ظہور میں آوے جیسا کہ تکمیل ہدایت چھٹے دن میں ہوئی تھی سو اس کام کے لئے ہزار ششم لیا گیا جو خدا کا چھٹا دن ہے۔ اس میں حکمت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں جیسا کہ آدم علیہ السلام خاتم المخلوقات ہیں۔ پس خدا تعالےٰ نے چاہا کہ جیسا کہ اس نے حضور نبوی کی مشابہت حضرت آدم سے مکمل کرنے کے لئے تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن مقرر کیا یعنے روز جمعہ اور اسی دن یہ آیت نازل ہوئی کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے الف سادس یعنے چھٹا ہزار مقرر فرمایا جو حسب تصریح آیات قرآنی بمنزلہ روز ششم ہے

اب میں دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ تکمیل ہدایت کے دن میں تو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں موجود تھے اور وہ روز یعنے جمعہ کا دن جو دنوں میں سے چھٹا دن تھا مسلمانوں کے لئے بڑی خوشی کا دن تھا۔ جب آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی نازل ہوئی اور قرآن جو تمام آسمانی کتابوں کا آدم اور جمیع معارف صحف سابقہ کا جامع تھا اور مظہر جمیع صفات الٰہیہ تھا اس نے آدم کی طرح چھٹے دن یعنے جمعہ کے دن اپنے وجود باجود کو اتم اور اکمل طور پر ظاہر فرمایا۔ یہ تکمیل ہدایت کا دن تھا مگر تکمیل اشاعت کا دن اس دن کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ ابھی وہ وسائل پیدا نہیں ہوئے تھے جو تمام دنیا کے تعلقات کو باہم ملا دیتے اور برّی اور بحری سفروں کو مسافروں کے لئے سہل کر دیتے اور دینی کتابوں کی ایک کثیر مقدار قلمبند کرنیکے لئے جو تمام دنیا کے حصہ میں آسکے آلات زود نویسی کے مہیا کر دیتے اور نہ مختلف زبانوں کا علم نوع انسان کو حاصل ہوا تھا۔ اور نہ تمام مذاہب ایک دوسرے کے مقابل پر آشکارا طور پر ایک جگہ موجود تھے اس لئے وہ حقیقی اشاعت جو

اتمام حجت کے ساتھ ہر ایک قوم پر ہو سکتی ہے اور ہر ایک ملک تک پہنچ سکتی ہے نہ اس کا وجود تھا اور نہ معمولی اشاعت کے وسائل موجود تھے۔ لہذا تکمیل اشاعت کے لئے ایک اور زمانہ علم الٰہی نے مقرر فرمایا جس میں کامل تبلیغ کے لئے کامل وسائل موجود تھے اور ضرور تھا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ سے ہوئی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ہو کیونکہ یہ دونوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے منصبی کام تھے لیکن سنت اللہ کے لحاظ سے اس قدر خلود آپ کے لئے غیر ممکن تھا کہ آپ اُس آخری زمانہ کو پاتے اور نیز ایسا خلود شرک کے پھیلنے کا ایک ذریعہ تھا اس لئے خدا تعالےٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خدمت منصبی کو ایک ایسے اُمّتی کے ہاتھ سے پورا کیا کہ جو اپنی خو اور روحانیت کے رو سے گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کا ایک ٹکڑا تھا یا یوں کہو کہ وہی تھا اور آسمان پر ظلّی طور پر آپ کے نام کا شریک تھا اور ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ تکمیل ہدایت کا دن چھٹا دن تھا یعنے جمعہ۔ اس لئے رعایت تناسب کے لحاظ سے تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا دن ہی مقرر کیا گیا یعنے آخر الف ششم جو خدا کے نزدیک دنیا کا چھٹا دن ہے جیسا کہ اس وعدہ کی طرف آیت لیظهره علی الدین کلّه اشارہ فرما رہی ہے اور اس چھٹے دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خو اور رنگ پر ایک شخص جو مظہر تجلیات احمدیہ اور محمدیہ تھا مبعوث فرمایا گیا تا تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جائے غرض خدا تعالےٰ کی حکمت کاملہ نے اس بات کا التزام فرمایا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی چھٹے دن ہوئی تھی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت قرآنی کے لئے الف ششم مقرر کیا گیا جو بموجب نص قرآنی چھٹے دن کے حکم میں ہے اور جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن جمعہ تھا ایسا ہی ہزار ششم میں بھی خدا تعالےٰ کی طرف سے جمعہ کا مفہوم مخفی ہے یعنے جیسا کہ جمعہ کا دوسرا حصہ تمام مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کرتا ہے اور متفرق ائمہ کو معطل کر کے ایک ہی امام کا تابع کر دیتا ہے اور تفرقہ کو درمیان سے

اُٹھا کر اجتماعی صورت مسلمانوں میں پیدا کر دیتا ہے یہی خاصیّت الف ششم کے آخری حصہ میں ہے یعنے وہ بھی اجتماع کو چاہتا ہے اسی لئے لکھا ہے کہ اُسوقت اسم ہادی کا پرتو ایسے زور میں ہوگا کہ بہت دُور افتادہ دلوں کو بھی خدا کی طرف کھینچ لائیگا اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے کہ ونفخ فی الصور فجمعنٰھم جمعًا۔ پس یہ جمع کا لفظ اسی رُوحانی جمعہ کی طرف اشارہ ہے۔ غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دو بعث مقدر تھے (۱) ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے (۲) دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے اور یہ دونوں قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی تا خاتم الانبیا کی مشابہت خاتم المخلوقات سے اتم اور اکمل طور پر ہو جائے۔ اور تا دائرہ خلقت اپنے استدارت کاملہ کو پہنچ جائے۔ سو ایک تو وہ روز ششم تھا جس میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور دوسرے وہ روز ششم ہے جسکی نسبت آیت لیظہرہٗ علی الدین کلہ میں وعدہ تھا یعنے آخری حصہ ہزار ششم۔ اور اسلام میں جو روز ششم کو عید کا دن مقرر کیا گیا یعنے جمعہ کو یہ بھی درحقیقت اسی کیطرف اشارہ ہے کہ روز ششم تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کا دن ہے۔ اس وقت کے تمام مخالف مولویوں کو ضرور یہ بات ماننی پڑیگی کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم انبیاء تھے اور آپ کی شریعت تمام دنیا کے لئے عام تھی اور آپ کی نسبت فرمایا گیا تھا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیّین اور نیز آپ کو یہ خطاب عطا ہوا تھا قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ سو اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک تھیں قرآن شریف میں جمع کی گئیں لیکن مضمون آیت قل یا ایھا الناس انّی رسول اللہ الیکم جمیعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عملی طور پر پورا نہیں ہو سکا کیونکہ کامل اشاعت اسپر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنے ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن

ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اسوقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دُور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے بلکہ اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دیئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ ہجری تک بھی اشاعت کے وسائل کاملہ گویا کالعدم تھے اور اس زمانہ تک امریکہ کل اور یورپ کا اکثر حصہ قرآنی تبلیغ اور اس کے دلائل سے بے نصیب رہا ہوا تھا بلکہ دُور دُور ملکوں کے گوشوں میں تو ایسی بے خبری تھی کہ گویا وہ لوگ اسلام کے نام سے بھی ناواقف تھے۔ غرض آیت موصوفہ بالا میں جو فرمایا گیا تھا کہ اے زمین کے باشندو! میں تم سب کی طرف رسول ہوں عملی طور پر اس آیت کے مطابق تمام دنیا کو ان دنوں سے پہلے ہرگز تبلیغ نہیں ہو سکی اور نہ اتمام حجّت ہوا کیونکہ وسائل اشاعت موجود نہیں تھے اور نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی اور نیز یہ دلائل حقانیت اسلام کی واقفیت اس پر موقوف تھی کہ اسلامی ہدایتیں غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں اور یا وہ لوگ خود اسلام کی زبان سے واقفیت پیدا کر لیں اور یہ دونوں امر اُس وقت تک غیر ممکن تھے لیکن قرآن شریف کا یہ فرمانا کہ ومن بلغ یہ امید دلاتا تھا کہ ابھی اور بہت سے لوگ ہیں جو ابھی تبلیغ قرآنی اُن تک نہیں پہنچی ایسا ہی آیت وآخرین منھم لمّا یلحقوا بھم اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو منھم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اُس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزون ہے مبعوث ہوگا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہوگا اور اس کے دوست مخلص صحابہ کے رنگ میں ہونگے غرض اس میں کسی کو متقدمین اور متاخرین میں سے کلام نہیں کہ اسلامی اقبال کے زمانہ کے دو حصے کئے گئے (۱) ایک تکمیل ہدایت کا زمانہ جسکی طرف یہ آیت اشارہ فرماتی ہے کہ یتلوا صحفًا مطھرۃ فیھا کتب قیّمہ (۲) دوسرے تکمیل اشاعت کا زمانہ جسکی طرف آیت لیظھرہ

نوٹ۔ اس تقسیم کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو منصب

علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ یہ فرض تھا کہ بوجہ ختم نبوت تکمیل ہدایت کریں ایسا ہی بوجہ عموم شریعت یہ بھی فرض تھا کہ تمام دنیا میں تکمیل اشاعت بھی کریں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگرچہ تکمیل ہدایت ہوگئی جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم اور نیز آیت یتلو صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ اس پر گواہ ہے لیکن اس وقت تکمیل اشاعت ہدایت غیر ممکن تھی اور غیر زبانوں تک دین کو پہنچانے کے لئے اور پھر اس کے دلائل سمجھانے کے لئے اور پھر ان لوگوں کی ملاقات کے لئے کوئی احسن انتظام نہ تھا اور تمام دیار و بلاد کے تعلقات ایسے ایک دوسرے سے الگ تھے کہ گویا ہر ایک قوم یہی سمجھتی تھی کہ ان کے ملک کے بغیر اور کوئی ملک نہیں جیسا کہ ہندو بھی خیال کرتے تھے کہ کوہ ہمالہ کے پار اور کوئی آبادی نہیں اور نیز سفر کے ذریعے بھی سہل اور آسان نہیں تھے اور جہاز کا چلنا بھی صرف بادِ شرطہ پر موقوف تھا اس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور بری اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے سو اس وقت حسب منطوق آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایہا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور

حاشیہ: قائم کرتا ہے (۱) ایک کامل کتاب کو پیش کرنیوالا جیسا کہ فرمایا کہ یتلوا صحفا مطہرۃ فیہا کتب قیمۃ (۲) دوسری تمام دنیا میں اس کتاب کی اشاعت کرنیوالا جیسا کہ فرماتا ہے۔ لیظہرہٗ علی الدین کلہ اور تکمیل ہدایت کے لئے خدا نے چھٹا دن اختیار فرمایا۔ اس لئے یہ پہلی سنت اللہ ہمیں سمجھاتی ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا ہی ہے اور وہ ہزار ششم ہے اور علمائے کرام اور تمام اکابر ملت اسلام قبول کر چکے ہیں کہ تکمیل اشاعت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہوگی۔ اور اب ثابت ہوا کہ تکمیل اشاعت ہزار ششم میں ہوگی اسلئے نتیجہ یہ نکلا کہ مسیح موعود ہزار ششم میں مبعوث ہوگا۔ منہ

خاصکر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لائیے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتے ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں* مگر میں ملک ہند میں آؤں گا کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے اور نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اسکو آنا چاہئیے تا آخر اور اوّل کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے۔ اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حسب آیت و آخرین منہم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اسکے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمدؐ اور محمدؐ اسکو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہٖ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور تھا لیکن یہ امر کہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہئیے تھا؟ اس کا یہ جواب ہے کہ چونکہ خدا تعالےٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے اور وضع شئے فی محلہٖ

* چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا فرض منصبی جو تکمیل اشاعت ہدایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تھا اس لئے قرآن شریف کی آیت و آخرین منہم لما یلحقوا بہم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ثانی کا وعدہ دیا گیا ہے اس وعدہ کی ضرورت اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ تا دوسرا فرض منصبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یعنی تکمیل اشاعت ہدایت دین جو آپکے ہاتھ سے پورا ہونا چاہئیے تھا اُسوقت بباعث عدم وسائل پورا نہیں ہوا سو اس فرض کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آمد ثانی سے جو بروزی رنگ میں تھی ایسے زمانہ میں پورا کیا جبکہ زمین کی تمام قوموں تک اسلام پہنچانے کیلئے وسائل پیدا ہو گئے تھے۔ منہ

اُسکی عادت ہے جیسا کہ اسم حکیم کے مفہوم کا مقتضا ہونا چاہیئے اور نیز وہ بوجہ واحد ہونیکے وحدت کو پسند کرتا ہے اس لئے اس نے یہی چاہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآن خلقت آدم کیطرح چھٹے دن کی گئی یعنے بروز جمعہ۔ ایسا ہی تکمیل اشاعت کا زمانہ بھی وہی ہو جو چھٹے دن سے مشابہ ہو لہذا اُس نے اس بعث دوم کے لئے ہزار ششم کو پسند فرمایا اور وسائل اشاعت بھی اسی ہزار ششم میں وسیع کئے گئے اور ہر ایک اشاعت کی راہ کھولی گئی۔ ہر ایک ملک کیطرف سفر آسان کئے گئے جابجا مطبع جاری ہوگئے ڈاک خانجات کا احسن انتظام ہوگیا اکثر لوگ ایک دوسرے کی زبان سے بھی واقف ہوگئے اور یہ امور ہزار پنجم میں ہرگز نہ تھے بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گزشتہ عمر کے دن ہیں ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہُوا تھا اور جو کچھ ان میں سے موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ و نادر کے حکم میں تھا *

یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھُلے کھُلے دلالت کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جس وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں انصاف سے دیکھو کہ میرے دعوے کے وقت کس قدر میری سچائی پر گواہ جمع ہیں* (۱) زمین پر وہ مفاسد موجود ہیں جنھوں نے اسلام اور مسلمانوں کی قریبًا بیخ کنی کردی ہے اسلام کی اندرونی حالت ایسی نازک ہو رہی ہے کہ دین مطہر ہزار بدعات کے نیچے دب گیا ہے۔ بارہ ۱۲سو برس میں تو صرف تہتر فرقے اسلام کے

* منجملہ گواہوں کے ایک یہ بھی زبردست گواہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے ثبوت ہر ایک پہلو سے اس زمانہ میں پیدا ہوگئے ہیں یہاں تک کہ یہ ثبوت بھی نہایت قوی اور روشن دلائل سے مل گیا کہ آپکی قبر سرینگر علاقہ کشمیر خان یار کے محلہ میں ہے یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات حیات ہے اگر حضرت عیسیٰ درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کے رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔ اب قرآن درمیان میں ہے اس کو سوچو۔ منہ

ہوگئے تھے لیکن تیرھویں صدی نے اسلام میں وہ بدعات اور نئے فرقے پیدا کئے جو بارہ ۱۲سو برس میں پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اور اسلام پر بیرونی حملے اس قدر زور شور سے ہو رہے ہیں کہ وہ لوگ جو صرف حالات موجودہ سے نتیجہ نکالتے ہیں اور آسمانی ارادوں سے ناواقف ہیں انھوں نے رائیں ظاہر کردیں کہ اب اسلام کا خاتمہ ہے۔ ایسا عالی شان دین جس میں ایک شخص کے مرتد ہونے سے بھی شور قیامت قوم میں برپا ہوتا تھا اب لاکھوں انسان دین سے باہر ہوتے جاتے ہیں اور صدی کا سر جسکی نسبت یہ بشارت تھی کہ اس میں مفاسد موجودہ کی اصلاح کے لئے کوئی شخص امت میں سے مبعوث ہوتا رہے گا اب مفاسد تو موجود ہیں بلکہ نہایت ترقی پر۔ مگر بقول ہمارے مخالفوں کے ایسا شخص کوئی مبعوث نہیں ہُوا جو اُن مفاسد کی اصلاح کرتا جو ایمان کو کھاتے جاتے ہیں اور صدی میں سے قریبًا پانچواں حصہ گذر بھی گیا گویا ایسی ضرورت کے وقت میں یہ پیشگوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خطا گئی حالانکہ یہی وہ صدی تھی جس کے سر پر ایسا شخص مبعوث ہونا چاہیئے تھا جو عیسائی حملوں کی مدافعت کرتا۔ اور صلیب پر فتح پاتا یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہو کہ مسیح موعود ہو کر آتا اور کسر صلیب کرتا سو خدا نے اس صدی پر یہ طوفان ضلالت دیکھ کر اور اسقدر روحانی موتوں کا مشاہدہ کرکے کیا انتظام کیا۔ کیا کوئی شخص اس صدی کے سر پر صلیبی مقاصد کے توڑنے کے لئے پیدا ہُوا؟ اس میں کیا شک ہے کہ مرکز ضلالت ہندوستان* تھا کیونکہ اس ملک میں صدہا مذاہب فاسدہ اور ہزارہا بدعات ہیں کہ جن کی نظیر کسی ملک میں نہیں پیدا ہوگئے اور آزادی نے جیسا کہ بدی کے لئے راہ کھولی ایسا ہی

* اگر کوئی اپنے گھر کی چار دیوار سے چند روز کے لئے باہر جاکر مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ اور بلاد شام وغیرہ ممالک اسلامیہ کا سیر کرے تو وہ اس بات کی گواہی دے گا کہ جسقدر مختلف مذاہب کا مجموعہ آجکل ہمارا یہ ملک ہو رہا ہے اور جسقدر ہر یک مذہب کے لوگ دن رات ایک دوسرے پر حملے کر رہے ہیں اسکی نظیر کسی ملک میں موجود نہیں۔ منہ

نیکی کے لئے بھی لیکن چونکہ بدی کے مواد بہت جمع ہو رہے تھے اس لئے پہلے پہل بدی کو ہی اس آزادی نے قوت دی اور زمین میں اس قدر خار و خسک پیدا ہوا کہ قدم رکھنے کی جگہ نہ رہی۔ ہر ایک عقل جو صاف اور پاک اور رُوح القدس سے مؤید فتنہ ہے وہ سمجھ سکتی ہے کہ یہی زمانہ مسیح کے پیدا ہونے کا تھا اور یہی صدی اس لائق تھی کہ اس میں وہ عیسیٰ ابن مریم مبعوث ہوتا جو زمانۂ حال کی صلیب پر فتح پاتا جو عیسائیوں کے ہاتھ میں ہے جیسا کہ گزشتہ عیسیٰ ابن مریم نے اس صلیب پر فتح پائی تھی جو یہودیوں کے ہاتھ میں تھا۔ احادیث نبویہ میں اسی فتح کو کسرِ صلیب کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ فتنۂ صلیبیہ جس مرتبہ تک پہنچ چکا ہے وہ ایک ایسا مرتبہ ہے کہ غیرت الٰہی نہیں چاہتی کہ اس سے بڑھ کر اس کی ترقی ہو اس پر یہ دلیل کافی ہے کہ جس کمال سیلاب تک اس وقت یہ فتنہ موجود ہے اور جن انواع اقسام کے پہلوؤں سے اس فتنہ نے دین اسلام پر حملہ کیا ہے اور جس دلیری اور بیباکی کے ہاتھ سے عزّت جناب نبوی پر اس فتنہ نے ہاتھ ڈالا ہے اور جن کامل تدبیروں سے اطفاءِ نور اسلام کے لئے اس فتنہ نے کام لیا ہے اس کی نظیر زمانہ کی کسی تاریخ میں موجود نہیں۔ اور جن فتنوں کے وقت میں بنی اسرائیل میں نبی اور رسول آیا کرتے تھے یا اس امت میں مجدّد ظاہر ہوتے تھے وہ تمام فتنے اس فتنہ کے آگے کچھ بھی چیز نہیں۔ اور یہ امر اُن امور محسوسہ بدیہیہ میں سے ہے جن کا انکار نہیں ہو سکتا اسلام کی تکذیب اور ردّ میں اس تیرھویں صدی میں ۲ بیس کروڑ کے قریب کتاب اور رسالے تالیف ہو چکے ہیں اور ہر ایک گھر میں نصرانیت داخل ہو گئی ہے تو کیا اس سو سال کے حملہ کے بعد خدا کے ایک حملہ کا وقت اب تک نہیں آیا۔* اور اگر

* اس حملہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ اسلام تلوار اور بندوق سے حملہ کرے بلکہ سچی ہمدردی سب سے زیادہ تیز ہتھیار ہے عیسائیت کو دلائل سے پست کرو مگر نیک نیتی اور نوع انسان کی محبت سے اور اس وقت خدا کی غیرت کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ خونریزیوں اور لڑائیوں کی بنیاد ڈالے بلکہ خدا اسوقت فقط یہ چاہتا ہے کہ انسان کی نسل پر رحم کر کے اپنے کھلے کھلے نشانوں کے ساتھ اور اپنے قوی دلائل اور اپنی قدرت نمائی کے زور بازو سے شرک اور مخلوق پرستی سے ان کو نجات دے۔ منہ

آگیا۔ تو اب تم آپ ہی بتلاؤ کہ صلیب پر فتح پانے کے لئے یا حسب اصطلاح قدیم صلیب کی کسر کے لئے جو اس صدی پر مجدّد آنا۔ اس کا نام کیا چاہیئے تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کاسر الصلیب کا کیا نام رکھا ہے کیا کاسر الصلیب کا نام مسیح موعود اور عیسیٰ بن مریم نہیں ہے۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ اس صدی کے سر پر بجز مسیح موعود کے کوئی اور مجدّد آسکتا؟ *

خاتمۂ کتاب

اس خاتمہ میں ہم ناظرین کے توجہ دلانے کے لئے یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ قرآن شریف اور خدا تعالےٰ کی پہلی کتابوں کے رو سے نہایت صفائی سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب تین قسم کی مخلوق دنیا میں ظاہر ہو جائے تو سمجھو کہ مسیح موعود آگیا یا دروازے پر ہے۔

(۱) مسیح الدجّال جس کا ترجمہ ہے کہ خلیفۂ ابلیس۔ کیونکہ دجّال ابلیس کے ناموں میں سے ایک نام ہے جو اس کا اسم اعظم ہے جس کے معنے ہیں کہ حق کو چھپانے والا اور جھوٹ کو رونق اور چمک دینے والا اور ہلاکت کی راہوں کو کھولنے والا۔ اور زندگی کی راہوں پر پردہ ڈالنے والا۔ اور یہی مقصود اعظم شیطان ہے اس لئے یہ اسم اس کا اسم اعظم ہے اور اس کے مقابل پر ہے مسیح اللہ الحیّ القیّوم جس کا ترجمہ ہے خدائے حیّ و قیّوم کا خلیفہ۔ اللہ حیّ قیّوم بالاتفاق خدا کا اسم اعظم ہے جس کے معنے ہیں روحانی

* ہر ایک صدی کے سر پر مجدّد تو آتا ہے اور اس میں ایک حدیث موجود ہے مگر مسیح موعود کے آنے کے لئے قرآن شریف بلند آواز سے وعدہ فرما رہا ہے سورۃ فاتحہ کی یہ دُعا کہ خدا سے دُعا کرو کہ خدا تمہیں اُسوقت کے فتنہ سے بچاوے جبکہ خدا کے مسیح موعود کی تکفیر اور تکذیب ہوگی اور زمین پر عیسائیت کا غلبہ ہوگا صاف لفظوں میں اس موعود کی خبر دیتی ہے ایسا ہی آیت انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون صاف بتلا رہی کہ جب ایک قوم پیدا ہوگی کہ اس ذکر کو دنیا سے مٹانا چاہے گی تو اسوقت خدا آسمان سے اپنے کسی فرستادہ کے ذریعہ سے اُسکی حفاظت کرے گا۔ منہ

اور جسمانی طور پر زندہ کرنے والا۔ اور ہر دو قسم کی زندگی کا دائمی سہارا اور قائم بالذات اور سب کو اپنی ذاتی کشش سے قائم رکھنے والا۔ اور اللہ جس کا ترجمہ ہے وہ معبود یعنے وہ ذات جو غیر مدرک اور فوق العقول اور وراء الوراء اور دقیق در دقیق ہے جس کی طرف ہر ایک چیز عابدانہ رنگ میں یعنے عشقی فنا کی حالت میں جو نظری فنا ہے یا حقیقی فنا کی حالت میں جو موت ہے رجوع کر رہی ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ تمام نظام اپنے خواص کو نہیں چھوڑتا گویا ایک حکم کا پابند ہے۔ اس تفصیل سے ظاہر ہے کہ جو خدا تعالےٰ کا اسم اعظم ہے یعنے اللہ الحی القیوم۔ اس کے مقابل پر شیطان کا اسم اعظم الدجال ہے اور خدا تعالےٰ نے چاہا کہ آخری زمانہ میں اسکے اسم اعظم اور شیطان کے اسم اعظم کی ایک کُشتی ہو جیسا کہ پہلے بھی آدم کی پیدائش کے وقت میں ایک کُشتی ہوئی ہے پس جیسا کہ ایک زمانہ میں خدا نے شیطان کو ایّوب پر مسلط کر دیا تھا ایسا ہی اُس نے اُس کُشتی کے وقت اسلام پر شیطان کو مسلط کیا اور اس کو اجازت دے دی کہ اب تو اپنے تمام سواروں اور پیادوں کے ساتھ اسلام پر بیشک حملہ کر۔ تب شیطان* نے جیسا کہ اس کی عادت ہے ایک قوم کو اپنا مظہر بنایا اور اسلام پر ایک سخت حملہ

* یہ تحقیق شدہ امر ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے کہ دراصل دجال شیطان کا اسم اعظم ہے جو بمقابل خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کے ہے جو اللہ الحیّ القیوم ہے۔ اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ نہ حقیقی طور پر دجّال یہود کو کہہ سکتے ہیں نہ نصاریٰ کے پادریوں کو اور نہ کسی اور قوم کو۔ کیونکہ یہ سب خدا کے عاجز بندے ہیں خدا نے اپنے مقابل پر ان کو اختیار نہیں دیا پس کسی طرح ان کا نام دجّال نہیں ہو سکتا ہاں شیطان کے اس اسم کے لئے مظاہر ہیں کہ جب سے دنیا شروع ہوئی اس وقت سے وہ مظاہر بھی چلے آتے ہیں اور پہلا مظہر قابیل تھا جو حضرت آدم کا پہلا بیٹا تھا جس نے اپنے بھائی ہابیل کی قبولیت پر حسد کیا اور اس حسد کی شامت سے ایک بے گناہ کے خون سے اپنا دامن آلودہ کر دیا اور آخری مظہر شیطان کے اسم دجّال کا جو مظہر اتم اور اکمل اور خاتم المظاہر ہے وہ قوم ہے جس کا قرآن کے اوّل میں بھی ذکر ہے اور قرآن کے آخر میں بھی یعنے وہ ضالین کا فرقہ جسکے ذکر پر سورۃ فاتحہ ختم ہوتی* ہے۔ اور پھر قرآن شریف کی آخری تین سورتوں میں

حاشیہ در حاشیہ

* ضالین سے مراد صرف گمراہ نہیں بلکہ وہ عیسائی مراد ہیں جو افراط محبت کی وجہ سے حضرت عیسٰی کی شان میں غلو کرتے ہیں کیونکہ ضلالت کے یہ بھی معنے ہیں کہ افراط محبت سے ایک شخص کو ایسا اختیار کیا جائے کہ دوسرے کا عزت کے ساتھ نام سننے کی بھی برداشت نہ رہے جیسا کہ اس آیت میں

نے جیسا کہ اس کی عادت ہے ایک قوم کو اپنا مظہر بنایا اور اسلام پر ایک سخت حملہ

بقیہ حاشیہ

بھی اس کا ذکر ہے یعنے سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس میں۔ صرف یہ فرق ہے کہ سورۂ اخلاص میں تو اس قوم کی اعتقادی حالت کا بیان ہے جیسا کہ فرمایا قل ھو اللہ احد اللہ الصمد لم یلد ولم یولد ولم یکن لہ کفوًا احد یعنے خدا ایک اور احد ہے یعنے اُس میں کوئی ترکیب نہیں نہ کوئی اس کا بیٹا اور نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہمسر ہے۔ پس اس سورۃ میں تو اس قوم کے عقائد بتلائے گئے۔ پھر اس کے بعد سورۂ فلق میں یہ اشارہ کیا گیا کہ یہ قوم اسلام کے لئے خطرناک ہے اور اس کے ذریعہ سے آخری زمانہ میں سخت تاریکی پھیلے گی اور اس زمانہ میں اسلام کو ایک بڑے شر کا سامنا ہوگا اور یہ لوگ معقولات اور دقائق دین میں گرہ در گرہ دیگر مکار عورتوں کی طرح لوگوں کو دھوکہ دیں گے اور یہ تمام کاروبار محض حسد کے باعث ہوگا جیسا کہ قابیل کا کاروبار حسد کے باعث تھا۔ فرق صرف یہ ہے کہ قابیل نے اپنے بھائی کا خون زمین پر گرایا مگر یہ لوگ بباعث جوش حسد سچائی کا خون کریں گے۔ غرض سورۂ قل ھو اللہ احد میں ان لوگوں کے عقائد کا بیان ہے اور سورۂ فلق میں ان لوگوں کے ان اعمال کی تشریح ہے جو قوت اور طاقت کے وقت ان سے ظاہر ہونگے۔ چنانچہ دونوں سورتوں کو بالمقابل رکھنے سے صاف سمجھ آتا ہے کہ پہلی سورۃ اخلاص میں قوم نصاریٰ کے اعتقادی حالات کا بیان ہے اور دوسری سورۃ میں عملی حالات کا ذکر ہے اور سخت تاریکی سے آخری زمانہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ یہ لوگ اُس رُوح کے مظہر اتم ہونگے جو خدا کی طرف سے منقطع ہے اور دونوں سورتوں کے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

بھی یہی معنے مراد ہیں کہ انک فی ضلٰلک القدیم اور المغضوب علیہم سے وہ علماء یہودی مراد ہیں جنھوں نے شدت عداوت کی وجہ سے حضرت عیسٰی کی نسبت یہ بھی روا نہ رکھا کہ انکو مومن قرار دیا جائے بلکہ کافر کہا اور واجب القتل قرار دیا اور مغضوب علیہ وہ شدید الغضب انسان ہوتا ہے جسکے غضب کے غلو پر دوسرے کو غضب آوے اور یہ دونوں لفظ باہم مقابل واقع ہیں یعنے ضالین وہ ہیں جنھوں نے افراط محبت سے حضرت عیسٰی کو خدا بنایا۔ اور المغضوب علیہم وہ یہودی ہیں جنھوں نے خدا کے مسیح کو افراط عداوت سے کافر قرار دیا اس لئے مسلمانوں کو سورۂ فاتحہ میں ڈرایا گیا اور اشارہ کیا گیا کہ تمہیں یہ دونوں امتحان پیش آئینگے مسیح موعود آئے گا اور پہلے مسیح کیطرح اسکی بھی تکفیر کیجائیگی اور ضالین یعنے عیسائیوں کا غلبہ بھی کمال کو پہنچ جائے گا جو حضرت عیسٰی کو خدا کہتے ہیں۔ تم ان دونوں فتنوں سے اپنے تئیں بچاؤ اور بچنے کے لئے نمازوں میں دعائیں کرتے رہو۔ منہ

کیا اور خدا نے اپنے اسم اعظم کا ایک شخص کو مظہر بنایا اور اس کو ایک حالت فنا عطا کرکے اپنی طرف رجوع دیا تا حقیقی عبادت کے رنگ میں المعبود کے ساتھ اسکا تعلق

بقیہ حاشیہ

بالمقابل لکھنے سے جلد تر ان لطیف اشارات کا علم ہوسکتا ہے مثلاً مقابل پر رکھ کر یوں پڑھو:۔

قل ھو اللہ احد اللہ الصمد

کہ وہ معبود حقیقی جسکی طرف سب چیزیں عبودیت تامہ کی فنا کے بعد یا قہری فنا کے بعد رجوع کرتی ہیں ایک ہے باقی سب مخلوقات دو قسم فنا میں سے کسی فنا کے نیچے ہیں اور سب چیزیں اسکی محتاج ہیں وہ کسی کا محتاج نہیں ✤

لم یلد ولم یولد

وہ ایسا ہے کہ نہ تو اُس کا کوئی بیٹا ہے اور نہ وہ کسی کا بیٹا ہے۔

ولم یکن لہ کفوًا احد

اور ازل سے اس کا کوئی نظیر اور مثیل نہیں یعنے وہ اپنی ذات میں نظیر اور مثیل سے پاک اور منزہ ہے ✤

قل اعوذ برب الفلق

کہ میں پناہ مانگتا ہوں اُس رب کی جس نے تمام مخلوقات پیدا کی اس طرح پر کہ ایک کو پھاڑ کر اس میں سے دوسرا پیدا کیا یعنے بعض کو بعض کا محتاج بنایا۔ اور جو تاریکی کے بعد صبح کو پیدا کرنے والا ہے ✤

من شرّ ما خلق

ہم خدا سے پناہ مانگتے ہیں ایسی مخلوق کی شر سے جو تمام شریروں سے شر میں بڑھی ہوئی ہے اور شرارتوں میں اُسکی نظیر ابتدائے دنیا سے آخیر تک اور کوئی نہیں جن کا عقیدہ امر حق لم یلد ولم یولد کے برخلاف ہے یعنے وہ خدا کیلئے ایک بیٹا تجویز کرتے ہیں۔

ومن شرّ غاسق اذا وقب ومن شرّ النفّٰثٰت فی العقد ومن شرّ حاسد اذا حسد۔ اور ہم پناہ مانگتے ہیں خدا تعالیٰ کی اُس زمانہ سے جبکہ تثلیث اور شرک کی تاریکی تمام دنیا پر پھیل جائیگی۔ اور نیز اُن لوگوں کے شر سے جو پھونکیں مار کر گرہیں دینگے یعنے دھوکہ دہی میں جادو کا کام دکھائینگے اور راہ راست کی معرفت کو مشکلات میں ڈال دیں گے اور نیز اُس

ہو اور اُس کا نام احمد رکھا کیونکہ الطف اور اعلیٰ اقسام عبادت کی حمد ہے جو صفات

بقیہ حاشیہ

بڑے حاسد کے حسد سے پناہ مانگتا ہوں جبکہ وہ گروہ سر بسر حسد کی راہ سے حق پوشی کریگا۔ یہ تمام اشارات عیسائی پادریوں کی طرف ہیں کہ ایک زمانہ آنیوالا ہے جو وہ دنیا میں شر پھیلائینگے اور دنیا کو تاریکی سے بھر دینگے اور جادو کیطرح ان کا دھوکہ ہوگا اور وہ سخت حاسد ہونگے اور اسلام کو حسد کی راہ سے بنظر تحقیر دیکھیں گے۔ اور لفظ رب الفلق اس طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس تاریکی کے بعد پھر صبح کا زمانہ بھی آئے گا جو مسیح موعود کا زمانہ ہے ✤

اس مقابلہ سے جو سورۂ اخلاص سے سورۂ فلق کا کیا گیا ظاہر ہے کہ ان دونوں سورتوں میں ایک ہی فرقہ کا ذکر ہے صرف یہ فرق ہے کہ سورۂ اخلاص میں اس فرقہ کی اعتقادی حالت کا بیان ہے اور سورۃ الفلق میں اس فرقہ کی عملی حالت کا ذکر ہے اور اس فرقہ کا نام سورۃ الفلق میں شرّ ما خلق رکھا گیا ہے یعنے شر البریہ۔ اور احادیث پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دجّال معہود کا نام بھی شر البریہ ہے کیونکہ آدم کے وقت سے اخیر تک شر میں اُسکے برابر کوئی نہیں۔ پھر ان دونوں سورتوں کے بعد سورۃ الناس ہے اور وہ یہ ہے قل اعوذ برب الناس ملک الناس الٰہ الناس من شرّ الوسواس الخنّاس الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنّۃ والناس یعنے وہ جو انسانوں کا پروردگار اور انسانوں کا بادشاہ اور انسانوں کا خدا ہے میں وسوسہ انداز خنّاس کے وسوسوں سے اُس کی پناہ مانگتا ہوں وہ خنّاس جو انسانوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے جو جنوں اور آدمیوں میں سے ہے۔ اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ اس خنّاس کی وسوسہ اندازی کا وہ زمانہ ہوگا کہ جب اسلام کے لئے نہ کوئی مربّی اور عالم ربّانی زمین پر موجود ہوگا اور نہ اسلام میں کوئی حامی دین بادشاہ ہوگا۔ تب مسلمانوں کے لئے ہر ایک موقع پر خدا ہی

بار ی کی معرفت تامہ کو چاہتی ہے اور بغیر معرفت تامہ کے حمد تام ہو ہی نہیں سکتی

پناہ ہوگا۔ وہی خدا وہی مربّی وہی بادشاہ و بس۔ اب واضح ہو کہ خنّاس شیطان کے ناموں میں سے ایک نام ہے یعنے جب شیطان سانپ کی سیرت پر قدم مارتا ہے اور کھلے کھلے اکراہ اور جبر سے کام نہیں لیتا اور سراسر مکر اور فریب اور وسوسہ اندازی سے کام لیتا ہے اور اپنی نیش زنی کے لئے نہایت پوشیدہ راہ اختیار کرتا ہے تب اسکو خنّاس کہتے ہیں عبرانی میں اس کا نام نحّاش ہے۔ چنانچہ توریت کے ابتدا میں لکھا ہے کہ نحّاش نے حوّا کو بہکایا اور حوّا نے اس کے بہکانے سے وہ پھل کھایا جس کا کھانا منع کیا گیا تھا* تب آدم نے بھی کھایا۔ سو اس سورۃ الناس سے واضح ہوتا ہے کہ یہی نحّاش آخری زمانہ میں پھر ظاہر ہوگا اسی نحّاش کا دوسرا نام دجّال ہے۔ یہی تھا جو آج سے چھ ہزار برس پہلے حضرت آدم کے ٹھوکر کھانے کا موجب ہُوا تھا اور اُس وقت یہ اپنے اس فریب میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اور آدم مغلوب ہوگیا تھا لیکن خدا نے چاہا کہ اسی طرح چھٹے دن کے آخری حصے میں آدم کو پھر پیدا کرکے یعنے

* یاد رہے کہ یہ حوّا کا گناہ تھا کہ براہِ راست شیطان کی بات کو مانا اور خدا کے حکم کو توڑا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ حوّا کا نہ ایک گناہ بلکہ چار گناہ تھے (۱) ایک یہ کہ خدا کے حکم کی بے عزتی کی اور اس کو جھوٹا سمجھا۔ (۲) دوسرا یہ کہ خدا کے دشمن اور ابدی لعنت کے مستحق اور جھوٹ کے پتلے شیطان کو سچا سمجھ لیا (۳) تیسرا یہ کہ اُس نافرمانی کو صرف عقیدہ تک محدود نہ رکھا بلکہ خدا کے حکم کو توڑ کر عملی طور پر ارتکاب معصیت کیا (۴) چوتھا یہ کہ حوّا نے نہ صرف آپ ہی خدا کا حکم توڑا بلکہ شیطان کا قائم مقام بنکر آدم کو بھی دھوکہ دیا تب آدم نے محض حوّا کی دھوکہ دہی سے وہ پھل کھایا جسکی ممانعت تھی۔ اسی وجہ سے حوّا خدا کے نزدیک سخت گناہ گار ٹھہری مگر آدم معذور سمجھا گیا محض ایک خفیف خطا۔ جیسا کہ آیت کریمہ ولم نجد له عزما سے ظاہر ہے یعنی اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آدم نے عمدًا میرے حکم کو نہیں توڑا بلکہ اسکو یہ خیال گذرا کہ حوّا نے جو یہ پھل کھایا اور مجھے دیا شائد اُسکو خدا کی اجازت ہوگئی جو اُس نے ایسا کیا یہی وجہ ہے کہ خدا نے اپنی کتاب میں حوّا کی بریت ظاہر نہیں فرمائی مگر آدم کی بریت ظاہر کی یعنی اسکی نسبت لم نجد له عزما فرمایا اور حوّا کو سزا سخت دی مرد کا محکوم بنایا اور اس کا دوست نگر کر دیا۔ اور حمل کی مصیبت اور بچے جننے کا دُکھ اسکو لگا دیا اور آدم چونکہ خدا کی صورت پر بنایا گیا تھا اس لئے شیطان اُسکے سامنے نہ آسکا اسی جگہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ جس شخص کی پیدائش میں نر کا حصہ نہیں وہ کمزور ہے اور توریت کے رو سے اسکی نسبت کہنا مشکل ہے کہ وہ خدا کی صورت پر یا خدا کی مانند پیدا کیا گیا۔ ہاں آدم بھی ضرور مرگیا لیکن یہ موت گناہ سے پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ مرنا ابتدا سے انسانی بناوٹ کا خاصہ تھا اگر گناہ نہ کرتا تب بھی مرتا۔ منہ

اور خدا تعالےٰ کے محامد دو قسم کے ہیں (۱) ایک وہ جو اس کے ذاتی علو اور رفعت

آخر ہزار ششم میں جیسا کہ پہلے وہ چھٹے دن میں پیدا ہُوا تھا نحّاش کے مقابل پر اس کو کھڑا کرے۔ اور اب کی دفعہ نحّاش مغلوب ہو اور آدم غالب۔ سو خدا نے آدم کی مانند اس عاجز کو پیدا کیا۔ اور اس عاجز کا نام آدم رکھا جیسا کہ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے۔ اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ اور نیز یہ الہام خلق آدم فاکرمه اور نیز یہ الہام کہ:۔ یا آدم اسکن انت وزوجك الجنّة۔ اور آدم کی نسبت توریت کے پہلے باب میں یہ آیت ہے تب خدا نے کہا کہ ہم انسان کو اپنی صورت اور اپنی مانند بناویں۔ دیکھو توریت باب اوّل آیت ۲۶۔ اور پھر کتاب دانی ایل باب نمبر ۱۲ میں لکھا ہے۔ اور اس وقت میکائیل (جس کا ترجمہ ہے خدا کی مانند) وہ بڑا سردار جو تیری قوم کے فرزندوں کی حمایت کے لئے کھڑا ہے اُٹھیگا (یعنے مسیح موعود آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا) پس میکائیل یعنے خدا کی مانند درحقیقت توریت میں آدم کا نام ہے اور حدیث نبوی میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا پس اس سے معلوم ہُوا کہ مسیح موعود آدم کے رنگ پر ظاہر ہوگا اسی وجہ سے آخر ہزار ششم اس کے لئے خاص کیا گیا کیونکہ وہ بجائے روز ششم ہے یعنے جیسا کہ روز ششم کے آخری حصے میں آدم پیدا ہُوا۔ اسی طرح ہزار ششم کے آخری حصہ میں مسیح موعود کا پیدا ہونا مقدر کیا گیا اور جیسا کہ آدم نحّاش کے ساتھ آزمایا گیا جس کو عربی میں خنّاس کہتے ہیں جس کا دوسرا نام دجّال ہے ایسا ہی آخری آدم کے مقابل پر نحّاش پیدا کیا گیا تا وہ زن مزاج لوگوں کو حیات ابدی کی طمع دے جیسا کہ حوّا کو اس سانپ نے دی تھی جس کا نام توریت میں نحّاش اور قرآن میں خنّاس ہے لیکن اب کی دفعہ مقدر کیا گیا کہ یہ آدم اس نحّاش پر غالب آئے گا غرض اب چھ ہزار برس کے اخیر پر آدم اور نحّاش کا پھر مقابلہ آپڑا ہے اور اب وہ پُرانا سانپ کاٹنے پر قدرت نہیں پائے گا جیسا کہ اوّل اُس نے حوّا کو کاٹا اور پھر آدم نے اس زہر سے حصہ لیا۔ بلکہ وہ وقت آتا ہے کہ اس سانپ سے بچے کھیلیں گے اور وہ ضرر رسانی پر قادر نہیں ہوگا قرآن شریف میں یہ لطیف اشارہ ہے کہ اس نے سورۂ فاتحہ کو الضالین پر ختم کیا اور قرآن کو خنّاس پر تا دانشمند انسان سمجھ سکے کہ حقیقت اور روحانیت میں یہ دونوں نام ایک ہی ہیں۔ منہ

اور قدرت اور تنزہ تام کے متعلق ہیں (۲) دوسرے وہ جن کا اثر از قسم آلاء و نعماء مخلوق پر نمایاں ہے اور جسکو آسمان سے احمد کا نام عطا کیا جاتا ہے اول اُسپر بہ مقتضائے اسم رحمانیت تواتر سے نزول آلاء اور نعماء ظاہری اور باطنی ہوتا ہے اور پھر بوجہ اسکے جو احسان موجب محبّت محسن ہے اس شخص کے دل میں اس محسن حقیقی کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور پھر وہ محبت نشوونما پاتے پاتے ذاتی محبت کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے اور پھر ذاتی محبت سے قرب حاصل ہوتا ہے اور پھر قرب سے انکشاف تمام صفات جلالیہ جمالیہ حضرت باری عزّ اسمہٗ ہو جاتا ہے پس جس طرح اللہ کا نام جامع صفات کاملہ ہے اسی طرح احمد کا نام جامع تمام معارف بنجاتا ہی اور جس طرح اللہ کا نام خدا تعالیٰ کیلئے اسم اعظم ہے اسی طرح احمد کا نام نوع انسان میں سے اس انسان کا اسم اعظم ہے جسکو آسمانپر یہ نام عطا ہوا اور اس سے بڑھکر انسان کے لئے اور کوئی نام نہیں کیونکہ یہ خدا کی معرفت تامہ اور خدا کے فیوض تامہ کا مظہر ہے اور جب خدا تعالےٰ کیطرف سے زمین پر ایک تجلی عظمیٰ ہوتی ہے اور وہ اپنے صفات کاملہ کے کنز مخفی کو ظاہر کرنا چاہتا ہے تو زمین پر ایک انسان کا ظہور ہوتا ہی جسکو احمد کے نام سے آسمانپر پکارتے ہیں غرض چونکہ احمد کا نام خدا تعالےٰ کے اسم اعظم کا کامل ظل ہے اسلئے احمد کے نام کو ہمیشہ شیطان کے مقابل پر فتحیابی ہوتی ہی اور ایسا ہی آخری زمانہ کیلئے مقدر تھا کہ ایک طرف شیطانی قوٰی کا کمال درجہ پر ظہور اور بروز ہو اور شیطان کا اسم اعظم زمین پر ظاہر ہو اور پھر اسکے مقابل پر وہ اسم ظاہر ہو جو خدا تعالیٰ کے اسم اعظم کا ظل ہی یعنے احمد اور اسکی آخری کُشتی کی تاریخ ہزار ششم کا آخری حصّہ مقرر کیا گیا اور جیسا کہ قرآن شریف میں اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ ہر ایک چیز کو خدا نے چھ دن کے اندر پیدا کیا مگر اس انسان کو جس پر دائرہ مخلوق ختم ہوتا تھا چھٹے دن کے آخری حصے میں پیدا کیا اسی طرح اس آخری انسان کے لئے ہزار ششم کا آخری حصّہ تجویز کیا گیا اور وہ اس وقت پیدا ہوا جبکہ قمری حساب کے رو سے صرف چند سال ہی ہزار ششم کے پورا ہونے میں باقی رہتے تھے۔ اور اس کا وہ بلوغ جو مرسلین کے لئے مقرر کیا گیا ہے یعنے چالیس سال اسوقت ہوا جبکہ چودھویں صدی کا سر آگیا اور اس آخری خلیفہ کے لئے یہ ضروری تھا کہ آخر

حصّہ ہزار ششم میں آدم کی طرح پیدا ہو اور سن چالیس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح مبعوث ہو اور نیز صدی کا سر ہو اور یہ تین شرطیں ایسی ہیں کہ اس میں کاذب اور مفتری کا دخل غیر ممکن ہے اور پھر امر چہارم ان کے ساتھ خسوف کسوف کا رمضان میں واقع ہونا ہے جو مسیح موعود کی نشانی ٹھہرائی گئی ہے ✦

دوسری قسم کی مخلوق جو مسیح موعود کی نشانی ہے یاجوج ماجوج کا ظاہر ہونا ہے۔ توریت میں ممالک مغربیہ کی بعض قوموں کو یاجوج ماجوج قرار دیا ہے اور ان کا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ٹھہرایا ہے۔ قرآن شریف نے اس قوم کے لئے ایک نشانی یہ لکھی ہے کہ من کل حدب ینسلون یعنے ہر ایک فوقیت ارضی انکو حاصل ہو جائیگی اور ہر ایک قوم پر وہ فتحیاب ہو جائیں گے۔ دوسرے اس نشانی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ آگ کے کاموں میں ماہر ہونگے یعنے آگ کے ذریعہ سے انکی لڑائیاں ہونگی اور آگ کے ذریعہ سے ان کے انجن چلیں گے اور آگ سے کام لینے میں وہ بڑی مہارت رکھیں گے اسی وجہ سے ان کا نام یاجوج ماجوج ہے کیونکہ اجیج آگ کے شعلہ کو کہتے ہیں اور شیطان کے وجود کی بناوٹ بھی آگ سے ہے جیسا کہ آیت خلقتنی من نار سے ظاہر ہے اس لئے قوم یاجوج ماجوج سے انکو ایک فطرتی مناسبت ہے اسی وجہ سے یہی قوم اس کے اسم اعظم کی تجلی کے لئے اور اس کا مظہر اتم بننے کے لئے موزون ہے لیکن خدا کے اسم اعظم کی تجلی اعظم جس کا مظہر اتم اسم احمد ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے ایسے وجود کو چاہتی تھی جو لڑائی اور خونریزی کا نام نہ لے اور آشتی اور محبّت اور صلحکاری کو دنیا میں پھیلا دے ایسا ہی ستارہ مشتری کی تاثیر کا بھی یہی تقاضا تھا کہ خونریزی کے لئے تلوار نہ پکڑی جائے ایسا ہی ہزار ششم کا آخری حصّہ جو جمعیت کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے اور تمام تفرقوں اور نقصانوں کو درمیان سے اُٹھا کر اس مجموعہ مخلوقات کو مع ان کے امام کے دکھلاتا ہی جو نظیر گذشتہ کے لحاظ سے تمام و کمال آشتی اور صلح سے بھرا ہوا ہے یہی چاہتا تھا کہ تفرقہ اور مخالفت مع اپنے لوازم کے جو جنگ و جدل ہے درمیان سے اُٹھ جائے

جیساکہ کتاب اللہ ظاہر کرتی ہے کہ خدا نے زمین اور آسمان کو چھ دن میں پیدا کر کے
اور چھٹے* دن ہی آدم کو خلعت وجود پہنا کر نظام عالم کو باہم تالیف دیدی اور آدم کو مشتری
کے اثر عظیم کے نیچے پیدا کیا تا آشتی اور صلح کو دنیا میں لاوے۔ تیسری قسم مخلوق کی جو
مسیح موعود کی نشانی ہے دابۃ الارض کا خروج ہے اور دابۃ الارض سے وہ لوگ مُراد

* آیات مندرجہ ذیل سے ظاہر ہوتا ہے کہ آدم چھٹے دن پیدا ہوا اور وہ آیات یہ ہیں ھوالذی
خلق لکم ما فی الارض جمیعا ثم استوی الی السماء فسوّٰھن سبع سمٰوٰت
وھو بکل شیء علیم۔ و اذ قال ربّك للملٰئکۃ انی جاعل فی الارض خلیفۃ قالوا
اتجعل فیھا من یفسد فیھا ویسفك الدماء ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك
قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ سورۃ البقرۃ الجزو نمبر ا یعنے خدا تعالےٰ نے جو کچھ زمین میں ہے سب
پیدا کر کے اور آسمان کو بھی سات طبقے بنا کر غرض اس عالم کی پیدائش سے بکلی فراغت پاکر پھر چاہا
کہ آدم کو پیدا کرے پس اس نے اُسکو روز ششم یعنے جمعہ کے آخر حصہ میں پیدا کیا کیونکہ جو چیزیں از
رُوئے نص قرآنی چھٹے دن پیدا ہوئی تھیں آدم ان سب کے بعد میں پیدا کیا گیا۔ اور اس پر دلیل یہ ہے
کہ سورہ حٰمٓ السجدہ جزو چوبیس میں اس بات کی تصریح ہے کہ خدا نے جمعرات اور جمعہ کے دن
سات آسمان بنائے اور ہر ایک آسمان کے ساکن کو جو اس آسمان میں رہنا تھا اس آسمان کے
متعلق جو امر تھا وہ اس کو سمجھا دیا اور ورلے آسمان کو ستاروں کی قندیلوں سے سجایا اور نیز اُن
ستاروں کو اسلئے پیدا کیا کہ بہت سے امور حفاظت دُنیا کے ان پر موقوف تھے یہ اندازے
اُس خدا کے باندھے ہوئے ہیں جو زبردست اور دانا ہے۔ جن آیات کا یہ ترجمہ ہم نے لکھا ہے وہ یہ
ہیں فقضٰھن سبع سمٰوٰت فی یومین و اوحٰی فی کل سماء امرھا و زینا السماء
الدنیا بمصابیح وحفظا۔ ذٰلك تقدیر العزیز العلیم۔ دیکھو سورہ حٰمٓ السجدہ
الجزو نمبر ۲۴۔ ان آیات سے معلوم ہوا کہ آسمانوں کو سات بنانا اور ان کے درمیانی امور کا انتظام
کرنا یہ تمام امور باقیماندہ دو روز میں وقوع میں آئے یعنے جمعرات اور جمعہ میں۔ اور پہلی آیات جکو
ابھی ہم لکھ چکے ہیں ان سے ثابت ہوتا ہے کہ آدم کا پیدا کرنا آسمان کے سات طبقے بنانے
کے بعد اور ہر ایک زمینی آسمانی انتظام کے بعد غرض کل مجموعہ عالم کی طیاری کے بعد ظہور میں آیا۔

ہیں جنکی زبانوں پر خدا ہے اور دل بھی عقلی طور پر اسکے ماننے سے خوش ہوتے ہیں

بقیہ حاشیہ

اور چونکہ یہ تمام کاروبار صرف جمعرات کو ختم نہیں ہوا بلکہ کچھ حصہ جمعہ کا بھی اس نے لیا
جیساکہ آیت فقضٰھن سبع سمٰوٰت فی یومین سے ظاہر ہے یعنے خدا نے
اس آیت میں فی یوم نہیں فرمایا بلکہ یومین فرمایا اس سے یقینی طور پر سمجھا گیا کہ جمعہ کا
پہلا حصہ آسمانوں کے بنانے اور ان کے اندرونی انتظام میں صرف ہوا۔ لہٰذا بنص صریح
اس بات کا فیصلہ ہوگیا کہ آدم جمعہ کے دن آخری حصے میں پیدا کیا گیا۔ اور اگر یہ شبہ دامنگیر
ہو کہ ممکن ہے کہ آدم ساتویں دن پیدا کیا گیا ہو تو اس شبہ کو یہ آیت دُور فرماتی ہے جو سورہ
حدید کی چوتھی آیت ہے اور وہ یہ ہے ھو الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ
ایام ثم استوی علی العرش دیکھو سورۃ الحدید الجزو نمبر ۲۷۔ ترجمہ اس آیت کا یہ ہے
کہ خدا وہ ہے جس نے تمام زمین اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر اس نے
استوا کیا یعنے کل مخلوق کو چھ دن میں پیدا کر کے پھر صفات عدل اور رحم کو ظہور میں لانے لگا
خدا کا اُلوہیت کے تخت پر بیٹھنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مخلوق کے بنانے کے بعد
ہر ایک مخلوق سے بمقتضائے عدل اور رحم اور سیاست کارروائی شروع کی یہ محاورہ اس سے
لیا گیا ہے کہ جب کل اہل مقدمہ اور ارکان دولت اور لشکر با شوکت حاضر ہو جاتے ہیں اور
کچہری گرم ہو جاتی ہے اور ہر ایک حقدار اپنے حق کو عدل شاہی سے مانگتا ہے اور عظمت اور
جبروت کے تمام سامان مہیا ہو جاتے ہیں تب بادشاہ سب کے بعد آتا ہے اور تخت عدالت
کو اپنے وجود باجود سے زینت بخشتا ہے۔ غرض ان آیات سے ثابت ہوا کہ آدم جمعہ کے اخیر
حصے میں پیدا کیا گیا کیونکہ روز ششم کے بعد سلسلہ پیدائش کا بند کیا گیا وجہ یہ کہ روز
ہفتم تخت شاہی پر بیٹھنے کا دن ہے نہ پیدائش کا۔ یہودیوں نے ساتویں دن کو آرام کا دن
رکھا ہے مگر یہ انکی غلط فہمی ہے بلکہ یہ ایک محاورہ ہے کہ جب انسان ایک عظیم کام سے فراغت
پا لیتا ہے تو پھر گویا اس وقت اس کے آرام کا وقت ہوتا ہے سو ایسی عبارتیں توریت میں بطور
مجاز ہیں نہ یہ کہ درحقیقت خدا تعالےٰ تھک گیا اور بوجہ خستہ درماندہ ہونے کے اس کو
آرام کرنا پڑا ❊

لیکن آسمان کی رُوح ان کے اندر نہیں محض دُنیا کے کیڑے ہیں وہ رُوح کے بلائے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ[3]

اور ان آیات کے متعلق ایک یہ بھی امر ہے کہ فرشتوں کا جناب الٰہی میں عرض کرنا کہ کیا تو ایک مفسد کو خلیفہ بنانے لگا ہے اس کے کیا معنے ہیں؟ پس واضح ہو کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ جب خدا تعالےٰ نے چھٹے دن آسمانوں کے سات طبقے بنائے اور ہر ایک آسمان کے قضاء و قدر کا انتظام فرمایا۔ اور چھٹا دن ستارہ سعد اکبر کا دن ہے یعنے مشتری کا دن قریب الاختتام ہو گیا اور فرشتے جنکو حسب منطوق آیت واوحٰی فی کل سماء امرھا سعد و نحس کا علم دیا گیا تھا اور ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ سعد اکبر مشتری ہے اور انھوں نے دیکھا کہ بظاہر اس دن کا حصہ آدم کو نہیں ملا کیونکہ دن میں سے بہت ہی تھوڑا وقت باقی ہے سو یہ خیال گذرا کہ اب پیدائش آدم کی زُحل کے وقت میں ہوگی اُسکی سرشت میں زُحلی تاثیریں جو قہر اور عذاب وغیرہ ہے رکھی جائینگی اس لئے اس کا وجود بڑے فتنوں کا موجب ہوگا سو بناء اعتراض کی ایک ظنی امر تھا نہ یقینی۔ اسلئے ظنی پیرایہ میں انھوں نے انکار کیا اور عرض کیا کہ کیا تو ایسے شخص کو پیدا کرتا ہے جو مفسد اور خونریز ہوگا اور خیال کیا کہ ہم زاہد اور عابد اور تقدیس کرنے والے اور ہر ایک بدی سے پاک ہیں اور نیز ہماری پیدائش مشتری کے وقت میں ہے جو سعد اکبر ہے تب ان کو جواب ملا کہ انی اعلم مالا تعلمون۔ یعنے تمہیں خبر نہیں کہ میں آدم کو کس وقت بناؤں گا میں مشتری کے وقت کے اُس حصے میں اُسکو بناؤنگا جو اُس دن کے تمام حصّوں میں سے زیادہ مبارک ہے اور اگرچہ جمعہ کا دن سعد اکبر ہے لیکن اُسکے عصر کے وقت کی گھڑی ہر ایک اسکی گھڑی سے سعادت اور برکت میں سبقت لے گئی ہے سو آدم جمعہ کی اخیر گھڑی میں بنایا گیا یعنے عصر کے وقت پیدا کیا گیا اسی وجہ سے احادیث میں ترغیب دی گئی ہے کہ جمعہ کی عصر اور مغرب کے درمیان بہت دُعا کرو کہ اسمیں ایک گھڑی ہے جس میں دُعا قبول ہوتی ہے یہ وہی گھڑی ہے جسکی فرشتوں کو بھی خبر نہ تھی اس گھڑی میں جو پیدا ہو وہ آسمان پر آدم کہلاتا ہے اور ایک بڑے سلسلہ کی اس سے بُنیاد پڑتی ہے سو آدم اسی گھڑی میں پیدا کیا گیا اسلئے آدم ثانی یعنے اس عاجز کو یہی گھڑی عطا کی گئی اسی کی طرف براہین احمدیہ کے اس الہام میں اشارہ ہے کہ ینقطع آباءک ویبدء منک دیکھو براہین احمدیہ

نہیں بولتے بلکہ کورانہ تقلید یا نفسانی اغراض ان کی زبان کھولتے ہیں۔ خدا نے دابۃ الارض ان کا نام اسی وجہ سے رکھا ہے کہ کوئی آسمانی مناسبت ان کے اندر نہیں

بقیہ حاشیہ[3]

صفحہ ۴۹۰۔ اور یہ اتفاقات عجیبہ میں سے ہے کہ یہ عاجز نہ صرف ہزار ششم کے آخری حصہ میں پیدا ہوا جو مشتری سے وہی تعلق رکھتا ہے جو آدم کا روز ششم یعنے اس کا آخری حصہ تعلق رکھتا تھا بلکہ یہ عاجز بروز جمعہ چاند کی چودھویں تاریخ میں پیدا ہوا ہے اس جگہ ایک اور بات بیان کرنے کے لائق ہے کہ اگر یہ سوال ہو کہ جمعہ کی آخری گھڑی جو عصر کے وقت کی ہے جسمیں آدم پیدا کیا گیا کیوں ایسی مبارک ہے اور کیوں آدم کی پیدائش کے لئے وہ خاص کی گئی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے تاثیر کواکب کا نظام ایسا رکھا ہے کہ ایک ستارہ اپنے عمل کے آخری حصہ میں دوسرے ستارے کا کچھ اثر لے لیتا ہے جو اس حصے سے ملحق ہو اور اس کے بعد آنے والا ہو۔ اب چونکہ عصر کے وقت سے جب آدم پیدا کیا گیا رات قریب تھی لہذا وہ وقت زُحل کی تاثیر سے بھی کچھ حصہ رکھتا تھا اور مشتری سے بھی فیضیاب تھا جو جمالی رنگ کی تاثیرات اپنے اندر رکھتا ہے سو خدا نے آدم کو جمعہ کے دن عصر کے وقت بنایا کیونکہ اسکو منظور تھا کہ آدم کو جلال اور جمال کا جامع بناوے جیسا کہ اسی کیطرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ خلقت بیدی یعنے آدم کو میّنے اپنے دونوں ہاتھ سے پیدا کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ خدا کے ہاتھ انسان کی طرح نہیں پس دونوں ہاتھ سے مُراد جمالی اور جلالی تجلّی ہے پس اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آدم کو جلالی اور جمالی تجلّی کا جامع پیدا کیا گیا اور چونکہ اللہ تعالٰی علمی سلسلہ کو ضائع کرنا نہیں چاہتا اس لئے اسنے آدم کی پیدائش کے وقت اُن ستاروں کی تاثیرات سے بھی کام لیا ہے جنکو اسنے اپنے ہاتھ سے بنایا تھا۔ اور یہ ستارے فقط زینت کے لئے نہیں ہیں جیسا کہ عوام خیال کرتے ہیں بلکہ ان میں تاثیرات ہیں جیسا کہ آیت وزیّنا السماء الدنیا بمصابیح وحفظاً سے یعنے حفظاً کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے یعنے نظام دنیا کی محافظت میں ان ستاروں کو دخل ہے اسی قسم کا دخل جیسا کہ انسانی صحت میں دوا اور غذا میں ہوتا ہے جسکو الوہیت کے اقتدار میں کچھ دخل نہیں بلکہ جبروت ایزدی کے آگے یہ تمام چیزیں بطور مردہ ہیں یہ چیزیں بجز اذن الٰہی کچھ نہیں کر سکتیں انکی تاثیرات خدا تعالےٰ کے ہاتھ میں ہیں پس واقعی اور صحیح

عجیب تر یہ کہ آخری زمانہ میں وہ سچے دین کے گواہ ہیں خود مردہ ہیں مگر زندہ کی گواہی

بقیہ حاشیہ

امر یہی ہے کہ ستاروں میں تاثیرات ہیں جن کا زمین پر اثر ہوتا ہے لہذا اس انسان سے زیادہ تر کوئی دنیا میں جاہل نہیں کہ جو بنفشہ اور نیلوفر اور تربد اور سقمونیا اور خیار شنبر کی تاثیرات کا تو قائل ہے مگر اُن ستاروں کی تاثیرات کا منکر ہے جو قدرت کے ہاتھ کے اوّل درجہ پر تجلّی گاہ اور مظہر العجائب ہیں جنکی نسبت خود خدا تعالیٰ نے حفظاً کا لفظ استعمال کیا ہے یہ لوگ جو سراپا جہالت میں غرق ہیں اس علمی سلسلہ کو شرک میں داخل کرتے ہیں نہیں جانتے جو دنیا میں خدا تعالیٰ کا قانون قدرت یہی ہے جو کوئی چیز اس نے لغو اور بے فائدہ اور بے تاثیر پیدا نہیں کی جبکہ وہ فرماتا ہے کہ ہر ایک چیز انسان کے لئے پیدا کی گئی ہے تو اب بتلاؤ کہ سماء الدنیا کو لاکھوں ستاروں سے پُر کر دینا انسان کو اس سے کیا فائدہ ہے اور خدا کا یہ کہنا کہ سب چیزیں انسان کے لئے پیدا کی گئی ہیں ضرور ہمیں اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ ان چیزوں کے اندر خاص وہ تاثیرات ہیں جو انسانی زندگی اور انسانی تمدّن پر اپنا اثر ڈالتی ہیں جیسا کہ متقدمین حکما نے لکھا ہے کہ زمین ابتدا میں بہت ناہموار تھی خدا نے ستاروں کی تاثیرات کے ساتھ اس کو درست کیا ہے۔ اور یہ ستارے جیسا کہ یہ جاہل لوگ سمجھتے ہیں آسمان دنیا پر ہی نہیں ہیں بلکہ بعض بعض سے بڑے بڑے بُعد پر واقع ہیں اسی آسمان پر مشتری نظر آتا ہے جو چھٹے آسمان پر ہے ایسا ہی زُحل بھی دکھائی دیتا ہے جو ہفتم آسمان پر ہے اور اسی وجہ سے اُس کا نام زُحل ہے جو اس کا بُعد تمام ستاروں سے زیادہ ہے کیونکہ لغت میں زُحل بہت دُور رہنے والے کو بھی کہتے ہیں۔ اور آسمان سے مراد وہ طبقات لطیفہ ہیں جو بعض بعض سے اپنے خواص کے ساتھ متمیز ہیں۔ یہ کہنا بھی جہالت ہے کہ آسمان کچھ چیز نہیں کیونکہ جہاں تک عالم بالا کی طرف سیر کی جائے محض خلا کا حصہ کسی جگہ نظر نہیں آئے گا پس کامل استقرار جو مجہولات کی اصلیت دریافت کرنے کے لئے اوّل درجہ پر ہے صریح اور صاف طور پر سمجھاتا ہے کہ محض خلا کسی جگہ نہیں ہے۔ اور جیسا کہ پہلا آدم جمالی اور جلالی رنگ میں مشتری اور زُحل کی دونوں تاثیریں لے کر پیدا ہوا اسی طرح وہ آدم جو ہزار ششم کے آخر میں پیدا ہوا وہ بھی یہ دونوں تاثیریں اپنے اندر رکھتا ہے اسی کے

دیتے ہیں۔ یہ تین چیزیں ہیں یعنے دجّال اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض جو مسیح موعود کے آنے کی علامتیں زمین پر ہیں اور ان کے سوا اور بھی زمینی علامتیں ہیں چنانچہ

بقیہ حاشیہ

پہلے قدم پر مُردوں کا زندہ ہونا ہے اور دوسرے قدم پر زندوں کا مرنا ہے یعنے قیامت ہیں۔ خدا نے اس کے وقت میں رحمت کی نشانیاں بھی رکھی ہیں اور قہر کی بھی تا دونوں رنگ جمالی اور جلالی ثابت ہو جائیں آخری زمانہ کی نسبت خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ آفتاب اور ماہتاب ایک ہی وقت میں تاریک ہو جائینگے زمین پر جا بجا خسف واقع ہوگا۔ پہاڑ اُڑائے جائینگے۔ یہ سب قہری اور جلالی نشانیاں ہیں۔ عیسائیت کے غلبہ کے زمانہ کی نسبت بھی اسی قسم کے اشارات قرآن شریف میں پائے جاتے ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ قریب ہے کہ اس دین کے غلبہ کے وقت آسمان پھٹ جائیں اور زمین میں بذریعہ خسف وغیرہ بلائیں واقع ہوں غرض وجود آدم ثانی بھی جامع جلال و جمال ہے اور اسی وجہ سے آخر ہزار ششم میں پیدا کیا گیا اور ہزار ششم کے حساب سے دُنیا کے دنوں کا یہ جمعہ ہے اور جمعہ میں سے یہ عصر کا وقت ہے جس میں یہ آدم پیدا ہُوا۔ اور سورۂ فاتحہ میں اس مقام کے متعلق ایک لطیف اشارہ ہے اور وہ یہ کہ چونکہ سورۃ فاتحہ ایک ایسی صورت ہے جس میں مبداء اور معاد کا ذکر ہے یعنے خدا کی ربوبیت سے لیکر یوم الدین تک سلسلہ صفات الٰہیہ کو پہنچایا ہے۔ اس مناسبت کے لحاظ سے حکیم ازلی نے اس سورۃ کو سات آیتوں پر تقسیم کیا ہے تا دنیا کی عمر میں سات ہزار کی طرف اشارہ ہو۔ اور چھٹی آیت اس سورۃ کی اھدنا الصراط المستقیم ہے گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چھٹے ہزار کی تاریکی آسمانی ہدایت کو چاہے گی اور انسانی سلیم فطرتیں خدا کی جناب سے ایک ہادی کو طلب کرینگی یعنے مسیح موعود کو۔ اور ضالین پر اس سورۃ کو ختم کیا ہے یعنے ساتویں آیت پر جو ضالین کے لفظ پر ختم ہوتی ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضالین پر قیامت آئے گی۔ یہ سورۃ درحقیقت بڑے دقائق اور حقائق کی جامع ہے جیسا کہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں اور اس سورۃ کی یہ دُعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین یہ صاف اشارہ کر رہی ہے کہ اس امت کیلئے ایک آنیوالے گروہ مغضوب علیہم کے ظہور سے اور دوسرے گروہ ضالین کے غلبہ کے زمانہ میں ایک سخت ابتلا

اونٹ کی سواری اور بار برداری کا اکثر حصہ زمین سے موقوف ہو جانا ایک خاص علامت مسیح کے آجانے کی ہے۔ حجج الکرامہ میں ابن واطیل وغیرہ سے روایت لکھی ہے کہ مسیح عصر کے وقت آسمان سے نازل ہوگا اور عصر سے ہزار کا آخری حصہ مراد لیا ہے دیکھو حجج الکرامہ صفحہ ۴۲۸۔ اس قول سے ظاہر ہے کہ اس جگہ ہزار سے مراد ہزار ششم ہے اور ہزار ششم کے عصر کا وقت اس عاجز کی پیدایش کا زمانہ ہے جو حضرت آدم کی پیدایش کے زمانہ کے مقابل پر ہے۔ اس پر دلیل یہ ہے کہ آخری زمانہ کا جو ہزار ہے وہ آدم کے چھٹے دن کے مقابل پر ہزار ششم ہے جس میں مسیح موعود کا آنا ضروری ہے اور آخری حصہ اس کا وقت عصر کہلاتا ہے۔ پس ابن واطیل کا اصل قول جو سرچشمہ نبوت سے لیا گیا ہے اس طرح پر معلوم ہوتا ہے نزول عیسٰی یکون فی وقت صلوٰۃ العصر فی الیوم السادس من الایّام المحمدیۃ حین تمضی ثلثۃ ارباعہ۔ یعنے نزول عیسیٰ مسیح محمدی دن کے عصر کے وقت میں ہوگا جب تین حصے اُس دن کے گذر چکیں گے یعنے ہزار ششم کا آخری حصہ کچھ باقی رہے گا اور باقی سب گذر چکے گا اسوقت عیسٰی کی رُوح زمین پر آئیگی۔ یاد رہے کہ صوفیہ کی اصطلاح میں یوم محمدی سے مراد ہزار سال ہے جو

بقیہ حاشیہ در پیش ہے جس سے بچنے کے لئے پانچ وقت دُعا کرنی چاہیئے اور یہ دُعا سورۂ فاتحہ کی اس طور پر سکھائی گئی کہ پہلے الحمد للہ سے مالک یوم الدین تک خدا کے محامد اور صفات جمالیہ اور جلالیہ ظاہر فرمائے گئے تا دل بول اُٹھے کہ وہی معبود ہے چنانچہ انسانی فطرت نے ان پاک صفات کا دلدادہ ہو کر ایاک نعبد کا اقرار کیا اور پھر اپنی کمزوری کو دیکھا تو ایاک نستعین کہنا پڑا اور پھر خدا سے مدد پاکر یہ دُعا کی جو جمیع اقسام شر سے بچنے کے لئے اور جمیع اقسام خیر کو جمع کرنے کے لئے کافی ووافی ہے یعنے یہ دُعا کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین۔ آمین۔ یہ تو ظاہر ہے کہ سعادت تامہ تبھی حاصل ہوتی ہے کہ انسان اُن تمام شروں اور بدیوں سے محفوظ رہے جنکا کوئی نمونہ قیامت تک ظاہر ہونے والا ہے اور نیز تمام نیکیاں حاصل ہوں جو قیامت تک ظاہر ہونیوالی ہوں سو ان دونوں پہلوؤں کی یہ دعا جامع ہے۔ ایسا ہی قرآن کریم کے آخر کی تین سورتوں میں سے اول سورۃ اخلاص میں یہ سکھلایا گیا کہ قل ھو اللّٰہ احد اور اس آیت میں وہ عقیدہ جو قبول کرنے کے لائق ہے پیش کیا گیا۔ اور پھر لم یلد ولم یولد سکھا کر وہ عقیدہ جو رد کرنے کے لائق

روز وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے شمار کیا جاتا ہے چنانچہ ہم اسی حساب سے سورۃ والعصر کے اعداد لکھ کر ثابت کر چکے ہیں کہ اس عاجز کی پیدایش اس وقت ہوئی تھی جبکہ یوم محمدی میں سے صرف گیارہ سال باقی رہنے تھے جو اس دن کا آخری حصہ ہے۔ یاد رہے کہ اکثر صوفی جو ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہیں اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے اسبات کی طرف گئے ہیں کہ مسیح موعود تیرھویں صدی میں یعنے ہزار ششم کے آخر میں پیدا ہوگا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب کا الہام "چراغ دین" جو مہدی معہود کی پیدائش کے بارے میں ہے صاف دلالت کرتا ہے کہ ظہور کا وقت ہزار ششم کا آخر ہے۔ اسی طرح بہت سے اکابر امت نے پیدایش مسیح موعود کے لئے ہزار ششم کا آخر لیا ہے اور چودھویں صدی اس کے بعث اور ظہور کی تاریخ لکھی ہے اور چونکہ مومن کے لئے خدا تعالےٰ کی کتاب سے بڑھ کر کوئی گواہ نہیں اس لئے اس بات سے انکار کرنا کہ مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہزار ششم کا آخر ہے۔ خدا تعالےٰ کی کتاب سے انکار ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ نے سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ سے مشابہت دیکر خود ظاہر فرما دیا ہے کہ پیدایش مسیح موعود ہزار ششم کے آخر میں ہے۔ پھر ماسوا اسکے صورت عالم پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہزار ششم میں زمین پر ایک انقلاب عظیم آیا ہے بالخصوص اس ساٹھ برس کی مدت میں کہ جو تخمیناً میری عمر کا اندازہ ہے اس قدر صریح تغیر صفحہ ہستی پر ظہور پذیر ہے کہ گویا وہ دنیا ہی نہیں رہی نہ وہ سواریاں رہیں اور نہ وہ طریق تمدن رہا اور نہ بادشاہوں میں وہ وسعت اقتدار حکومت رہی نہ وہ راہ رہی اور نہ وہ مرکب۔ اور یہاں تک ہر ایک بات میں جدت ہوئی کہ انسان کی پہلی طرزیں تمدن کی گویا تمام منسوخ ہو گئیں اور زمین اور اہل زمین نے ہر ایک پہلو میں گویا پیرایۂ جدید پہن لیا اور بُدّلت الارض غیر الارض کا نظارہ آنکھوں کے سامنے

بقیہ حاشیہ در حاشیہ ہے وہ بیان کیا گیا اور پھر سورۂ فلق میں یعنے آیت ومن شر غاسق اذا وقب میں آنیوالی ایک سخت تاریکی سے ڈرایا گیا اور فقرہ قل اعوذ برب الفلق میں ایک مسیح صادق کی بشارت دیگئی اور اس مطلب کے حصول کیلئے سورۃ الناس میں صبر اور ثبات کے ساتھ وساوس سے بچنے کیلئے تاکید کیگئی۔ منہ

آگیا اور ایک دوسرے رنگ میں بھی انقلاب نے اپنا نظارہ دکھلایا یعنے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں پیشگوئی کے طور پر فرمایا تھا کہ ایک وہ نازک وقت آنے والا ہے کہ قریب ہے کہ تثلیث کے غلبہ کے وقت آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر جائیں یہ سب باتیں ظہور میں آگئیں اور اس قدر حد سے زیادہ عیسائیت کی دعوت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب میں غلو کیا گیا کہ قریب ہے کہ وہ راستبازجو اخلاص کی وجہ سے آسمانی کہلاتے ہیں گمراہ ہو جائیں اور زمین پھٹ جائے یعنے تمام زمینی آدمی بگڑ جائیں اور وہ ثابت قدم لوگ جو جبال راسخہ کے مشابہ ہیں گر جائیں اور قرآن شریف کی وہ آیت جس میں یہ پیشگوئی ہے یہ ہے تکاد السمٰوٰت ۱۱ ینفطرن منه وتنشق الارض وتخر الجبال ھدّا۔ اور آیت چونکہ ذوالوجہین ہے اس لئے دوسرے معنے اس کے یہ بھی ہیں کہ قیامت کبریٰ کے قریب عیسائیت کا زمین پر بہت غلبہ ہو جائے گا جیسا کہ آجکل ظاہر ہو رہا ہے اور اس آیت کریمہ کا منشا یہ ہے کہ اگر اس فتنہ کے وقت خدا تعالیٰ اپنے مسیح کو بھیجکر اصلاح اس فتنہ کی نہ کرے تو فی الفور قیامت آجائے گی اور آسمان پھٹ جائینگے۔ مگر چونکہ باوجود اس قدر عیسائیت کے غلو کے اور اسقدر تکذیب کے جواب تک کروڑ ہا کتابیں اور رسالے اور دو ورقہ کاغذات ملک میں شائع ہو چکے ہیں قیامت نہیں آئی تو یہ دلیل اسبات پر ہے کہ خدا نے اپنے بندوں پر رحم کرکے اپنے مسیح کو بھیج دیا ہے کیونکہ ممکن نہیں کہ خدا کا وعدہ جھوٹا نکلے۔ اور گزشتہ تقریر کے رو سے جبکہ دنیا پر انقلاب عظیم آچکا ہے اور قریباً کل ایسی روحیں جو سچائی سے خدا کو طلب کر سکتیں ہلاک ہو گئیں اس لئے اس زمانہ میں روحانی زندگی دوبارہ قائم کرنے کے لئے ایک جدید آدم کی ضرورت پڑی اس آدم کی قدر و منزلت اس سے ظاہر ہے کہ وہ آدم ایمان جیسے جوہر کو دوبارہ دنیا میں لانے والا اور زمین کو پلیدی سے صاف کرنے والا ہے اور اسکی ضرورت اس سے ظاہر ہے کہ اب اسلام اپنے دونوں پہلوؤں اعتقادی اور عملی کے رو سے غربت کی حالت میں ہے لہذا نبیوں کی تمام پیشگوئیوں کے ظہور کا اب

یہ وقت ہے اور آسمانی برکتوں کا انتظار ؛

اب ہم اس خاتمہ میں دانیال کی کتاب میں سے ایک پیشگوئی اور ایسا ہی یسعیا نبی کی کتاب میں سے بھی ایک پیشگوئی لکھتے ہیں کہ جو مسیح موعود کے ظہور کے بارے میں ہے اور وہ یہ ہے :-

دانیال باب ۱۲

ובעת ההיא יעמד מיכאל השר

وباعیت ھَھیا یعمود میکائیل ھسّار

اور اسوقت ہوگا مبعوث وہ جو خدا کی مانند ہے حاکم

הגדול העמד על־בני עמך

ھجّادول ھاعومیڈ عل بَنیٔ عمیک

اعلیٰ وہ مبعوث ہوگا تیری قوم کی حمایت میں

והיתה עת צרה אשר

وھایتاہ عیت صارہ آشیر

اور ہوگا زمانہ دشمنوں کا ایسا زمانہ

לא־נהיתה מהיות גוי עד העת

لونہی تاہ مہیوت گوئی عد ھاعت

کہ نہ ہوا ہوگا امت کے ابتدا سے لے کر

ההיא ובעת ההיא ימלט

ھ ھیا وباعیت ھہیا یما لیط

اسوقت تک اور اسوقت ایسا ہوگا کہ نجات پائے گا

עמך כל־הנמצא כתוב בספר

عمیکا کول ھنمصا کاتوب بسیفر

تیری قوم میں سے ہر ایک کہ پایا جائیگا لکھا ہوا کتاب میں

ורבים מישני אדמת - עפר
ورابیم مِشینی آدمت عافار
اور بہت جو سُست پڑے ہیں زمین کے اندر

יקיצו אלה לחיי עולם ואלה
یاقیصو ایلیہ لحیی عولام وایلیہ
جاگ اُٹھیں گے یہ ہمیشہ کی زندگی کے

לחרפות לדראון עולם
لحرافوت لدراون عولام
واسطے اور یہ انکار اور ابدی لعنت کے واسطے

והמשכילים יזהרו כזהר
وہمسکیلیم یزہرو کزوہر
اور اہل دانش چمکیں گے مانند چمک

הרקיע ומצדיקי הרבים ככוכבים
ہارقیعہ ومصدیقی ہاربیم ککوکابیم
آسمان کی اور صادقوں سے بہت ہوں گے مانند ستاروں کے

לעולם ועד ואתה דניאל סתם
لعولام وعاد واتاہ دانی ایل ستوم
ہمیشہ اور ہمیشہ اور تو اے دانیال پوشیدہ رکھ

הדברים וחתם הספר עד עת
ہدِ بارِیم وختوم ہسیفر عد عیت
ان باتوں کو اور سربمہر رکھ اس کتاب کو وقت آخر

קץ ישטטו רבים ותרבה הדעת
قیص یش طٹو ربیم وتربینہ ہداعت
تک جبکہ لوگ زمین پر شطٹو ہوں گے اور ادھر ادھر دوڑینگے اور سیر کرینگے اور ملیں گے اور

וראיתי אני דניאל והנה שנים
وراِیتی انی دانی ایل وہنیہ شنے یم
علم بہت بڑھ جائے گا۔ اور نظر کی میں دانیال نے اور دیکھے دو

אחרים עמדים אחד הנה לשפת
اخِریم عومدیم احاد ہیناہ لشوفت
اور کھڑے ہونگے ایک اس طرف دریا کے

היאר ואחד הנה לשפת היאר
ہیئور واحاد ہیناہ لشوفت ہیئور
اور دوسرا اس طرف دریا کے دریا

ויאמר לאיש לבוש הבדים אשר
ویومیر لا ایش لبوش ہبدیم اشیر
اور کہا اس آدمی کو جس کا لباس لبے تاگوں کا تھا جو کہ

ממעל למימי היאר עד מתי
مِمَعل لمے مے ہیئور عد ماتی
اوپر دریا کے پانی کے تھا کب ہوگا

קץ הפלאות ואשמע את האיש
قیص ہفلا اوت وآشمع ایت ہا ایش
انجام مصائب کا اور میں نے اس آدمی کو جو لبے تاگوں والا

לבוש הבדים אשר ממעל למימי
لبوش ہبدیم اشیر ممعل لمے مے
لباس پہنے تھا جو کہ اوپر پانیوں

היאר וירם ימינו ושמאלו
ہیئور ویارام یمنو و شمولو آل
دریا کے تھا اور اس نے بلند کیا اپنا دایاں اور بایاں آسمان

השמים וישבע בחי העולם כי למועד

مشامیم ویشابع بیحی ہاعولام کی لموعیْد

کی طرف اور قسم کھائی ابدی زندہ خدا کی کہ اس زمانہ کی مدت ہے

מועדים וחצי וככלות נפץ יד עם

موعدیم وحیْضی وککلوت نفیْض ید عم

دو زمانے ہیں اور ایک زمانہ کا حصہ اور یہ پورا ہوگا اور مقدس جماعت میں تفرقہ پڑے گا

קדש תכלינה כל אלה ואני שמעתי

قودیش تلت یئے ناہ کول یئے ہلہ وانی شامعتی

اور انکا زور ٹوٹ جائے گا اور یہ سب باتیں پوری ہونگی اور میں نے سُنا

ולא אבין ואמרה אדני מה אחרית

ولو آبین واومراہ ادونی ماہ احریت

پر نہ جانا اور میں نے کہا اے خداوند کیا ہے انجام

אלה ויאמר לך דניאל כי סתמים

ایلیہ ویومیر لیک دانی ایل کی ستومیم

اور سب باتوں کا اور کہا چلا جا دانیال کیونکہ پوشیدہ رہیں گی

וחתמים הדברים עד עת קץ יתבררו

وحتومیم ہدّ باریم عد عیت قیص یتباررو

اور سربمہر رہیں گی یہ باتیں وقت آخر تک بہتوں کا ابراکیا جائیگا

יתלבנו ויצרפו רבים והרשיעו רשעים

ویت لبّ نو ویصّارِفو ربّیم وہرشی عو رشاعیم

اور بہتوں کو سفید کیا جائیگا اور بہتوں کو آزمائش میں لایا جائے گا اور شریر شرارت سے شورو

ולא יבינו כל רשעים והמשכלים

ولو یابی نو کول رشاعیم وہمسکیلیم

غوغا مچائینگے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھے گا پر اہل دانش

יבינו ומעת הוסר התמיד ולתת

یابی نو ومے عیت ہوسر ہتّامید ولاتیت

سمجھ لینگے اور اسوقت سے جبکہ دائمی قربانی موقوف ہوگی اور بتوں کو

שקוץ שמם ימים אלף מאתים

شقّوص شومیم یامیم ایلیف ماتیم

تباہ کیا جائے گا اسوقت تک بارہ ۱۲۹۰ سو نوّے

ותשעים אשרי המחכה ויגיע

وتش عیم اَشریے ہمحکاہ ویجیع

دن ہوں گے مبارک ہے جو انتظار کیا جائے گا اور اپنا کام

לימים אלף שלש מאות שלשים

لیامیم ایلیف شلوش مے اوت شلوشیم

محنت سے کرے گا تیرہ سو پینتیس روز تک

וחמשה ואתה לך לקץ ותנוח

وحمی شاہ واتاہ لیک لقیص وتانوح

۱۳۳۵ ※ اور تو چلا جا آخر تک اے دانیال

ותעמד לגרלך לקץ הימין

وتعمود لجورالك لقیص ہیامین

اور آرام کر اور اپنے حصے پر اخیر پر کھڑا ہوگا

※ اس فقرہ میں دانی ایل نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے، جب بارہ ۱۲۹۰ سو نوّے برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ اور تیرہ سو پینتیس ۱۳۳۵ ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس ۳۵ برابر کام کرتا رہے گا اب دیکھو اس پیشگوئی میں کس قدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دیگئی اب بتلاؤ کیا اسکے انکار کرنا ایمانداری ہے۔ منہ ※

החרישו אלי איים ולאמים

محرِیشو اے لَیِ ایّیم وُل اُومِیم

خاموش ہوجاؤ میرے آگے اے جزیرو اُمت

יחליפו כח יגשו אז ידברו

وحلی فو کواح یِج شو آز یَدَبیرو

ازسرنو سرسبز ہوگی اور قوت پکڑے گی وے قریب پُہنچیں گے پھر سب ایک

יחדו למשפט נקרבה מי העיר

یحِدَاوْ لمشفاط نِقرِیباہ مِی ھی عیر

بات پر متفق ہونگے ہم قضٰی (فیصلہ) کے قریب آئینگے کس نے مبعوث کیا

ממזרח צדק יקראהו לרגלו יתן

مِمِزراح صَدِیق یقراء ھو لرجلو یتّین

مشرق کی طرف سے صادق کو٭ اسے اپنے حضور میں بلایا دھردیا

לפניו גוים ומלכים ירד יתן

لفانایو گویم وملاکیم یریُد یتین

اس کے منہ کے آگے قوموں اور بادشاہوں پر اسے حاکم کیا اس نے کردیا

כעפר חרבו כקש נדף קשתו

کعافار حَرَبُو کقاش نِدَاف قشتو

خاک کی مانند اسکی تلوار کو مانند بھوسے اڑتے ہوئے کی اسکی کمان کو

٭ آیت کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود جو آخری زمانہ میں پیدا ہوگا وہ مشرق میں یعنی ملک ہند میں ظاہر ہوگا۔ اگرچہ اس آیت میں تصریح نہیں کہ آیا پنجاب میں مبعوث ہوگا یا ہندوستان میں مگر دوسرے مقامات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پنجاب میں ہی مبعوث ہوگا۔ منہ

ירדפם יעבר שלום ארח ברגליו

یِردفیم یعبور شالوم اورح برَجْلایو

اس نے اُن کا تعاقب کیا اور گذر گیا سلامت ایسی راہ سے جسپر کہ وہ

לא יבוא מי פעל ועשה

لو یابو مِی فاعَل وعَاسَاہْ

اپنے پاؤں پر نہیں چلا کس نے یہ کام کیا اور اسے انجام دیا

קרא הדרות מראש אני יהוה

قوری ھدوروت مے روش انی یہوواہ

وہ جس نے ساری پشتوں کو ابتدا سے پڑھ سنایا میں وہی پہلا خدا ہوں

ראשון ואת אחרנים אני הוא

ریشوُن وایَث آحَرونِیم اَنِی ھو

اور آخرین کے ساتھ ہوں

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ

ہم نے مناسب سمجھا ہے کہ اپنے دعوے کے متعلق جسقدر ثبوت ہیں اجمالی طور پر انکو اس جگہ اکٹھا کر دیا جائے۔ سو اوّل تمہیدی طور پر اس بات کا لکھنا ضروری ہے کہ میرا دعویٰ یہ ہے کہ میں وہ مسیح موعود ہوں جس کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تمام پاک کتابوں میں پیشگوئیاں ہیں کہ وہ آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ ہمارے علماء کا خیال ہے کہ وہی مسیح عیسیٰ بن مریم جس پر انجیل نازل ہوئی تھی آخری زمانہ میں آسمان پر سے نازل ہوگا لیکن ظاہر ہے کہ قرآن شریف اس خیال کے مخالف ہے اور آیت [۱] فلمّا توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم۔ اور آیت [۲] کانا یاکلان الطعام۔ اور آیت [۳] ما محمد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اور آیت [۴] فیھا تحیون وفیھا تموتون۔ اور دوسری تمام آیتیں جن کا ہم اپنی کتابوں میں ذکر کر چکے ہیں۔ اس امر پر قطعیۃ الدلالت ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور انکی فوت کا انکار قرآن سے انکار ہے اور پھر اس کے بعد اگرچہ اسبات کی ضرورت نہیں کہ ہم احادیث سے حضرت مسیح کی وفات کی دلیل ڈھونڈیں لیکن پھر بھی جب ہم حدیثوں پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ کافی حصہ اس قسم کی حدیثوں کا موجود ہے جنمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ایک سو بیس (۱۲۰) برس عمر لکھی ہے اور جن میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر عیسیٰ اور موسیٰ زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے اور جن میں لکھا گیا ہے کہ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات یافتہ روحوں میں داخل ہیں چنانچہ معراج کی تمام حدیثیں جو صحیح بخاری میں ہیں وہ اس بات پر گواہ ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام معراج کی رات میں وفات شدہ روحوں میں دیکھے گئے۔ اور سب سے بڑھ کر حدیثوں کے رو سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ تمام صحابہ کا اس پر اجماع ہو گیا تھا کہ گزشتہ تمام نبی جنمیں حضرت عیسیٰ بھی داخل ہیں سب کے سب فوت ہو چکے ہیں اس اجماع کا ذکر صحیح بخاری

میں موجود ہے جس سے ایک صحابی بھی باہر نہیں۔ اب اس طالب حق کے لئے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے حضرت مسیح کی وفات کے بارے میں زیادہ ثبوت کی ضرورت نہیں۔ ماسوا اس کے خود حضرت عیسیٰ علیہ السلام انجیل میں اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ میری آمد ثانی بروزی رنگ میں ہوگی نہ حقیقی رنگ میں اور وہ اقرار یہ ہے (۱۰) "اور اس کے شاگردوں نے اس سے پوچھا پھر فقیہہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضروری ہے" یعنے مسیح کے آنے سے پہلے الیاس کا آنا کتابوں کے رو سے ضروری ہے (۱۱) یسوع نے انہیں جواب دیا کہ "الیاس البتہ پہلے آویگا اور سب چیزوں کا بندوبست کرے گا (۱۲) پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن انہوں نے اس کو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اس کے ساتھ کیا۔* اسی طرح ابن آدم بھی ان سے (آمد ثانی کے وقت میں) دُکھ اُٹھائے گا" دیکھو انجیل متی باب ۱۷۔ آیت ۱۰ و نمبر ۱۱ و ۱۲۔ ان آیات میں مسیح نے صاف لفظوں میں فرمادیا کہ اُس کا دوبارہ آنا بھی الیاس کے رنگ میں ہوگا۔ چونکہ مسیح اس سے پہلے کئی دفعہ اپنی آمد ثانی کا حواریوں کے سامنے ذکر کرچکا تھا جیسا کہ اسی انجیل متی سے ظاہر ہے اس لئے اس نے چاہا کہ الیاس کی آمد ثانی کی بحث میں اپنی آمد ثانی کی حقیقت بھی ظاہر کردے سو اس نے بتلا دیا کہ میری آمد ثانی بھی الیاس کی آمد ثانی کی مانند ہوگی یعنے محض بروزی طور پر ہوگی۔ اب کس قدر ظلم ہے کہ مسیح تو اپنی آمد ثانی کو بروزی طور پر بتلاتا ہے اور صاف کہتا ہے کہ میں نہیں آؤں گا بلکہ میرے خُلق اور خو پر کوئی اور آئیگا۔ اور ہمارے مولوی اور بعض

* کیا تعجب ہے کہ سیّد احمد بریلوی اس مسیح موعود کے لئے الیاس کے رنگ میں آیا ہو کیونکہ اس کے خون نے ایک ظالم سلطنت کا استیصال کرکے مسیح موعود کے لئے جو یہ راقم ہے راہ کو صاف کیا اسی کے خون کا اثر معلوم ہوتا ہے جس نے انگریزوں کو پنجاب میں بلایا اور اس قدر سخت مذہبی روکوں کو جو ایک آہنی تنور کی طرح تھیں دُور کرکے ایک آزاد سلطنت کے حوالہ پنجاب کو کردیا اور تبلیغ اسلام کی بنیاد ڈال دی۔ منہ

عیسائی یہ خیال کررہے ہیں* کہ مسیح خود ہی وہ دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ اس جگہ ایک لطیفہ بیان کرنے کے لائق ہے جس سے ظاہر ہوگا کہ خدا تعالیٰ کے علم میں ایک زمانہ مقدر تھا جس میں فوت شدہ رُوحیں بروزی طور پر آنے والی تھیں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یعنے سورۂ انبیاء جزو نمبر ۱۷ میں ایک پیشگوئی کی ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ ہلاک شدہ لوگ یاجوج ماجوج کے زمانہ میں پھر دنیا میں رجوع کریں گے اور وہ یہ آیت ہے وحرام علیٰ قریۃ اھلکنٰھا انھم لا یرجعون حتّی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون۔ واقترب الوعد الحق اور اس کے اوپر کی یہ آیتیں ہیں والتی احصنت فرجھا فنفخنا فیھا من روحنا وجعلنٰھا وابنھا اٰیۃ للعالمین۔ ان ھٰذہ امتکم امۃ واحدۃ وانا ربکم فاعبدون۔ وتقطعوا امرھم بینھم کل الینا راجعون۔ فمن یعمل من الصّٰلحٰت وھو مؤمن فلا کفران لسعیہٖ وانا لہ کاتبون۔ ترجمہ ان آیات کا یہ ہے کہ مریم نے جب اپنے اندام نہانی کو نامحرم سے محفوظ رکھا یعنے غایت درجہ کی پاکدامنی اختیار کی تو ہم نے اس کو یہ انعام دیا کہ وہ بچہ اسکو عنایت کیا جو رُوح القدس کے نفخ سے پیدا ہوا تھا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے جو دنیا میں بچے دو قسم کے پیدا ہوتے ہیں (۱) ایک جنمیں نفخ رُوح القدس کا اثر ہوتا ہے اور ایسے بچے وہ ہوتے ہیں جب عورتیں پاکدامن اور پاک خیال ہوں اور اسی حالت میں استقرار نطفہ ہو وہ بچے پاک ہوتے ہیں اور شیطان کا ان میں حصہ نہیں ہوتا (۲) دوسری وہ عورتیں ہیں جن کے حالات اکثر گندے اور ناپاک رہتے ہیں پس انکی اولاد میں شیطان اپنا حصہ ڈالتا ہے جیسا کہ آیت وشارکھم فی الاموال والاولاد

* ہم نے بعض کا لفظ اس واسطے لکھا ہے کہ کل عیسائی اس پر متفق نہیں ہیں کہ مسیح دوبارہ دنیا میں آجائے گا۔ بلکہ ایک گروہ عیسائیوں میں سے اس بات کا بھی قائل ہے کہ دوسرا مسیح کوئی اور ہے جو مسیح ابن مریم کے رنگ اور خو پر آئے گا۔ اسی وجہ سے عیسائیوں میں بعض نے جھوٹے دعوے کئے کہ وہ مسیح ہم ہیں۔ منہ

اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے جس میں شیطان کو خطاب ہے کہ ان کے مالوں اور بچوں میں حصہ دار بنجا یعنے وہ حرام کے مال اکٹھا کرینگی اور ناپاک اولاد جنیگی۔ ایسا سمجھنا غلطی ہے کہ حضرت عیسیٰ کو نفخ رُوح سے کچھ خصوصیت تھی جس میں دوسروں کو حصہ نہیں بلکہ نعوذ باللہ یہ خیال قریب قریب کفر کے جا پہنچتا ہے۔ اصل حقیقت صرف یہ ہے کہ قرآن شریف میں انسانوں کی پیدائش میں دو قسم کی شراکت بیان فرمائی گئی ہے۔(۱) ایک رُوح القدس کی شراکت جب والدین کے خیالات پر ناپاکی اور خباثت غالب نہ ہو۔(۲) اور ایک شیطان کی شراکت جب ان کے خیال پر ناپاکی اور پلیدی غالب ہو۔ اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں بھی ہے کہ لایلدوا الّا فاجرًا کفارا۔ پس بلاشبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن لوگوں میں سے تھے جو مَس شیطان اور نفخ ابلیس سے پیدا نہیں ہوئے اور بغیر باپ کے پیدا ہونا یہ امر دیگر تھا جس کو رُوح القدس سے کچھ تعلق نہیں۔ دنیا میں ہزاروں کیڑے مکوڑے برسات کے دنوں میں بغیر باپ کے بلکہ بغیر ماں اور باپ دونوں کے پیدا ہو جاتے ہیں تو کیا وہ رُوح القدس کے فرزند کہلاتے ہیں۔ رُوح القدس کے فرزند وہی ہیں جو عورتوں کی پاکدامنی اور مردوں کے کامل پاک خیال کی حالت میں رحم مادر میں وجود پکڑتے ہیں۔ اور انکی ضد شیطان کے فرزند ہیں۔ خدا کی ساری کتابیں یہی گواہی دیتی آئی ہیں۔ اور پھر بقیہ ترجمہ یہ ہے کہ ہم نے مریم اور اسکے بیٹے کو بنی اسرائیل کے لئے اور ان سب کے لئے جو سمجھیں ایک نشان بنایا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت عیسیٰ کو بغیر باپ کے پیدا کر کے بنی اسرائیل کو سمجھا دیا کہ تمہاری بداعمالی کے سبب سے نبوت بنی اسرائیل سے جاتی رہی کیونکہ عیسیٰ باپ کے رو سے بنی اسرائیل میں سے نہیں ہے۔ اس مقام میں یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اکثر پادری جو کہا کرتے ہیں کہ توریت میں جو مثیل موسیٰ کا وعدہ ہے اور لکھا ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے موسیٰ کی مانند ایک نبی قائم کیا جائے گا وہ نبی یسوع یعنے عیسیٰ بن مریم ہے۔ یہ قول ان کا اسی جگہ سے غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ جس حالت میں بنی اسرائیل میں سے حضرت عیسیٰ کا کوئی باپ نہیں ہے تو وہ بنی اسرائیل کا بھائی کیونکر

بن سکتا ہے پس بلاشبہ ماننا پڑا کہ لفظ "تمہارے بھائیوں میں سے" جو توریت میں موجود ہے اس سے مراد وہ نبی ہے جو بنی اسمٰعیل میں سے ظاہر ہوا یعنے محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کیونکہ توریت میں جا بجا بنی اسماعیل کو بنی اسرائیل کے بھائی لکھا ہے لیکن ایسا شخص جو باقرار فریقین کسی اسرائیلی مرد کے نطفہ میں سے نہیں ہے اور نہ اسمٰعیلی مرد کے نطفہ سے۔ وہ کسی طرح بنی اسرائیل کا بھائی نہیں کہلا سکتا اور نہ حسب ادعائے عیسائیاں وہ موسیٰ کی مانند ہے کیونکہ وہ تو ان کے نزدیک خدا ہے اور موسیٰ تو خدا نہیں اور ہمارے نزدیک بھی وہ موسیٰ کی مانند نہیں کیونکہ موسیٰ نے ظاہر ہو کر تین بڑے کھلے کھلے کام کئے جو دنیا پر روشن ہو گئے ایسے ہی کھلے کھلے تین کام جو دنیا پر بدیہی طور پر ظاہر ہو گئے ہوں جس نبی سے ظہور میں آئے ہوں وہی نبی مثیل موسیٰ ہوگا۔ اور وہ کام یہ ہیں (۱) اوّل یہ کہ موسیٰ نے اُس دشمن کو ہلاک کیا جو انکی اور انکی شریعت کی بیخکنی کرنا چاہتا تھا (۲) دوسرے یہ کہ موسیٰ نے ایک نادان قوم کو جو خدا اور اسکی کتابوں سے ناواقف تھی اور وحشیوں کی طرح چار سو برس سے زندگی بسر کرتے تھے کتاب اور خدا کی شریعت دی یعنے توریت عنایت کی۔ اور ان میں شریعت کی بنیاد ڈالی (۳) تیسرے یہ کہ بعد اسکے کہ وہ لوگ ذلت کی زندگی بسر کرتے تھے انکو حکومت اور بادشاہت عنایت کی اور ان میں سے بادشاہ بنائے۔ ان تینوں انعامات کا قرآن شریف میں ذکر ہے جیسا کہ فرمایا۔ قال عسٰی ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون۔ دیکھو سورۃ الاعراف الجزو نمبر ۹۔ اور پھر دوسری جگہ فرمایا فقد اٰتینا اٰل ابراھیم الکتٰب والحکمۃ واٰتینٰھم ملکًا عظیمًا۔ دیکھو سورۃ النساء الجزو نمبر ۵۔ اب سوچکر دیکھ لو کہ ان تینوں کاموں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک ذرہ بھی مناسبت نہیں نہ وہ پیدا ہو کر یہودیوں کے دشمن کو ہلاک کر سکے اور نہ وہ ان کے لئے کوئی نئی شریعت لائے اور نہ انھوں نے بنی اسرائیل یا انکے بھائیوں کو بادشاہت بخشی۔ انجیل کیا تھی وہ صرف توریت کے چند احکام کا خلاصہ ہے جس سے پہلے یہود بے خبر نہیں تھے گو اس پر کاربند نہ تھے یہود گو

حضرت مسیح کے وقت میں اکثر بدکار تھے مگر پھر بھی انکے ہاتھ میں توریت تھی پس انصاف ہمیں اس گواہی کے لئے مجبور کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کچھ مماثلت نہیں رکھتے۔ اور یہ کہنا کہ جس طرح موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اسی طرح حضرت عیسیٰ نے اپنے تابعین کو شیطان کے ہاتھ سے نجات دی یہ ایسا بیہودہ خیال ہے کہ کوئی شخص گو کیسا ہی اغماض کرنے والا ہو اس خیال پر اطلاع پاکر اپنے تئیں ہنسنے سے روک نہیں سکے گا۔ مخالف کے سامنے اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ عیسیٰ نے ضرور اپنے پیرووں کو شیطان سے اسی طرح نجات دیدی جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی۔ موسیٰ کا بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دینا ایک تاریخی امر ہے جس سے نہ کوئی یہودی منکر ہو سکتا ہے نہ عیسائی نہ مسلمان نہ گبر نہ ہندو کیونکہ وہ دنیا کے واقعات میں سے ایک واقعہ مشہورہ ہے مگر عیسیٰ کا اپنے تابعین کو شیطان کے ہاتھ سے نجات دینا صرف اعتقادی امر ہے جو محض نصاریٰ کے خیالات میں ہے۔ خارج میں اس کا کوئی وجود نہیں جس کو دیکھ کر ہر ایک شخص بدیہی طور پر قائل ہو سکے کہ ہاں یہ لوگ درحقیقت شیطان اور ہر ایک بدکاری سے نجات پاگئے ہیں اور ان کا گروہ ہر ایک بدی سے پاک ہے نہ ان میں زنا ہے نہ شراب خوری نہ قماربازی اور نہ خونریزی بلکہ تمام مذاہب کے پیشوا اپنے اپنے خیال میں اپنی اپنی امتوں کو شیطان کے ہاتھ سے نجات دیتے ہیں۔ اس نجات دہی کے دعوے سے کس پیشوا کو انکار ہے۔ اب اس بات کا کون فیصلہ کرے کہ دوسروں نے اپنی امت کو نجات نہیں دی مگر مسیح نے دی پیشگوئی میں تو کوئی کھلا کھلا تاریخی واقعہ ہونا چاہیئے جو موسیٰ کے واقعہ سے مشابہ ہو نہ کہ اعتقادی امر کہ جو خود ثبوت طلب ہے۔ ظاہر ہے کہ پیشگوئی سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے بطور دلیل کے کام آسکے لیکن جب ایک پیشگوئی خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی ہے مماثلت ایسے امور میں چاہیئے کہ جو واقعات مشہورہ میں داخل ہوں نہ یہ کہ صرف اپنی اعتقادیات ہوں جو خود ثبوت طلب ہیں۔ بھلا انصافاً تم آپ ہی سوچو کہ موسیٰ نے تو فرعون کو مع اس

کے لشکر کے ہلاک کر کے جہان کو دکھلا دیا کہ اس نے یہودیوں کو اس عذاب اور شکنجہ سے نجات دیدی جس میں وہ لوگ قریباً چار سو برس سے مبتلا چلے آتے تھے اور پھر انکو بادشاہت بھی دیدی۔ مگر حضرت مسیح نے اس نجات کے یہودیوں کو کیا آثار دکھلائے اور کونسا ملک انکے حوالہ کیا اور کب یہودی ان پر ایمان لائے اور کب انھوں نے مان لیا کہ اس شخص نے موسیٰ کی طرح ہمیں نجات دیدی اور داؤد کا تخت دوبارہ قائم کیا اور بالفرض اگر وہ ایمان بھی لاتے تو آئندہ جہان کی نجات تو ایک مخفی امر ہے اور ایسا مخفی امر کب اس لائق ہے کہ پیشگوئی میں ایک بدیہی امر کی طرح اس کو دکھلایا جائے جو شخص کسی مدعی نبوت پر ایمان لاتا ہے یہ ایمان تو خود ہنوز جائے بحث ہے کسی کو کیا خبر کہ وہ ایمان لانے سے نجات پاتا ہے یا انجام اس کا عذاب اور مواخذہ الٰہی ہے پیشگوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہئیں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے اور پہچان سکے۔ اس پیشگوئی کا تو یہ مطلب ہے کہ وہ نبی موسیٰ کی طرح بنی اسرائیل کو یا ان کے بھائیوں کو ایک عذاب سے نجات دے گا۔ اسی طرح جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو عذاب سے نجات دی تھی اور نہ صرف نجات دے گا بلکہ ان کو ایام ذلت کے بعد سلطنت بھی عطا کرے گا جیسا کہ موسیٰ نے بنی اسرائیل کو چار سو برس کی ذلت کے بعد نجات دی اور پھر سلطنت عطا کی اور پھر اس وحشی قوم کو موسیٰ کی طرح ایک نئی شریعت سے تہذیب یافتہ کریگا اور وہ قوم بنی اسرائیل کے بھائی ہونگے۔ اب دیکھو کہ کیسی صفائی اور روشنی سے یہ پیشگوئی سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں پوری ہوگئی ہے اور ایسی صفائی سے پوری ہوگئی ہے کہ اگر مثلاً ایک ہندو کے سامنے بھی جو عقل سلیم رکھتا ہو یہ دونوں تاریخی واقعات رکھے جائیں یعنے جس طرح موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دی اور پھر سلطنت بخشی اور پھر ان وحشی لوگوں کو جو غلامی میں بسر کر رہے تھے ایک شریعت بخشی اور جس طرح سیدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غریبوں اور کمزوروں کو جو آپ پر ایمان لائے تھے عرب کے خونخوار درندوں سے نجات دی اور سلطنت عطا کی اور پھر اس وحشیانہ حالت کے بعد ان کو ایک شریعت عطا کی تو بلاشبہ وہ ہندو دونوں واقعات کو ایک ہی رنگ میں

سمجھے گا اور انکی مماثلت کی گواہی دیگا اور خود ہم جبکہ دیکھتے ہیں کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متبعین کو عرب کے خونریز ظالموں کے ہاتھ سے بچا کر اپنے پروں کے نیچے لے لیا اور پھر ان لوگوں کو جو صدہا سال سے وحشیانہ حالت میں بسر کر رہے تھے ایک نئی شریعت عطا فرمائی اور بعد ایام ذلت اور غلامی کے سلطنت عطا فرمائی تو بلا تکلف موسیٰ کے زمانہ کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے اور پھر ذرہ اور غور کر کے جب حضرت موسیٰ کے سلسلۂ خلفاء پر نظر ڈالتے ہیں جو چودہ۱۴ سو برس تک دنیا میں قائم رہا۔ تو اس کے مقابل پر سلسلہ محمدیہ بھی اسی مقدار پر ہمیں نظر آتا ہے یہانتک کہ حضرت موسیٰ کے سلسلہ خلفاء کے آخر میں ایک مسیح ہے جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے ایسا ہی اس سلسلہ کے آخر میں بھی جو مقدار اور مدت میں سلسلہ موسوی کی مانند ہے ایک مسیح دکھائی دیتا ہے اور دونوں سلسلہ ایک دوسرے کے مقابل پر ایسے دکھائی دیتے ہیں کہ جس طرح ایک انسان کی دو ٹانگیں ایک دوسری کے مقابل پر ہوتی ہیں پس اس سے بڑھ کر مماثلت کے کیا معنے ہیں اور یہی حقیقت یہ آیت ظاہر فرماتی ہے کہ انا ارسلنا الیکم رسولاً شاھداً علیکم کما ارسلنا الیٰ فرعون رسولا۔ اور اسی مقام سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس امت کے آخری زمانہ میں مسیح کے مبعوث ہونیکی کیوں ضرورت تھی یعنے یہی ضرورت تھی کہ جبکہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مثیل ٹھہرایا اور نیز سلسلہ خلافت محمدیہ کو سلسلہ خلافت موسویہ کا مثیل مقرر کیا تو جس طرح موسوی سلسلہ موسیٰ سے شروع ہوا اور مسیح پر ختم ہوا یہ سلسلہ بھی ایسا ہی چاہیئے تھا۔ سو موسیٰ کی جگہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مقرر کئے گئے اور پھر آخر سلسلہ میں جو بالمقابل حساب کے رو سے چودھویں صدی تھی ایسا شخص مسیح کے نام سے ظاہر کیا گیا جو قریش میں سے نہیں تھا جس طرح حضرت عیسیٰ بن مریم باپ کے رو سے بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا۔ غرض اس امت کے آخری زمانہ میں مسیح کے آنے کی ضرورت یہی ہے کہ تا دونوں سلسلوں کا اوّل اور آخر باہم مطابق آجائے اور جیسا کہ ایک سلسلہ چودہ سو برس کی مدت تک موسیٰ سے لیکر عیسیٰ بن مریم تک ختم ہوا۔

ایسا ہی دوسرا سلسلہ جو خدا کی کلام میں اس کے مشابہ کھڑا کیا گیا ہے اسی چودہ سو برس کی مدت تک مثیل موسیٰ سے لیکر مثیل عیسیٰ بن مریم تک ختم ہوا۔ یہی خدا کا ارادہ تھا جسکے ساتھ یہ امر بھی ملحوظ ہے کہ جیسا کہ موسوی سلسلہ کا عیسیٰ اس صلیب پر فتحیاب ہوا تھا جو یہودیوں نے کھڑا کیا تھا ایسا ہی محمدی سلسلہ کے عیسیٰ کے لئے یہ مقدر تھا کہ وہ اس صلیب پر فتحیاب ہو جو نصاریٰ نے کھڑا کیا ہے۔ غرض اس امت میں بھی پورا مقابلہ دکھلانے کے لئے آخری خلیفہ خلفاء محمدیہ میں سے عیسیٰ کے نام پر آنا ضروری تھا جیسا کہ اوّل سلسلہ میں موسیٰ کے نام پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور جس طرح یہ اسلامی سلسلہ مثیل موسیٰ سے شروع ہوا اسی طرح ضروری تھا کہ مثیل عیسیٰ پر اس کا خاتمہ ہوتا تا یہ دونوں سلسلے یعنے سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ ایک دوسرے سے مطابق ہو جاتے سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ اور اسی حقیقت کے سمجھنے پر تمام نزاعوں کا فیصلہ موقوف ہے۔ جو بات خدا نے چاہی انسان اُس کو رد نہیں کر سکتا خدا نے دنیا کو اپنے عجائبات قدرت دکھلانے کے لئے ابراہیم کی اولاد سے دو سلسلے قائم کئے اوّل موسوی سلسلہ جو بنی اسرائیل میں قائم کیا گیا اور ایک ایسے شخص پر ختم کیا گیا جو بنی اسرائیل میں سے نہیں تھا یعنے عیسیٰ مسیح۔ اور عیسیٰ مسیح کے دو گروہ دشمن تھے ایک اندرونی گروہ یعنے وہ یہودی جنھوں نے اس کو صلیب دیکر مارنا چاہا جنکی طرف سورۂ فاتحہ میں یعنے آیت غیر المغضوب علیہم میں اشارہ ہے۔ دوسرے بیرونی دشمن یعنے وہ لوگ جو رومی قوم میں سے متعصب تھے جنکو خیال تھا کہ یہ شخص سلطنت کے مذہب اور اقبال کا دشمن ہے۔ ایسا ہی خدا نے آخری مسیح کے لئے دو دشمن قرار دیئے ایک وہی جنکو اُس نے یہودی کے نام سے موسوم کیا وہ اصل یہودی نہیں تھے جس طرح یہ مسیح جو آسمان پر عیسیٰ بن مریم کہلاتا ہے در اصل عیسیٰ بن مریم نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مثیل ہے۔ دوسرے اس مسیح کے وہ دشمن ہیں جو صلیب پر غلو کرتے ہیں اور صلیب کی فتح چاہتے ہیں۔ مگر اس مسیح کی پہلے مسیح کی طرح آسمان پر بادشاہت ہے زمین کی حکومتوں سے کچھ تعلق نہیں۔ ہاں جس طرح رومی قوم میں آخر دین مسیحی داخل ہو گیا اس جگہ

بھی ایسا ہی ہوگا ٭

اب خلاصہ کلام یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں یہ دعوےٰ نہیں کہ میں موسیٰ کی مانند بھیجا گیا ہوں اور نہ ایسا دعویٰ وہ کرسکتے تھے کیونکہ وہ موسوی سلسلہ کے تحت میں اس سلسلہ کے آخری خلیفہ تھے لہذا وہ موسیٰ کے مثیل کیونکر ٹھہر سکتے تھے مثیل تو وہ تھا جس نے موسیٰ کی طرح امن بخشا اور سلطنت بخشی اور شریعت دی اور پھر موسیٰ کی طرح چودہ سو برس کا ایک سلسلہ قائم کیا اور آپ موسیٰ بنکر اپنے خلفاء کے اخیر سلسلہ میں موسیٰ کی طرح ایک مسیح کی بشارت دی اور جس طرح موسیٰ نے توریت میں لکھا کہ یہودا کی سلطنت جاتی نہیں رہے گی جب تک مسیح نہ آوے۔ اسی طرح مثیل موسیٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسے وقت میں سلسلہ محمدیہ کا مسیح آئے گا جبکہ رومی طاقتوں کے ساتھ اسلامی سلطنت مقابلہ نہیں کرسکے گی اور کمزور اور پست اور مغلوب ہوجائے گی اور ایسی سلطنت زمین پر قائم ہوگی جس کے مقابل پر کوئی ہاتھ کھڑا نہیں ہوسکے گا اور مسیح نے تمام انجیل میں کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ میں موسیٰ کی مانند ہوں مگر قرآن آواز بلند سے فرماتا ہے کہ انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدًا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا یعنے ہم نے اس رسول کو اے عرب کے خونخوار ظالمو! اُسی رسول کی مانند بھیجا ہے جو تم سے پہلے فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔ اب ظاہر ہے کہ اگر یہ پیشگوئی جو اس شدومد سے قرآن شریف میں لکھی گئی ہے خدا تعالےٰ کی طرف سے نہ ہوتی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ اس دعویٰ دروغ کے ساتھ جو اپنے تئیں موسیٰ کا مثیل ٹھہرالیا کبھی اپنے مخالفوں پر فتحیاب نہ ہوسکتے مگر تاریخ گواہی دے رہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو وہ فتح عظیم اپنے مخالفوں پر حاصل ہوئی کہ بجز نبی صادق دوسرے کے لئے ہرگز میسر نہیں آسکتی پس مماثلت اس کا نام ہے جسکی تائید میں دونوں طرف سے تاریخی واقعات اس زور شور سے گواہی دے رہے ہیں کہ وہ دونوں واقعات بدیہی طور پر نظر آتے ہیں اور موسیٰ کے یہ تین کام کہ گروہ مخالف کو جو مضر امن تھا ہلاک کرنا اور پھر اپنے گروہ کو حکومت اور دولت

بخشنا اور ان کو شریعت عطا کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی تین کاموں کے ساتھ ایسے مشابہ ثابت ہوگئے ہیں کہ گویا وہ دونوں کام ایک ہی ہیں۔ یہ ایک ایسی مماثلت ہے جس سے ایمان قوی ہوتا ہے اور یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ دونوں کتابیں خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس پیشگوئی سے خدا کے وجود کا پتہ لگتا ہے کہ وہ کیسا قادر اور زبردست خدا ہے کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں۔ اسی جگہ سے طالب حق کے لئے حق الیقین تک یہ معرفت پہنچ جاتی ہے کہ آنے والا مسیح موعود امت محمدیہ میں سے ہے نہ کہ وہی عیسیٰ نبی اللہ دوبارہ دنیا میں آکر رسالت محمدیہ کی ختمیت کے مسئلہ کو مشتبہ کردے گا اور نعوذ باللہ فلما توفیتنی کا کذب ثابت کرے گا۔ جس شخص کے دل میں حق کی تلاش ہے وہ سمجھ سکتا ہے کہ قرآن شریف کے رو سے کئی انسانوں کا بروزی طور پر آنا مقدر تھا۔ (۱) اوّل مثیل موسیٰ کا یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا جیسا کہ آیت انا ارسلنا الیکم رسولا شاھدًا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا سے ثابت ہے (۲) دوم خلفائے موسیٰ کے مثیلوں کا جن میں مثیل مسیح بھی داخل ہے جیسا کہ آیت کما استخلف الذین من قبلھم سے ثابت ہے (۳) عام صحابہ کے مثیلوں کا جیسا کہ آیت و اٰخرین منھم لما یلحقوا بھم سے ثابت ہے (۴) چہارم اُن یہودیوں کے مثیلوں کا جنھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر کفر کا فتوےٰ لکھا اور ان کو قتل کرنے کے لئے فتوے دیئے اور اُنکے ایذا اور قتل کے لئے سعی کی جیسا کہ آیت غیر المغضوب علیھم میں جو دُعا سکھائی گئی ہے اس سے صاف مترشح ہو رہا ہے (۵) پنجم یہودیوں کے بادشاہوں کے اُن مثیلوں کا جو اسلام میں پیدا ہوئے جیسا کہ اُن دو بالمقابل آیتوں سے جن کے الفاظ باہم ملتے ہیں سمجھا جاتا ہے اور وہ یہ ہیں :-

یہودیوں کے بادشاہوں کی نسبت	اسلام کے بادشاہوں کی نسبت
قال عسٰی ربکم ان یھلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون الجزو نمبر ۹ سورۃ الاعراف صفحہ ۲۶۵	ثم جعلنا کم خلائف فی الارض من بعدھم لننظر کیف تعملون الجزو نمبر ۱۱ سورہ یونس صفحہ ۳۳۵

یہ دو فقرے یعنے فینظر کیف تعملون جو یہودیوں کے بادشاہوں کے حق میں ہے اور اسکے مقابل پر دوسرا فقرہ یعنے لننظر کیف تعملون جو مسلمانوں کے بادشاہوں کے حق میں ہے صاف بتلا رہے ہیں کہ ان دونوں قوموں کے بادشاہوں کے واقعات بھی باہم متشابہ ہونگے۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا اور جس طرح یہودی بادشاہوں سے قابل شرم خانہ جنگیاں ظہور میں آئیں اور اکثر کے چال چلن بھی خراب ہوگئے یہاں تک کہ بعض ان میں سے بدکاری شراب نوشی خونریزی اور سخت بیرحمی میں ضرب المثل ہوگئے یہی طریق اکثر مسلمانوں کے بادشاہوں نے اختیار کئے۔ ہاں بعض یہودیوں کے نیک اور عادل بادشاہوں کی طرح نیک اور عادل بادشاہ بھی بنے جیسا کہ عمر بن عبدالعزیز (۶) چھٹے ان بادشاہوں کے مثیلوں کا قرآن شریف میں ذکر ہے جنھوں نے یہودیوں کے سلاطین کی بدچلنی کے وقت ان کے ممالک پر قبضہ کیا جیسا کہ آیت غلبت الروم فی ادنی الارض وھم من بعد غلبھم سیغلبون سے ظاہر ہوتا ہے۔ حدیثوں سے ثابت ہے کہ رُوم سے مُراد نصاریٰ ہیں اور وہ آخری زمانہ میں پھر اسلامی ممالک کے کچھ حصے دبا لینگے۔ اور اسلامی بادشاہوں کے ممالک ان کی بدچلنیوں کے وقت میں اسی طرح نصاریٰ کے قبضہ میں آجائیں گے جیسا کہ اسرائیلی بادشاہوں کی بدچلنیوں کے وقت رومی سلطنت نے ان کا ملک دبالیا تھا۔ پس واضح ہو کہ یہ پیشگوئی ہمارے اس زمانہ میں پوری ہوگئی۔ مثلاً روس نے جو کچھ رومی سلطنت کو خدا کی ازلی مشیت سے نقصان پہنچایا وہ پوشیدہ نہیں اور اس آیت میں جبکہ دوسرے طور پر معنے کئے جائیں غالب ہونے کے وقت میں روم سے مُراد قیصر روم کا خاندان نہیں کیونکہ وہ خاندان اسلام کے ہاتھ سے تباہ ہوچکا بلکہ اس جگہ بروزی طور پر روم سے روس اور دوسری عیسائی سلطنتیں مراد ہیں جو عیسائی مذہب رکھتی ہیں۔ یہ آیت اوّل اُس موقع پر نازل ہوئی تھی جبکہ کسریٰ شاہ ایران نے بعض حدود پر لڑائی کرکے قیصر شاہ روم کو مغلوب کردیا تھا۔ پھر جب اس پیشگوئی کے مطابق بضع سنین میں قیصر روم شاہ ایران پر غالب آگیا تو پھر

یہ آیت نازل ہوئی کہ غلبت الروم فی ادنی الارض الخ جس کا مطلب یہ تھا کہ رومی سلطنت اب تو غالب آگئی مگر پھر بضع سنین میں اسلام کے ہاتھ سے مغلوب ہونگے۔ مگر باوجود اس کے کہ دوسری قرأت میں غلبت کا صیغہ ماضی معلوم تھا اور سیغلبون کا صیغہ مضارع مجہول تھا مگر پھر بھی پہلی قرأت جس میں غلبت کا صیغہ ماضی مجہول تھا اور سیغلبون مضارع معلوم تھا منسوخ التلاوت نہیں ہوئی۔ بلکہ اسی طرح جبرائیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف سناتے رہے جس سے اس سنت اللہ کے موافق جو قرآن شریف کے نزول میں ہے یہ ثابت ہوا کہ ایک مرتبہ پھر مقدر ہے کہ عیسائی سلطنت روم کے بعض حدود کو پھر اپنے قبضہ میں کرلے گی۔ اسی بنا پر احادیث میں آیا ہے کہ مسیح کے وقت میں سب سے زیادہ دنیا میں روم ہونگے یعنے نصاریٰ ۔

اس تحریر سے ہماری غرض یہ ہے کہ قرآن اور احادیث میں روم کا لفظ بھی بروزی طور پر آیا ہے یعنے روم سے اصل روم مُراد نہیں ہیں بلکہ نصاریٰ مراد ہیں۔ پس اس جگہ چھ بروز ہیں جن کا قرآن شریف میں ذکر ہے اب عقلمند سوچ سکتا ہے کہ جبکہ سلسلہ محمدیہ میں موسیٰ بھی بروزی طور پر نام رکھا گیا ہے اور محمد مہدی بھی بروزی طور پر اور مسلمانوں کا نام یہودی بھی بروزی طور پر اور عیسائی سلطنت کے لئے روم کا نام بھی بروزی طور پر تو پھر ان تمام بروزوں میں مسیح موعود کا حقیقی طور پر عیسیٰ بن مریم ہی ہونا سراسر غیر موزون ہے* اور خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں باربار

* صحیح بخاری میں جو یہ حدیث ہے کہ بجز عیسیٰ بن مریم کے کوئی مسِ شیطان سے محفوظ نہیں رہا اس جگہ فتح الباری میں اور نیز علامہ زمخشری نے یہ لکھا ہے کہ اس جگہ تمام نبیوں میں سے صرف عیسیٰ کو ہی معصوم ٹھہرانا قرآن شریف کے نصوص صریحہ کے مخالف ہے خدا تعالےٰ نے قرآن شریف میں یہ کہہ کر کہ ان عبادی لیس لک علیھم سلطان تمام نبیوں کو معصوم ٹھہرایا ہے پھر عیسیٰ بن مریم کی کیا خصوصیت ہے اس لئے اس حدیث کے یہ معنے ہیں کہ تمام وہ لوگ جو بروزی طور پر عیسیٰ بن مریم کے رنگ میں ہیں یعنی رُوح القدس سے حصہ لینے والے اور خدا سے پاک تعلق

حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات پر اسی لئے زور دیا ہے کہ تا آیندہ زمانہ میں ایسے لوگوں پر حجت ہو جائے جو ناحق اس دھوکہ میں مبتلا ہونے والے تھے کہ گویا حضرت عیسٰی علیہ السلام آسمان پر زندہ موجود ہیں اور مسیح کے حیات پر کوئی دلیل ان کے پاس نہیں اور جو دلائل پیش کرتے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر سخت درجہ کی غباوت غالب آگئی ہے۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ آیت وان من اھل الکتٰب الا لیؤمننّ بہٖ قبل موتہٖ حضرت مسیح کی زندگی پر دلالت کرتی ہے اور اُنکے مرنے سے پہلے تمام اہل کتاب اُن پر ایمان لے آئینگے مگر افسوس کہ وہ اپنے خود تراشیدہ معنوں سے قرآن میں اختلاف ڈالنا چاہتے ہیں جس حالت میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے والقینا بینھم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ جس کے یہ معنے ہیں کہ یہود اور نصارٰی میں قیامت تک بغض اور دشمنی رہے گی تو اب بتلاؤ کہ جب تمام یہودی قیامت سے پہلے ہی حضرت مسیح پر ایمان لے آئیں گے تو پھر بغض اور دشمنی قیامت تک کون لوگ کریں گے جب یہودی نہ رہے اور سب ایمان لے آئے تو پھر بغض اور دشمنی کے لئے کون موقعہ اور محل رہا اور ایسا ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے واغرینا بینھم العداوۃ والبغضاء الٰی یوم القیامۃ۔ اسکے بھی یہی معنے ہیں جو اوپر گذر چکے اور وہی اعتراض ہے جو اوپر بیان ہو چکا اور ایسا ہی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الٰی یوم القیامۃ اس جگہ کفر والے سے مراد بھی یہود ہیں کیونکہ حضرت عیسٰی علیہ السلام محض یہودیوں کے لئے آئے تھے اور اس آیت میں وعدہ ہے کہ حضرت مسیح کو ماننے والے یہود پر قیامت تک غالب رہیں گے۔ اب بتلاؤ کہ ان معنوں کے رو سے جو ہمارے مخالف آیت وان من اھل الکتٰب کے کرتے ہیں تمام یہودی حضرت عیسٰی پر ایمان لے آئینگے تو پھر یہ آیتیں کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہیں کہ یہود اور نصارٰے کی

بقیہ حاشیہ: رکھنے والے وہ سب معصوم ہیں اور سب عیسٰی بن مریم ہی ہیں اور حضرت عیسٰی کی معصومیت کو خاص طور پر اس لئے ذکر کیا گیا ہے کہ یہودیوں کا یہ بھی اعتراض تھا کہ حضرت عیسٰے کی ولادت مس شیطان کے ساتھ ہے یعنی مریم کا حمل نعوذ باللہ حلال طور پر نہیں ہوا تھا جس سے حضرت عیسٰے پیدا ہوئے سو ضرور تھا کہ اس گندے الزام کو دفع کیا جاتا۔ منہ

قیامت تک باہم دشمنی رہے گی اور نیز یہ کہ قیامت تک یہود ایسے فرقوں کے مغلوب رہیں گے جو حضرت مسیح کو صادق سمجھتے ہونگے۔ ایسا ہی اگر مان لیا جائے کہ حضرت مسیح زندہ بجسم عنصری آسمان پر تشریف لے گئے تو پھر آیت فلمّا توفّیتنی کیونکر صحیح ٹھہر سکتی ہے جس کے یہ معنے ہیں کہ حضرت مسیح کی وفات کے بعد عیسائی بگڑ گئے جب تک کہ وہ زندہ تھے عیسائی نہیں بگڑے۔ اور پھر اس آیت کے کیا معنے ہو سکتے ہیں کہ فیھا تحیون وفیھا تموتون کہ زمین پر ہی تم زندگی بسر کرو گے اور زمین پر ہی مرو گے۔ کیا وہ شخص جو اٹھارہ سو برس سے آسمان پر بقول مخالفین زندگی بسر کر رہا ہے وہ انسانوں کی قسم میں سے نہیں ہے اگر مسیح انسان ہے تو نعوذ باللہ مسیح کے اس مدت دراز تک آسمان پر ٹھہرنے سے یہ آیت جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اگر ہمارے مخالفوں کے نزدیک انسان نہیں ہے بلکہ خدا ہے تو ایسے عقیدہ سے وہ خود مسلمان نہیں ٹھہر سکتے پھر یہ آیت قرآن شریف کی کہ اموات غیر احیاء جسکے یہ معنے ہیں کہ جن لوگوں کی خدا کے سوا تم عبادت کرتے ہو وہ سب مر چکے ہیں ان میں سے کوئی بھی زندہ نہیں صاف بتلا رہی ہے کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں اور پھر یہ آیت کہ ما محمّد الّا رسول قد خلت من قبلہ الرسل بلند آواز سے شہادت دے رہی ہے کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں۔ کیونکہ یہ آیت وہ عظیم الشان آیت ہے جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کرکے اقرار کیا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب نبی فوت ہو چکے ہیں جیسا کہ ہم پہلے اس سے اسی کتاب میں مفصل بیان کر چکے ہیں۔ پھر جب ہم احادیث کی طرف آتے ہیں تو ان سے بھی حضرت عیسٰی علیہ السلام کی وفات ہی ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً حدیث معراج کو دیکھو کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات میں* حضرت مسیح کو فوت شدہ انبیاء میں دیکھا ہے اگر وہ آسمان پر زندہ ہوتے تو فوت شدہ روحوں میں ہرگز دیکھے نہ جاتے۔ اگر کہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

* معراج کے لئے رات اس لئے مقرر کی گئی کہ معراج کشف کی قسم تھا۔ اور کشف اور خواب کے لئے رات موزون ہے۔ اگر یہ بیداری کا معاملہ ہوتا تو دن موزون ہوتا۔ منہ

بھی زندہ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس مشاہدہ کے وقت اس عالم میں نہیں تھے بلکہ جس طرح سویا ہُوا آدمی دوسرے عالم میں چلا جاتا ہے اور اس حالت میں بسا اوقات وفات یافتہ لوگوں سے بھی ملاقات کرتا ہے اسی طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بھی اس کشفی حالت میں اس دنیا سے وفات یافتہ کے حکم میں تھے ایسا ہی حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام نے ایک سو بیس ۱۲۰ برس عمر پائی ہے لیکن ہر ایک کو معلوم ہے کہ واقعہ صلیب اُس وقت حضرت عیسٰی کو پیش آیا تھا جبکہ آپ کی عمر صرف تینتیس ۳۳ برس اور چھ مہینے کی تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ باقیماندہ عمر بعد نزول پوری کریں گے تو یہ دعوٰی حدیث کے الفاظ سے مخالف ہے ماسوا اس کے حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوے کے بعد چالیس برس دنیا میں رہے گا تو اس طرح پر تینتیس ۳۳ برس ملانے سے کل تہتر ۷۳ برس ہوئے نہ ایک سو بیس ۱۲۰ برس۔ حالانکہ حدیث میں یہ ہے کہ ایک سو بیس برس اُن کی عمر ہوئی +

اور اگر یہ کہو کہ ہماری طرح عیسائی بھی مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ جیسا کہ ابھی ہم بیان کر چکے ہیں مسیح نے خود اپنی آمد ثانی کو الیاس نبی کی آمد ثانی سے مشابہت دی ہے جیسا کہ انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ سے یہی ثابت ہوتا ہے ماسوا اس کے عیسائیوں میں سے بعض فرقے خود اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کی آمد ثانی الیاس نبی کی طرح بروزی طور پر ہے۔ چنانچہ نیو لائف آف جیزس جلد اوّل صفحہ ۴۱۰ مصنفہ ڈی الیف سٹراس میں یہ عبارت ہے :-

(جرمن کے بعض عیسائی محققوں کی رائے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا)

Crucifiction they maintion, even if the feet as well as the hands are supposed to have been nailed occasions but very little loss of blood. It Kills therefore only very

slowly by convulsions produced by the straining of the limbs or by gradual starvation. So if Jesus, supposed indeed to be dead, had been taken down from the cros after about sise hours, there is every probability of his supposed death having been only a death like swoon from which after the descent from the croos Jesus recovered again in the cool cavern covered as he was with healing ointments and strongly scented spices. On this head it is usual to appeal to an account in Josephus, who says that on one occasion, when he was returning from a Military recognisance, on which he had been sent, he found several Jewish prisoners who had been crucified. He saw among them three acquaintances whom he begged Titus to give to him. They were immediatily taken down and carefully attended to, one was really saved, but two others could not be recovered.

(A new life of Jesus by D.F.Strauss. Vol. I page 410)

ترجمہ

وہ یہ دلائل دیتے ہیں کہ اگرچہ صلیب کے وقت ہاتھ اور پاؤں دونوں میں میخیں ماری جائیں پھر بھی بہت تھوڑا خون انسان کے بدن سے نکلتا ہے۔ اس واسطے صلیب پر لوگ رفتہ رفتہ اعضاء پر زور پڑنے کے سبب تشنج میں گرفتار ہو کر مرجاتے ہیں یا بھوک سے مرجاتے ہیں۔ پس اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ قریب چھ گھنٹہ صلیب پر رہنے کے بعد یسوع کو جب اُتارا گیا تو وہ مرا ہوا تھا۔ تب بھی نہایت ہی اغلب بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک موت کی سی بیہوشی تھی اور جب شفا دینے والی مرہمیں اور نہایت ہی خوشبودار دوائیاں مل کر اُسے غار کی ٹھنڈی جگہ میں رکھا گیا تو اسکی بیہوشی دور ہوئی۔ اس دعوے کی دلیل میں عموماً یوسفس کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے جہاں یوسفس نے لکھا ہے کہ میں ایک دفعہ ایک فوجی کام سے واپس آرہا تھا تو راستہ میں مَیں نے دیکھا کہ کئی ایک یہودی قیدی صلیب پر لٹکے ہوئے ہیں۔ ان میں سے مَیں نے پہچانا کہ تین میرے واقف تھے پس مَیں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُنکے اُتار لینے کی اجازت حاصل کی اور ان کو فوراً اُتار کر ان کی خبرگیری کی تو ایک بالآخر تندرست ہوگیا پر باقی دو مر گئے۔"

اور کتاب ماڈرن وڈٹ اینڈ کریچن بلیف کے صفحہ ۴۵۵ و ۴۵۷ و ۴۷۳ میں یہ عبارت ہے:۔

The former of these hypotheses that of apparent death, was employed by the old Rationalists, and more recently by Schleiermacher in his life of Christ Schleiermacher's suppsition. That Jesus afterwards lived for a time with the disciples and then retired into entire solitude for his second death.

ترجمہ

شلیرمیخر اور نیز قدیم محققین کا یہ مذہب تھا کہ یسوع صلیب پر نہیں مرا بلکہ ایک ظاہرا موت کی سی حالت ہوگئی تھی اور قبر سے نکلنے کے بعد کچھ مدت تک اپنے حواریوں کے ساتھ پھرتا رہا اور پھر دوسری یعنے اصلی موت کے واسطے کسی علیحدگی کے مقام کی طرف روانہ ہوگیا۔

حضرت عیسٰی علیہ السلام کے صلیب کی موت سے بچنے کے متعلق ایک پیشگوئی یسعیاہ باب ۵۳ میں اس طرح پر ہے۔

ואת דורו מי ישוחח כי נגזר

و ایت دورو می یسوحیح کی نجزار

اور اس کے بقائے عمر کی جو بات ہے سو کون سفر کرکے جائے گا کیونکہ وہ

מארץ חיים ויתן את רשעים

مے ایریض حیّیم ویتّین ایت رشاعیم

علیحدہ کیا گیا ہے قبائل کی زمین سے اور کی گئی شریروں کے درمیان اس کی قبر

קברו ואת עשיר במתיו

قبرو وایت عاسیر بموتایو

پر وہ دولتمندوں کے ساتھ ہُوا اپنے مرنے میں *

אם תשים אשם נפשו

ام تاسیم آشام نفشو

جب کہ تو گناہ کے بدلے میں اس کی جان کو دے گا (تو وہ بچ جائے گا)

* اس آیت کا یہ مطلب ہے کہ صلیب سے اُتار کر مسیح کو سزا یافتہ مُردوں کی طرح قبر میں رکھا جائے گا مگر چونکہ وہ حقیقی طور پر مردہ نہیں ہوگا اسلئے اس قبر میں سے نکل آئے گا اور آخر عزیز اور صاحب شرف لوگوں میں اسکی قبر ہوگی۔ اور یہی بات ظہور میں آئی۔ کیونکہ سری نگر محلہ خان یار میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی اس موقعہ پر قبر ہے جہاں بعض سادات کرام اور اولیاء اللہ مدفون ہیں۔ منہ

יראה זרע יאריך ימים:

یرایہ زیرع یے اریک یا میم

اور صاحب اولاد ہوگا اس کی عمر لمبی کی جائے گی

מעמל נפשו יראה ישבע:

مے عمل نفشو یرایہ یسباع

وہ اپنی جان کی نہایت سخت تکلیف دیکھے گا (یعنے صلیب پر بیہوشی) پر وہ پوری عمر پائے گا

اب مختصر طور پر ہم اُن دلائل کو لکھتے ہیں جن کا ہم نے اس کتاب اور اپنی دوسری کتابوں میں اپنے دعوے مسیح موعود کے متعلق ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہیں :-

(۱) اوّل اس دلیل سے میرا مسیح موعود ہونا ثابت ہوتا ہے کہ جیسا کہ ہم اپنی کتابوں میں ثابت کر چکے ہیں یاجوج ماجوج کے خروج اور انکی فتح اور اقبال کا زمانہ آگیا ہے اور قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے تمام وعدے جن میں سے مسیح موعود کا دُنیا میں ظاہر ہونا ہے یاجوج ماجوج کے ظہور اور اقبال کے بعد ظاہر ہو جائیں گے جیسا کہ یہ آیت مندرجہ ذیل اسی پر صریح دلالت کرتی ہے وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون ۔ حتی فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون واقترب الوعد الحق ۔ یعنے جن لوگوں کو ہم نے ہلاک کیا ہے ان کے لئے ہم نے حرام کر دیا ہے کہ دوبارہ دنیا میں آویں یعنے بروزی طور پر بھی وہ دنیا میں نہیں آسکتے جب تک وہ دن نہ آویں کہ قوم یاجوج ماجوج زمین پر غالب آجائے اور ہر ایک طور سے انکو غلبہ حاصل ہو جائے ٭ کیونکہ انسان کے ارضی قویٰ کی کامل ترقیات یاجوج ماجوج پر ختم ہوتی ہیں اور اس طرح پر انسان کے ارضی قویٰ کا نشوونما جو ابتدا سے

٭ خدا تعالیٰ کے عجیب اسرار میں سے ایک بروز کا مسئلہ ہے جو خدا تعالےٰ کی پاک کتابوں میں اس کا ذکر پایا جاتا ہے۔ خدا کی مقدس کتابوں میں بعض گزشتہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ پیشگوئیاں ہیں کہ وہ دوبارہ دنیا میں آئینگے اور پھر وہ پیشگوئیاں اس طرح پر پوری

ہوتا چلا آیا ہے۔ وہ محض یاجوج ماجوج کے وجود سے کمال کو پہنچتا ہے لہذا یاجوج

بقیہ حاشیہ

ہوئیں کہ جب کوئی اور نبی دُنیا میں آیا تو اس وقت کے پیغمبر نے خبر دی کہ یہ وہی نبی ہے جس کے دوبارہ آنے کا وعدہ تھا۔ عجیب تر بات یہ ہے کہ یہ نہیں کہا گیا کہ یہ آنے والا اس سے پہلے نبی کا مثیل ہے بلکہ یہی کہا گیا کہ وہی پہلا نبی جس کے دوبارہ آنے کی خبر دی گئی تھی دنیا میں آگیا ہے۔ مثلاً جیسا کہ الیاس نبی کے دوبارہ آنے کا وعدہ تھا اور ملاکی نبی نے اپنے صحیفہ میں خبر دی تھی کہ وہ دوبارہ دُنیا میں آئے گا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ الیاس جس کے دوبارہ آنے کا وعدہ تھا وہ یوحنا یعنے یحییٰ ہے جیسا کہ انجیل متی ۱۷ باب آیت ۱۰و۱۱و۱۲ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ الیاس دوبارہ دنیا میں آگیا لیکن لوگوں نے اس کو نہیں پہچانا اور اس سے مراد حضرت مسیح نے یحییٰ نبی کو لیا یعنے وہی الیاس ہے۔ اب یہ پیشگوئی بہت باریک جا ٹھہرتی ہے کہ یحییٰ نبی جس کا دوسرا نام یوحنا ہے الیاس کیونکر ہو گیا اگر مثیل الیاس کہتے تب بھی ایک بات تھی مگر ملاکی کی کتاب میں مثیل کا آنا نہیں لکھا بلکہ خود الیاس نبی کا دوبارہ دنیا میں آنا لکھا ہے۔ اور حضرت مسیح نے بھی انجیل میں جب اعتراض کیا گیا کہ الیاس سے پہلے مسیح کیونکر آگیا تو مثیل کے لفظ کو استعمال نہیں کیا بلکہ انجیل متی ۱۷ باب میں یہی کہا ہے کہ الیاس تو آگیا مگر ان لوگوں نے اس کو نہیں پہچانا اسی طرح شیعہ میں بھی اقوال ہیں کہ علی اور حسن اور حسین دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور ایسے ہی اقوال ہندوؤں میں بھی بکثرت پائے جاتے ہیں کیونکہ وہ اپنے گزشتہ اوتاروں کے ناموں پر آیندہ اوتاروں کی انتظار کرتے رہے ہیں اور اب بھی آخری اوتار کو جس کو کلکی اوتار کے نام سے موسوم کرتے ہیں کرشن کا اوتار مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جیسا کہ کرشن کی صفات میں سے رودر گوپال ہے یعنے سوروں کو ہلاک کرنے والا اور گائیوں کو پالنے والا ایسا ہی کلکی اوتار ہوگا۔ یہ ایک کرشن کی صفات کی نسبت استعارہ ہے کہ وہ درندوں کو ہلاک کرتا تھا یعنے سوروں اور بھیڑیوں کو۔ اور گائیوں کو پالتا تھا یعنے نیک آدمیوں کو۔ اور عجیب بات ہے کہ مسلمان اور عیسائی بھی آنے والے مسیح کی نسبت یہی صفات رودر گوپال کے جو کلکی اوتار کی صفت ہے قائم کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سوروں کو قتل کرے گا اور دجّال اسکے وقت

ماجوج کے ظہور کا زمانہ رجعت بروزی کے زمانہ پر دلیل قاطع ہے کیونکہ یاجوج ماجوج

بقیہ حاشیہ

ہیں قابل قدر ہونگے۔ اس جگہ یہ مراد نہیں ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے سوروں کو قتل کرے گا یا گائیوں کی حفاظت کرے گا بلکہ یہ مراد ہے کہ زمانہ کا دور ہی ایسا آجائے گا اور آسمانی ہوا شریروں کو نابود کرتی جائے گی اور نیک بڑھیں گے اور پھولیں گے۔ اور زمین کو پُر کریں گے تب اس مسیح پر رودر گوپال کا اسم صادق آجائے گا۔ اور میں جو وہی مسیح اور مظہر صفات مذکورہ ہوں اسی لئے کشفی طور پر ایک مرتبہ مجھے ایک شخص دکھایا گیا گویا وہ سنسکرت کا ایک عالم آدمی ہے جو کرشن★ کا نہایت درجہ معتقد ہے وہ میرے سامنے کھڑا ہوا اور مجھے مخاطب کر کے بولا کہ ”ہے رودر گوپال تیری استت گیتا میں لکھی ہے“ اسی وقت میں نے سمجھا کہ تمام دنیا ایک رودر گوپال کا انتظار کر رہی ہے۔ کیا ہندو اور کیا مسلمان اور کیا عیسائی۔ مگر اپنے اپنے لفظوں اور زبانوں میں۔ اور سب نے یہی وقت ٹھہرایا ہے اور اسکی یہ دونوں صفتیں قائم کی ہیں یعنی سوروں کو مارنے والا اور گائیوں کی حفاظت کرنے والا۔ اور وہ میں ہوں جس کی نسبت ہندوؤں میں پیشگوئی کرنے والے قدیم سے زور دیتے آئے ہیں کہ وہ آریہ ورت میں یعنی اسی ملک ہند میں پیدا ہوگا اور انھوں نے اس کے مسکن کے نام بھی لکھے ہیں۔ مگر وہ تمام نام استعارہ کے طور پر ہیں جن کے نیچے ایک اور حقیقت ہے اور لکھتے ہیں کہ وہ برہمن کے گھر میں جنم لیگا یعنی وہ جو برہم کو سچا اور واحد لاشریک سمجھتا ہے یعنی مسلمان۔ غرض کسی اوتار یا پیغمبر کے دوبارہ آنے کا عقیدہ جو رودر گوپال کے صفات کے اندر رکھتا ہوا اور ہجرت کی چودھویں صدی میں آنے والا ہو صرف عیسائیوں اور مسلمانوں کا عقیدہ نہیں بلکہ ہندوؤں اور

★واضح ہو کہ خدا تعالیٰ نے کشفی حالت میں بار بار مجھے اس بات پر اطلاع دی ہے کہ آریہ قوم میں کرشن نام ایک شخص جو گذرا ہے وہ خدا کے برگزیدوں اور اپنے وقت کے نبیوں میں سے تھا اور ہندوؤں میں اوتار کا لفظ درحقیقت نبی کے ہم معنی ہے اور ہندوؤں کی کتابوں میں ایک پیشگوئی ہے اور وہ یہ کہ آخری زمانہ میں ایک اوتار آئیگا جو کرشن کے صفات پر ہوگا اور اسکا بروز ہوگا۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ میں ہوں کرشن کی دو صفت ہیں۔ ایک رُودّر یعنی درندوں اور سوروں کو قتل کرنے والا یعنے دلائل اور نشانوں سے۔ دوسرے گوپال یعنی گائیوں کو پالنے والا یعنی اپنے انفاس سے نیکوں کا مددگار اور یہ دونوں صفتیں مسیح موعود کی صفتیں ہیں اور یہی دونوں صفتیں خدا تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہیں۔ منہ

کا ظہور استدارت زمانہ پر دلیل ہے اور استدارت زمانہ رجعت بروزی

بقیہ حاشیہ

اور تمام اہل مذاہب کا یہی عقیدہ ہے۔ یہاں تک کہ ژندوستا کے پیرو بھی اس زمانہ کی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور بدھ مذہب کی نسبت مجھے مفصل معلوم نہیں مگر کہتے ہیں کہ وہ بھی ایک کامل بدھ کے اس زمانہ میں منتظر ہیں۔ اور عجیب تر یہ کہ سب فرقے رودر گوپال کی صفت اُس منتظر میں قائم کرتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ عام لوگ اس دوبارہ آنے کے عقیدہ کی فلاسفی سے اب تک بے خبر پائے جاتے ہیں۔ اور عام تو عام جو لوگ اس زمانہ میں علماء کہلاتے ہیں وہ بھی اس فلاسفی سے بے خبر ہیں۔ یوں تو اسلام کے تمام صوفی رجعت بروزی کے مسئلہ کے بڑے زور سے قائل ہیں اور بعض اولیاء کی نسبت مانتے ہیں کہ کسی پہلے ولی کی رُوح دوبارہ بروزی طور پر اس میں آئی۔ مثلاً وہ کہتے ہیں کہ قریباً سو برس کے بعد بایزید بسطامی کی رُوح دوبارہ بروزی طور پر ابوالحسن خرقانی میں آگئی۔ لیکن باوجود اس مقبول مسلم عقیدہ کے پھر بھی بعض نادان مسیح کے دوبارہ آنے کی نسبت رجعت بروزی کے قائل نہیں جو قدیم سے سنت اللہ میں داخل ہے وہ لوگ دراصل رجعت بروزی کی فلاسفی سے بے خبر ہیں۔ اور اس مسئلہ کی فلاسفی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو ایسی طرز سے بنایا ہے جو اسکی توحید پر دلالت کرے اور اسی وجہ سے خداوند حکیم نے تمام عناصر اور اجرام فلکی کو گول شکل پر پیدا کیا ہے کیونکہ گول چیز کی جہات اور پہلو نہیں۔ اس لئے وہ وحدت سے مناسبت رکھتی ہے اگر خدا تعالیٰ کی ذات میں تثلیث ہوتی تو تمام عناصر اور اجرام فلکی سہ گوشہ صورت پر پیدا ہوتے لیکن ہر ایک بسیط میں جو مرکبات کا اصل ہے کرویت یعنے گول ہونا مشاہدہ کرو گے پانی کا قطرہ بھی گول شکل پر ظاہر ہوتا ہے اور تمام ستارے جو نظر آتے ہیں انکی شکل گول ہے اور ہوا کی شکل بھی گول ہے جیسا کہ ہوائی گولے جنکو عربی میں اعصار کہتے ہیں یعنے بگولے جو کسی تند ہوا کے وقت مدوّر شکل میں زمین پر چکر کھاتے پھرتے ہیں ہواؤں کی کرویت ثابت کرتے ہیں پس جیسا کہ تمام بسائط جنکو خدا تعالیٰ نے پیدا کیا کروی الشکل ہیں ایسا ہی دائرہ خلقت عالم کا بھی کردی شکل ہے۔ اسی لئے صوفی اس بات کی طرف گئے ہیں کہ خلقت بنی آدم بھی وضع میں دوری صورت پر واقع ہوئی ہے یعنے نوع انسان کی روحیں بروزی طور پر پھر پھر کر

کو چاہتا ہے سو مسیح عیسیٰ بن مریم کی نسبت رجعت کا جو عقیدہ ہے اس عقیدہ کے

بقیہ حاشیہ

دنیا میں آتی ہیں ٭ اور جبکہ خلقت بنی آدم بھی دوری صورت پر ہے تا وحدت خالق کائنات پر دلالت کرے تو اس سے لازم آیا کہ آخری نقاط خلقت بنی آدم کے نقاط اوّل سے یعنے جہاں سے نقطہ دائرہ پیدائش بنی آدم شروع ہوتا ہے قریب تر واقع ہوں اور اپنے ظہور اور بروز میں انہی کی طرف رجوع کریں اور یہی وہ بات ہے جس کو دوسرے لفظوں میں رجعت بروزی کہتے ہیں جیسا کہ مثلاً یہ دائرہ ہے :-



فرض کرو کہ اس دائرہ میں سے جو حصہ لام کی دائیں طرف ہے اس سے دائرہ خلقت بنی آدم کا شروع ہوا ہے اور جو حصہ بائیں طرف ہے وہاں ختم ہوا ہے اس لئے ضروری ہے کہ جو لام کے بائیں طرف کا حصہ ہے جو نقاط اسکے قریب آئینگے وہ ابتدائی نقاط سے بہت ہی نزدیک آجائیں گے پس

٭ رجعت بروزی کے اعلیٰ قسم دو ہیں (۱) بروز الاشقیا۔ (۲) بروز السعداء۔ یہ دونوں بروز قیامت تک سنت اللہ میں داخل ہیں۔ ہاں یاجوج ماجوج کے بعد انکی کثرت ہے تا بنی آدم کے انجام پر ایک دلیل ہو اور تا اس سے دَور کا پورا ہونا سمجھا جائے اور یہ خیال کرنا کہ کوئی ایسا زمانہ بھی آئیگا کہ تمام لوگ اور تمام طبائع ملت واحدہ پر ہو جائینگی یہ غلط ہے جس حالت میں اللہ تعالیٰ بنی آدم کی تقسیم فرماتا ہے کہ منہم شقی و سعید تو ممکن نہیں کہ کسی زمانہ میں صرف سعید رہ جائیں اور شقی تمام مارے جائیں اور نیز یہ فرمایا ہے ولذالک خلقہم یعنے اختلاف انسانوں کی فطرت میں رکھا گیا ہے پس جبکہ انسانوں کی فطرت کثرت مذاہب کو چاہتی ہے تو پھر وہ ایک مذہب پر کیونکر ہو سکتے ہیں۔ خدا نے ابتدا میں قابیل ہابیل کو پیدا کر کے سمجھا دیا کہ شقاوت و سعادت پہلے سے ہی فطرت انسان میں تقسیم کی گئی ہے اور نیز آیت اغرینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ اور آیت القینا بینہم العداوۃ والبغضاء الی یوم القیامۃ اور آیت وجاعل الذین اتبعوک فوق الذین کفروا الی یوم القیامۃ اور آیت اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین یہ تمام آیتیں بتلا رہی ہیں کہ قیامت تک اختلاف رہے گا۔ منعم علیہم بھی رہینگے اور اہل باطل بھی کے رو سے ہلاک ہو جائیں گے۔ منہ

موافق عیسیٰ مسیح کی آمد ثانی کا یہی زمانہ ہے سو وہ آمد ثانی بروزی طور پر ظہور میں آگئی

بقیہ حاشیہ

اسی کا نام بروزی رجعت ہے جو ہر ایک دائرہ کے لئے ضروری ہے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ اس آیت میں اشارہ فرماتا ہے کہ حرام علیٰ قریۃ اھلکناھا انہم لا یرجعون حتی اذا فتحت یاجوج وماجوج وھم من کل حدب ینسلون واقترب الوعد الحق۔ یاجوج ماجوج سے وہ قوم مُراد ہے جن کو پورے طور پر ارضی قوی ملیں گے اور ان پر ارضی قوی کی ترقیات کا دائرہ ختم ہو جائے گا۔ یاجوج ماجوج کا لفظ اجیج سے لیا گیا ہے جو شعلہ نار کو کہتے ہیں۔ پس یہ وجہ تسمیہ ایک تو بیرونی لوازم کے لحاظ سے ہے جس میں یہ اشارہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے لئے آگ مسخر کیجائے گی اور وہ اپنے دنیوی تمدن میں آگ سے بہت کام لینگے انکے بّری اور بحری سفر آگ کے ذریعہ سے ہونگے انکی لڑائیاں بھی آگ کے ذریعہ سے ہونگی۔ انکے تمام کاروبار کے انجن آگ کی مدد سے چلینگے دوسری وجہ تسمیہ لفظ یاجوج ماجوج کے اندرونی خواص کے لحاظ سے ہے اور وہ یہ ہے کہ اُن کی سرشت میں آتشی مادہ زیادہ ہوگا وہ قومیں بہت تکبر کرینگی اور اپنی تیزی اور چُستی اور چالاکی میں آتشی خواص دکھلائینگی اور جس طرح مٹی جب اپنے کمال تام کو پہنچتی ہے تو وہ حصہ مٹی کا کافی جوہر بنجاتا ہے جس میں آتشی مادہ زیادہ ہو جاتا ہے جیسے سونا چاندی اور دیگر جواہرات پس اسجگہ قرآنی آیت کا مطلب یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کی سرشت میں ارضی جوہر کا کمال تام ہے جیسا کہ معدنی جواہرات میں اور فلزات میں کمال تام ہوتا ہے اور یہ دلیل اسبات پر ہے کہ زمین نے اپنے انتہائی خواص ظاہر کر دیئے اور بموجب آیت واخرجت الارض اثقالھا اپنے اعلےٰ سے اعلےٰ جوہر کو ظاہر کر دیا اور یہ امر استدارت زمانہ پر ایک دلیل ہے یعنے جب یاجوج ماجوج کی کثرت ہوگی تو سمجھا جائے گا کہ زمانہ نے اپنا پورا دائرہ دکھلا دیا اور پورے دائرہ کو رجعت بروزی لازم ہے۔ اور یاجوج ماجوج پر ارضی کمال کا ختم ہونا اسبات پر دلیل ہے کہ گویا آدم کی خلقت الف سے شروع ہو کر جو آدم کے لفظ کے حرفوں میں پہلا حرف ہے اُس یا کے حرف پر ختم ہوگئی کہ جو یاجوج کے لفظ کے سر پر آتا ہے جو حروف کے سلسلہ کا آخری حرف ہے گویا اس طرح پر یہ سلسلہ الف سے شروع ہو کر اور پھر حرف یا پر ختم ہو کر اپنے طبعی کمال کو پہنچ گیا۔

(۲) دوسری دلیل جو میرے مسیح موعود ہونے کی نسبت ہے وہ یہ ہے کہ نہ فقط قرآن شریف ہی مسیح موعود کے ظہور کا یہ زمانہ ٹھہراتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی پہلی کتابیں بھی مسیح موعود

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

خلاصہ کلام یہ کہ آیت ممدوحہ میں اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ وہ بروزی رجوع جو استدارت دائرہ خلقت بنی آدم کے لئے ضروری ہے اسکی نشانی یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کا ظہور اور خروج اقویٰ اور اتم طور پر ہو جائے اور انکے سامنے کسی غیر کو طاقت مقابلہ نہ ہے کیونکہ دائرہ کے کمال کو یہ لازم ہے کہ اخرجت الارض اثقالها کا مفہوم کامل طور پر پورا ہو جائے اور تمام ارضی قوتوں کا ظہور اور بروز ہو جائے اور یاجوج ماجوج کا وجود اس بات پر دلیل کامل ہے کہ جو کچھ ارضی قوتیں اور طاقتیں انسان کے وجود میں ودیعت ہیں وہ سب ظہور میں آگئی ہیں کیونکہ اس قوم کی فطرتی اینٹ ارضی کمالات کے پزاوہ میں ایسے طور سے پختہ ہوئی ہے کہ اس میں کسی کو بھی کلام نہیں۔ اسی سِر کی وجہ سے خدا نے انکا نام یاجوج ماجوج رکھا کیونکہ انکی فطرت کی مٹی ترقی کرتے کرتے کانی جواہرات کی طرح آتشی مادہ کی پوری وارث ہوگئی اور ظاہر ہے کہ مٹی کی ترقیات آخر جواہرات اور فلزات معدنی پر ختم ہو جاتی ہیں تب معمولی مٹی کی نسبت اُن جواہرات اور فلزات میں بہت سا مادہ آگ کا آجاتا ہے گویا مٹی کا انتہائی کمال شئے کمال یافتہ کو آگ کے قریب لے آتا ہے اور پھر جنسیت کی کشش کی وجہ سے دوسرے آتشی لوازم اور کمالات بھی اسی مخلوق کو دیئے جاتے ہیں۔ غرض بنی آدم کا یہ آخری کلام ہے کہ بہت سا آتشی حصہ ان میں داخل ہو جائے۔ اور یہ کمال یاجوج ماجوج میں پایا جاتا ہے اور جو کچھ اس دُنیا اور دنیا کی تدابیر میں دخل ہے اور جس قدر اس قوم نے دنیوی زندگی کو رونق اور ترقی دی ہے اس سے بڑھ کر کسی کے قیاس میں متصور نہیں پس اس میں شک نہیں ہو سکتا کہ انسان کے ارضی قویٰ کا عطر ہے جو اب وہ یاجوج ماجوج کے ذریعہ سے نکل رہا ہے۔ لہذا یاجوج ماجوج کا ظہور اور بروز اور اپنی تمام قوتوں میں کامل ہونا اس بات کا نشان ہے کہ انسانی وجود کی تمام ارضی طاقتیں ظہور میں آگئیں اور انسانی فطرت کا دائرہ اپنے کمال کو پہنچ گیا۔ اور کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی۔ پس ایسے وقت کے لئے رجعت بروزی ایک لازمی امر تھا اس لئے اسلامی

کے ظہور کا یہی زمانہ مقرر کرتی ہیں۔ چنانچہ دان ایل کی کتاب میں صاف اسبات

بقیہ حاشیہ در حاشیہ

عقیدہ میں یہ داخل ہو گیا کہ یاجوج ماجوج کے ظہور اور اقبال اور فتح کے بعد گذشتہ زمانہ کے اکثر اخیار ابرار کی رجعت بروزی ہوگی اور جیسا کہ اس مسئلہ پر مسلمانوں میں سے اہل سنت زور دیتے ہیں ایسا ہی شیعہ کا بھی عقیدہ ہے مگر افسوس کہ یہ دونوں گروہ اس مسئلہ کی فلاسفی سے بے خبر ہیں۔ اصل بھید ضرورت رجعت کا تو یہ تھا کہ استدارت دائرہ خلقت بنی آدم کے وقت میں جو ہزار ششم کا آخر ہے نقاط خلقت کا اس سمت کی طرف آجانا ایک لازمی امر ہے جس سمت سے ابتدائے خلقت ہے کیونکہ کوئی دائرہ جب تک اس نقطہ تک نہ پہنچے جس سے شروع ہوا تھا کامل نہیں ہو سکتا اور بالضرورت دائرہ کے آخری حصہ کو رجعت لازم پڑی ہوئی ہے لیکن اس بھید کو سطحی عقلیں دریافت نہیں کر سکیں۔ اور ناحق کلام اللہ کے برخلاف یہ عقیدہ بنالیا کہ گویا تمام گذشتہ روحیں نیکوں اور بدوں کی واقعی طور پر پھر دوبارہ دنیا میں آجائینگی مگر اس تحقیق سے ظاہر ہے کہ صرف رجعت بروزی ہوگی نہ حقیقی اور وہ اس طرح پر کہ وہی نحاش جس کا دوسرا نام خنّاس ہے جسکو دنیا کے خزانہ دیئے گئے ہیں جو اوّل حوّا کے پاس آیا تھا اور اپنی دجالیت سے حیات ابدی کی اس کو طمع دی تھی پھر بروزی طور پر آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا اور زن مزاج اور ناقص العقل لوگوں کو اس وعدہ پر حیات ابدی کی طمع دے گا کہ وہ توحید کو چھوڑ دیں لیکن خدا نے جیسا کہ آدم کو بہشت میں یہ نصیحت کی تھی کہ ہر ایک پھل تمہارے لئے حلال ہے بیشک کھاؤ لیکن اس درخت کے نزدیک مت جاؤ کہ یہ حرمت کا درخت ہے۔ اسی طرح خدا نے قرآن میں فرمایا ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء یعنی ہر ایک گناہ کی مغفرت ہوگی مگر شرک کو خدا نہیں بخشے گا پس شرک کے نزدیک مت جاؤ اور اسکو حرمت کا درخت سمجھو۔ سو اب بروزی طور پر وہی نحاش جو حوّا کے پاس آیا تھا اس زمانہ میں ظاہر ہُوا اور کہا کہ اس حرمت کے درخت کو خوب کھاؤ کہ حیات ابدی اسی میں ہے پس جس طرح گناہ ابتدا میں عورت سے آیا اسی طرح آخری زمانہ میں زن مزاج لوگوں نے نحاش کے وسوسہ کو قبول کیا۔ سو تمام بروزوں سے پہلے یہی بروز ہے جو بروز نحاش ہے۔ پھر دوسرا بروز جو یاجوج ماجوج کے بعد ضروری تھا مسیح ابن مریم کا بروز ہے کیونکہ

کی تصریح ہے کہ اسی زمانہ میں مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ نصاریٰ کے

بقیہ حاشیہ

رُوح القدس کے تعلق کی وجہ سے نحاش کا دشمن ہے* وجہ یہ کہ سانپ شیطان سے مدد
پاتا ہے اور عیسیٰ بن مریم رُوح القدس سے اور رُوح القدس شیطان کی ضد ہے
پس جب شیطان کا ظہور ہُوا تو اس کا اثر مٹانے کے لئے رُوح القدس کا ظہور ضروری
ہُوا۔ جس طرح شیطان بدی کا باپ ہے رُوح القدس نیکی کا باپ ہے۔ انسان کی فطرت کو
دو مختلف جذبے لگے ہوئے ہیں۔ (۱) ایک جذبہ بدی کیطرف جس سے انسان کے دل میں بُرے
خیالات اور بدکاری اور ظلم کے تصورات پیدا ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ شیطان کی طرف سے ہے
اور کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ انسانی فطرت کے لازم حال یہ جذبہ ہے۔ گو بعض قومیں شیطان

* رُوح القدس کا تعلق تمام نبیوں اور پاک لوگوں سے ہوتا ہے پھر مسیح کی اس میں کیا خصوصیت
ہے اس کا جواب یہی ہے کہ کوئی خصوصیت نہیں بلکہ اعظم اور اکبر حصہ روح القدس کی فطرت کا حضرت
سیدنا محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے لیکن چونکہ یہود شریر الطبع نے حضرت مسیح پر یہ بہتان
لگایا تھا کہ انکی ولادت رُوح القدس کی شراکت سے نہیں بلکہ شیطان کی شراکت سے ہے
یعنی ناجائز طور پر۔ اس لئے خدا نے اس بہتان کی ذب اور دفع کیلئے اسبات پر زور دیا کہ
مسیح کی پیدائش رُوح القدس کی شراکت سے ہے اور وہ مسّ شیطان سے پاک ہے اس سے یہ نتیجہ
نکالنا لعنتیوں کا کام ہے کہ دوسرے نبی مسّ شیطان سے پاک نہیں بلکہ یہ کلام محض یہودیوں کے خیال
باطل کے دفع کیلئے ہے کہ مسیح کی ولادت مسّ شیطان سے ہے یعنے حرام کے طور پر۔ پھر چونکہ یہ بحث
مسیح میں شروع ہوئی اس لئے رُوح القدس کی پیدائش میں ضرب المثل مسیح ہو گیا ورنہ اسکو پاک
پیدائش میں حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم پر ایک ذرہ ترجیح نہیں بلکہ دنیا میں معصوم کامل
صرف محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ظاہر ہُوا ہے اور بعض حدیثوں کے یہ الفاظ کہ مسّ شیطان سے
پاک صرف ابن مریم اور اسکی ماں یعنے مریم ہے یہ لفظ بھی یہودیوں کے مقابل مسیح کی پاکیزگی
ظاہر کرنیکے لئے ہے گویا یہ فرماتا ہے کہ دنیا میں صرف دو گروہ ہیں ایک وہ جو آسمان پر ابن مریم کہلاتے
ہیں اگر مرد ہیں اور مریم کہلاتے ہیں اگر عورت ہیں دوسرے وہ گروہ ہے جو آسمان پر یہود مغضوب علیہم
کہلاتے ہیں پہلا گروہ مسّ شیطان سے پاک ہے اور دوسرا گروہ شیطان کے فرزند ہیں۔ منہ

کل فرقے جو دنیا میں موجود ہیں انہی دنوں میں مسیح کے ظہور کا وقت بتلاتے ہیں اور
اس کے نزول کی انتظار کر رہے ہیں بلکہ بعض کے نزدیک اس تاریخ پر جب مسیح دوبارہ
آنا چاہیئے تھا دس سال کے قریب اور بعض کے نزدیک بیس سال کے قریب زیادہ
گذر بھی گئے اسلئے وہ لوگ پیشگوئی کے غلط نکلنے کی وجہ سے بڑی حیرت میں پڑے آخر
انھوں نے اپنی کم فہمی کی وجہ سے اس طرف تو نظر نہیں کی کہ مسیح موعود پیدا ہو گیا جس
کو انھوں نے نہیں پہچانا لیکن تاویل کے طور پر یہ بات بنالی کہ جو کام سرگرمی سے اب
ان دنوں میں کلیسیا کر رہی ہے یعنے تثلیث کی طرف دعوت اور کفارہ مسیح کی
اشاعت یہی مسیح کی روحانی طور پر آمد ثانی ہے گویا مسیح نے ہی ان کے دلوں پر نازل
ہو کر ان کو یہ جوش دیا کہ اس کی خدائی کے مسئلہ کو دُنیا میں پھیلا دیں۔ اگر تم یورپ کا سیر
کرو تو اس خیال کے ہزار ہا آدمی ان میں پاؤ گے جنھوں نے زمانہ نزول مسیح کو گذرتا
ہُوا دیکھ کر یہ اعتقاد دلوں میں گھڑ لیا ہے لیکن مسلمان پیشگوئی کے ان معنوں کو پسند

بقیہ حاشیہ

کے وجود سے انکار بھی کریں لیکن اس جذبہ کے وجود سے انکار نہیں کر سکتے۔ (۲) دوسرا
جذبہ نیکی کی طرف ہے جس سے انسان کے دل میں نیک خیالات اور نیکی کرنیکی خواہشیں
پیدا ہوتی ہیں اور یہ جذبہ رُوح القدس کیطرف سے ہے اور اگرچہ قدیم سے اور
جب سے کہ انسان پیدا ہُوا ہے یہ دونوں قسم کے جذبے انسان میں موجود ہیں لیکن آخری زمانہ کیلئے
مقدر تھا کہ پورے زور شور سے یہ دونوں قسم کے جذبے انسان میں ظاہر ہوں اس لئے اس زمانہ میں
بروزی طور پر یہودی بھی پیدا ہوئے اور بروزی طور پر مسیح ابن مریم بھی پیدا ہُوا۔ اور خدا نے
ایک گروہ بدی کا محرک پیدا کر دیا جو وہی پہلا نحاش بروزی رنگ میں ہے۔ اور دوسرا بروز
نیکی کا محرک پیدا کر دیا جو مسیح موعود کا گروہ ہے۔ غرض پہلا بروز گروہ نحاش ہے اور دوسرا بروز
مسیح اور اس کا گروہ۔ اور تیسرا بروز اُن یہودیوں کا گروہ ہے جن سے بچنے کے لئے سورہ فاتحہ میں دعا
غیر المغضوب علیہم سکھائی گئی۔ اور چوتھا بروز صحابہ رضی اللہ عنہم کا بروز ہے جو بموجب آیت وآخرین
منہم لمّا یلحقوا بھم ضروری تھا۔ اور اس حساب سے ان بروزوں کی لاکھوں تک نوبت پہنچتی ہے
اسی لئے یہ زمانہ رجعت بروزی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ منہ

نہیں کرتے اور نہ ایسی تاویلوں سے اپنے دلوں کو تسلّی دینا چاہتے ہیں حالانکہ انپر بھی یہی مشکلات پڑ گئی ہیں۔ کیونکہ بہت سے اہل کشف مسلمانوں میں سے جن کا شمار ہزار سے بھی کچھ زیادہ ہوگا اپنے مکاشفات کے ذریعہ سے اور نیز خدا تعالیٰ کی کلام کے استنباط سے بالاتفاق یہ کہہ گئے ہیں کہ مسیح موعود کا ظہور چودھویں صدی کے سر سے ہرگز ہرگز تجاوز نہ کرے گا اور ممکن نہیں کہ ایک گروہ کثیر اہل کشف کا کہ جو تمام اولین اور آخرین کا مجمع ہے وہ سب جھوٹے ہوں اور انکے تمام استنباط بھی جھوٹے ہوں اس لئے اگر مسلمان اسوقت مجھے قبول نہ کریں جو قرآن اور حدیث اور پہلی کتابوں کے رو سے اور تمام اہل کشف کی شہادت کے رو سے چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوا ہوں تو آئندہ انکی ایمانی حالت کے لئے سخت اندیشہ ہے کیونکہ میرے انکار سے اب ان کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ جس قدر قرآن شریف سے مسیح موعود کے لئے علماء کبار نے استنباط کئے تھے وہ سب جھوٹے تھے اور جس قدر اہل کشف نے زمانہ مسیح موعود کے لئے خبریں دی تھیں وہ خبریں بھی سب جھوٹی تھیں اور جس قدر آسمانی اور زمینی نشان حدیث کے مطابق ظہور میں آئے جیسے رمضان میں عین تاریخوں کے مطابق خسوف کسوف ہو جانا۔ زمین پر ریل کی سواری کا جاری ہونا اور ذوالسنین ستارہ کا نکلنا اور آفتاب کا تاریک ہو جانا یہ سب نعوذ باللہ جھوٹے تھے۔ ایسے خیال کا نتیجہ آخر یہ ہوگا کہ اس پیشگوئی کو ہی ایک جھوٹی پیشگوئی قرار دیں گے اور نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دروغ گو سمجھ لیں گے اور اس طرح پر ایک وقت آتا ہے کہ یک دفعہ لاکھوں آدمی دین اسلام سے مرتد ہو جائیں گے۔ اب صدی پر بھی سترہ برس گذر گئے۔ ایسی ضرورت کے وقت میں بقول انکے عیسائیت کے مفاسد دُور کرنے کے لئے جو وہی عظیم الشان مفاسد تھے کوئی مجدد خدا کی طرف سے مبعوث نہ ہوا اور یقینی طور پر ماننا پڑا کہ اب کم سے کم اسّی برس اور اسلام تنزل کی حالت میں رہے گا۔ اور جبکہ اسلام میں چند سال نے یہ تغیر پیدا کیا کہ ہزارہا لوگ مرتد ہو گئے تو کیا اسّی برس تک اسلام کا کچھ وجود باقی رہے گا اور اسلام کے نابود ہونے کے بعد اگر کوئی مسیح

آسمان سے بھی اُترا تو کیا فائدہ دے گا بلکہ وہی مصداق ہوگا کہ ”پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد“ اور آخر ایسی باطل پیشگوئیوں کی نسبت بد اعتقادی پھیل کر ایک عام ارتداد اور الحاد کا بازار گرم ہو جائے گا اور نعوذ باللہ اسلام کا خاتمہ ہوگا۔ خدا تعالیٰ ہمارے مخالف علماء کے حال پر رحم فرماوے کہ وہ جو کارروائی کر رہے ہیں وہ دین کے لئے اچھی نہیں بلکہ نہایت خطرناک ہے۔ وہ زمانہ اُن کو بھول گیا جب وہ ممبروں پر چڑھ چڑھ کر تیرھویں صدی کی مذمت کرتے تھے کہ اس صدی میں اسلام کو سخت نقصان پہنچا ہے اور آیت ان مع العسر یسرًا ان مع العسر یسرا۔ پڑھ کر اس سے استدلال کیا کرتے تھے کہ اس عسر کے مقابل پر چودھویں صدی یسر کی آئے گی لیکن جب انتظار کرتے کرتے چودھویں صدی آ گئی اور عین صدی کے سر پر خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک شخص بدعوائے مسیح موعود پیدا ہو گیا اور نشان ظاہر ہوئے اور زمین و آسمان نے گواہی دی تب اوّل المنکرین یہی علماء ہو گئے مگر ضروری تھا کہ ایسا ہوتا کیونکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بھی پہلے منکر یہودیوں کے مولوی تھے جنہوں نے انکے لئے دو فتوے طیار کئے تھے ایک کفر کا فتویٰ اور دوسرے قتل کا فتویٰ۔ پس اگر یہ لوگ بھی کفر اور قتل کا فتویٰ نہ دیتے تو غیر المغضوب علیہم کی دُعا جو سورۂ فاتحہ میں سکھائی گئی ہے جو پیشگوئی کے رنگ میں تھی کیونکر پوری ہوتی کیونکہ سورہ فاتحہ میں جو غیر المغضوب علیہم کا فقرہ ہے اس سے مراد جیساکہ فتح الباری اور در منثور وغیرہ میں لکھا ہے یہودی ہیں اور یہودیوں کا بڑا واقعہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قریب تر زمانہ میں وقوع میں آیا وہ یہی واقعہ تھا جو انھوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کافر ٹھہرایا اور اسکو ملعون اور واجب القتل قرار دیا اور اسکی نسبت سخت درجہ پر غضب اور غصہ میں بھر گئے اس لئے وہ اپنے ہی غضب کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی نظر میں مغضوب علیہم ٹھہرائے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس واقعہ سے چھ سو برس بعد میں پیدا ہوئے۔ اب ظاہر ہے کہ آپ کی امت کو جو غیر المغضوب علیہم کی دعا سورۂ فاتحہ میں سکھلائی گئی اور تاکید کی گئی کہ پانچوقت کی

نماز اور تہجد اور اشراق اور دونوں عیدوں میں یہی دُعا پڑھا کریں اس میں کیا بھید تھا جس حالت میں ان یہودیوں کا زمانہ اسلام کے زمانہ سے پہلے مدت سے منقطع ہو چکا تھا تو یہ دُعا مسلمانوں کو کیوں سکھلائی گئی اور کیوں اس دُعا میں یہ تعلیم دی گئی کہ مسلمان لوگ ہمیشہ خدا تعالیٰ سے پنجوقت پناہ مانگتے رہیں کہ یہودیوں کا وہ فرقہ نہ بن جائیں جو مغضوب علیہم ہیں پس اس سے صاف طور پر سمجھ آتا ہے کہ اس امت میں بھی ایک مسیح موعود ہونے والا ہے اور ایک فرقہ مسلمانوں کے علماء کا اسکی تکفیر کرے گا اور اس کے قتل کی نسبت فتویٰ دے گا لہٰذا سورۂ فاتحہ میں غیر المغضوب علیہم کی دُعا کو تعلیم کر کے سب مسلمانوں کو ڈرایا گیا کہ وہ خدا تعالیٰ سے دُعا کرتے رہیں کہ ان یہودیوں کی مثل نہ بن جائیں جنھوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم پر کفر کا فتویٰ لکھا تھا اور اُن پر قتل کا فتویٰ دیا تھا اور نیز انکے پرائیویٹ امور میں دخل دیکر انکی ماں پر افترا کیا تھا اور خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں یہ سنت اور عادت مستمرہ ہے کہ جب وہ ایک گروہ کو کسی کام سے منع کرتا ہے یا اس کام سے بچنے کے لئے دُعا سکھلاتا ہے تو اس کا اس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ بعض ان میں سے ضرور اس جرم کا ارتکاب کریں گے لہٰذا اس اصول کے رو سے جو خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں میں پایا جاتا ہے صاف سمجھ آتا ہے جو غیر المغضوب علیہم کی دُعا سکھلانے سے یہ مطلب تھا کہ ایک فرقہ مسلمانوں میں سے پورے طور پر یہودیوں کی پیروی کرے گا اور خدا کے مسیح کی تکفیر کر کے اور اسکی نسبت قتل کا فتویٰ لکھ کر اللہ تعالیٰ کو غضب میں لائے گا اور یہودیوں کی طرح مغضوب علیہم کا خطاب پائے گا۔ یہ ایسی صاف پیشگوئی ہے کہ جب تک انسان عمداً بے ایمانی پر کمربستہ نہ ہو اس سے انکار نہیں کر سکتا اور صرف قرآن نے ہی ایسے لوگوں کو یہودی نہیں بنایا بلکہ حدیث بھی یہی خطاب ان کو دے رہی ہے اور صاف بتلا رہی ہے کہ یہودیوں کی طرح اس امت کے علماء بھی مسیح موعود پر کفر کا فتوے لگائیں گے اور مسیح موعود کے سخت دشمن اس زمانہ کے مولوی ہونگے کیونکہ اس سے انکی عالمانہ عزتیں جاتی رہینگی اور لوگوں کے رجوع میں فرق آجائے گا اور

یہ حدیثیں اسلام میں بہت مشہور ہیں یہاں تک کہ فتوحات مکی میں اس کا ذکر ہے کہ مسیح موعود جب نازل ہوگا تو اسکی یہی عزت کی جائے گی کہ اس کو دائرہ اسلام سے خارج کیا جائے گا اور ایک مولوی صاحب اٹھیں گے اور کہینگے ان هذا الرجل غیّر دیننا یعنے یہ شخص کیسا مسیح موعود ہے اس شخص نے تو ہمارے دین کو بگاڑ دیا ہے یہ ہماری حدیثوں کے اعتقاد کو نہیں مانتا اور ہمارے پُرانے عقیدوں کی مخالفت کرتا ہے۔ اور بعض حدیثوں میں یہ بھی آیا ہے کہ اس اُمت کے بعض علماء یہودیوں کی سخت پیروی کرینگے یہانتک کہ اگر کسی یہودی مولوی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہے تو وہ بھی اپنی ماں سے زنا کریں گے اور اگر کوئی یہودی فقیہہ سوسمار کے سوراخ کے اندر گھسا ہے تو وہ بھی گھسیں گے۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ انجیل اور قرآن شریف میں جہاں یہودیوں کا کچھ خراب حال بیان کیا ہے وہاں دنیا داروں اور عوام کا تذکرہ نہیں بلکہ اُنکے مولوی اور فقیہ اور سردار کاہن مُراد ہیں جن کے ہاتھ میں کفر کے فتوے ہوتے ہیں اور جنکے وعظوں پر عوام افروختہ ہو جاتے ہیں اسی واسطے قرآن شریف میں ایسے یہودیوں کی اس گدھے سے مثال دی ہے جو کتابوں سے لدا ہوا ہو۔ ظاہر ہے کہ عوام کو کتابوں سے کچھ سروکار نہیں کتابیں تو مولوی لوگ رکھا کرتے ہیں لہٰذا یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ جہاں انجیل اور قرآن اور حدیث میں یہودیوں کا ذکر ہے وہاں انکے مولوی اور علماء مُراد ہیں اور اسی طرح غیر المغضوب علیہم کے لفظ سے عام مسلمان مُراد نہیں ہیں بلکہ انکے مولوی مراد ہیں۔

اور پھر ہم اصل ذکر کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ چونکہ عیسائیوں اور یہودیوں کی کتابوں میں بکثرت یہ اشارات پائے جاتے ہیں کہ اسی ہجرت کی چودھویں صدی میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اسی لئے بہتوں نے عیسائیوں میں سے حال کے زمانہ میں اس بات پر زور دیا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے یہی دن ہیں چنانچہ اخبار فری تھنکر لنڈن ۷۔ اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء میں یہ خبر لکھی ہے کہ عام انتخاب ممبران پارلیمنٹ

کے وقت ایک سینٹ سے جو مقام اسلنگٹن کا باشندہ تھا جب رائے لینے والے نے دریافت کیا تو اس نے انتخاب کے بارے میں کچھ رائے نہ دی اور اپنی رائے نہ دینے کی سنجیدگی سے یہ وجہ بیان کی کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے قیامت کا دن یعنے مسیح کی دوبارہ آمد کا دن آنے والا ہے۔ اس لئے یہ باتیں بے سود ہیں"۔ ایسا ہی کتاب ھِز گلوریس ایپیرنگ مطبوعہ لنڈن ساری کتاب اور رسالہ کو ائنٹس سکنڈ کمنگ مطبوعہ لنڈن صفحہ نمبر ۱۵۔ اور رسالہ دی کمنگ آف دی لارڈ مطبوعہ لنڈن صفحہ نمبر ۱ میں مسیح موعود کی آمد ثانی کی نسبت یہ عبارتیں ہیں :-

اب عنقریب دنیا میں ایک نہایت عظیم الشان واقعہ ہونے والا ہے چاروں طرف سے اس کے واسطے نشان جمع ہو رہے ہیں ایسے نشان کہ زمانہ نے اس قسم کے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ نہ دنیا کی تواریخ میں اس کی مثال ملتی ہے اور نہ کلیسیا کی تواریخ میں۔ اس واقعہ عظیمہ کے وقوع پر دنیا اور مذہب ہر دو میں ایک تغیر عظیم پیدا ہوگا۔ وہ واقعہ ہمارے خداوند یسوع مسیح کے دوبارہ آنے کا ہے قوت اور جلال کا آنا	We stand on the eve of one of the greatest even to the world has ever witnessed. Sings are multiplying on every side of us, compared with which there has been no parallel, either in the history of the Church or the World. One of the greatest changes to both hangs upon this great event It is the coming of the Lord Jesus christ the second time, in power a glory.

کیا کوئی عقل والا اس بات میں شک کر سکتا ہے کہ یہ نشانات بلا ریب یقیناً اس بات کی خبر دیتے ہیں کہ انجام آیا کھڑا ہے	Can anyone reasonably doubt that these sings are not a sure and certain warning that the end draweth on a pace.
نشانات پورے ہو گئے ہیں۔ وہ پشت آگئی ہے مسیح کا آنا بہت ہی قریب ہے کیسا ہی شان و شوکت اور جلال کا وقت آتا ہے۔	The sings are fulfilled that generation has come, Crists coming at hand, glorious anticipation glorious feiture!
کسی قدر یہ خیال بھی بعض لوگوں کے درمیان پھیلا ہوا ہے کہ جو لوگ مسیح کے جلد آنے کی تعلیم دیتے ہیں وہ لوگوں کو ڈراتے ہیں۔ اگر یہ صحیح ہے تو خود بڑا استاد یسوع مسیح اس تعلیم کے دینے میں سب سے اوّل نمبر پر ہے اور ہم اس بات کو اوپر ثابت کر چکے ہیں۔	The impression prevails to some extent that he who teaches that Crist is soon comingis acting the role of alarmist. If so, we have seen that the great Teacher has placed himself at the head of the class.

ان عبارات مذکورہ بالا سے ناظرین سمجھ سکتے ہیں کہ عیسائیوں کو حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کا اس زمانہ میں کس قدر انتظار ہے اور وہ اقرار کرتے ہیں کہ یہ وقت وہی وقت ہے جس میں حضرت مسیح کو آسمان پر نازل ہونا چاہیئے مگر ساتھ اس کے ان میں سے اکثر کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہوگئے ہیں آسمان پر نہیں گئے اس لئے جو لوگ ان میں سے یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ آسمان پر نہیں گئے اور نیز انجیل کے رو سے یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اسی زمانہ یعنے ہجرت کی چودھویں صدی کے سر پر اُن کا آنا ضروری ہے بلاشبہ ان کو ماننا پڑتا ہے کہ مسیح کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی الیاس نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کے مطابق ظہور میں آئے گی اور ان میں سے بعض کا یہ قول بھی ہے کہ آجکل عیسائی کلیسیا جو کام کر رہی ہے یہی مسیح کی آمد ثانی ہے یہ تاویل آسمانی کتابوں کے موافق نہیں ہے اور نہ کسی نبی نے کبھی ایسی تاویل کی ہے۔ تعجب کہ جس حالت میں وہ اپنی انجیلوں کے مقامات میں پڑھتے ہیں کہ ایلیا نبی کا دوبارہ آنا اس طرح ہؤا تھا کہ یوحنا نبی انکے رنگ اور خو پر آگیا تھا تو کیوں وہ مسیح کے دوبارہ آنے کی تاویل کرنے کے وقت کلیسیا کی سرگرمی کو مسیح کی آمد کا قائمقام سمجھ لیتے ہیں کیا مسیح نے ایلیا نبی کے دوبارہ آمد کی یہی تاویل کی ہے پس جس پہلو کی تاویل حضرت مسیح کے مُنہ سے نکلی تھی کیوں اس کو تلاش نہیں کرتے اور ناحق سرگردانی میں پڑتے ہیں ظاہر ہے کہ جب ملاکی نبی نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی کی تھی مسیح اس کی یہ بھی تاویل کر سکتا تھا کہ جس سرگرمی سے یہودی لوگ فقیہ اور فریسی کام کر رہے ہیں یہی ایلیا کا دوبارہ آنا ہے اس تاویل سے یہودی بھی خوش ہو جاتے اور شاید مسیح کو قبول کر لیتے لیکن انھوں نے اس تاویل کو جو کلیسیا کی تاویل سے بہت مشابہ تھی پیش نہ کیا اور یوحنا نبی کو جو خود یہودیوں کی نظر میں نعوذ باللہ کاذب اور مفتری تھا پیش کر دیا جس نے یہودیوں کا اور بھی غصہ بھڑکایا اور انھوں نے خیال کیا کہ جب اس شخص کا ہمارے اس سوال کے جواب میں کسی جگہ پاؤں نہیں پڑا تو اپنے مرشد یعنی الیاس کو ایلیا ٹھہرا دیا اس خیال سے کہ وہ خواہ نخواہ تصدیق کر دیگا

کہ میں ہی ایلیا ہوں۔ مگر یہودیوں کی بدقسمتی سے حضرت یوحنا نے ایلیا ہونے سے انکار کیا اور صاف کہا کہ میں ایلیا نہیں ہوں۔ اس جگہ ان دونوں کلاموں میں فرق یہ تھا کہ حضرت مسیح نے حضرت یوحنا یعنے یحیٰی نبی کو مجازی طور پر یعنے بروزی طور پر ایلیا نبی قرار دیا مگر یوحنا نے حقیقی طور کو مدنظر رکھ کر ایلیا ہونے سے انکار کر دیا اور بدقسمت یہودیوں کو یہ بھی ایک ابتلا پیش آیا کہ شاگرد یعنی عیسٰی کچھ کہتا ہے اور اُستاد یعنی یحیٰی کچھ کہتا ہے اور دونوں کے بیان باہم تناقض ہیں۔ مگر اس جگہ ہمارا صرف یہ مقصود ہے کہ مسیح کے نزدیک دوبارہ آمدن کے وہی معنے ہیں جو مسیح نے خود بیان کر دیئے گویا یہ ایک تنقیح طلب مسئلہ تھا جو مسیح کی عدالت سے فیصلہ پاگیا اور مسیح نے انجیل متی باب ۱۷ آیت ۱۰ و ۱۱ و ۱۲ میں خود اپنی آمد ثانی کو ایلیا نبی کی آمد ثانی سے مشابہت دے دی۔ اور ایلیا نبی کی آمد ثانی کی نسبت یہ فرمایا کہ یوحنا کو ہی ایلیا سمجھ لو۔ گویا ایک بڑا اعجوبہ جو یہودیوں کی نظر میں تھا کہ اس عجیب طرح پر ایلیا آسمان سے اُتریگا اس کو اپنے دو لفظوں سے خاک میں ملا دیا۔ اور اس قسم کے معنے قبول کرنے کے لئے عیسائیوں میں سے وہ فرقہ زیادہ استعداد رکھتا ہے جو آسمان پر جانے سے منکر ہیں چنانچہ ہم اُن محقق عیسائیوں کا ذیل میں ایک قول نقل کرتے ہیں تا مسلمانوں کو معلوم ہو کہ انکی طرف سے تو مسیح کے نزول کے بارے میں اس قدر شور انگیزی ہے کہ اس فضول خیال کی حمایت میں تیس ہزار مسلمان کو کافر ٹھہرا رہے ہیں مگر وہ لوگ جو مسیح کو خدا جانتے ہیں ان میں سے یہ فرقہ بھی ہے جو بہت سے دلائل کے ساتھ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح ہرگز آسمان پر نہیں گیا بلکہ صلیب سے نجات پاکر کسی اور ملک کی طرف چلا گیا اور وہیں مر گیا چنانچہ سوپر نیچرل ریلیجن صفحہ ۵۲۲ میں اس بارے میں جو عبارت ہے اس کو ہم مع ترجمہ ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے:۔

پہلی تفسیر جو بعض لائق محققین نے کی ہے وہ یہ ہے کہ یسوع در اصل صلیب پر نہیں	The first explanation adopted by some able critics is that Jesus

مرا بلکہ صلیب سے زندہ اتار کر اس کا
جسم اسکے دوستوں کے حوالہ کیا گیا اور
وہ آخر بچ نکلا۔ اس عقیدہ کی تائید میں
یہ دلائل پیش کئے جاتے ہیں کہ اناجیل
کے بیان کے مطابق یسوع صلیب پر
تین گھنٹے یا چھ گھنٹہ رہکر فوت ہوا لیکن
صلیب پر ایسی جلدی کی موت کبھی پہلے
واقع نہیں ہوئی تھی۔ یہ بھی تسلیم کیا
جاتا ہے کہ صرف اس کے ہاتھوں
پر میخیں ماری گئی تھیں اور پاؤں
پر میخیں نہیں لگائی گئی تھیں چونکہ
یہ عام قاعدہ نہ تھا کہ ہر ایک مصلوب
کی ٹانگ توڑی جائے۔ اسواسطے
تین انجیل نویسوں نے تو اس کا
کچھ ذکر ہی نہیں کیا اور چوتھے نے
بھی صرف اپنے طرز بیان کی تکمیل کی
خاطر اس امر کا بیان کیا۔ اور جہاں
ٹانگ توڑنے کا ذکر نہیں ہے تو
ساتھ ہی برچھی کا واقعہ بھی
کالعدم ہو جاتا ہے۔ پس ظاہرا
موت جو واقع ہوئی وہ ایک سخت
بیہوشی تھی جو کہ چھ گھنٹہ کے
جسمانی اور دماغی صدموں کے بعد

did not really die on the cross, but being taken alive and his body being delivered to friends, he subsequntly revived.
In support of this theory it is argued that Jesus is represented by Gospels as expiring after having been but three or six hours upon the cross which would have been but unprecedentedly rapid death. It is affirmed that only the hands and not the feet were nailed to the cross. The crucifragium not usually accompanying crucifixion is dimissed as unknown to the three synoptists and only inserted by the fourth evangelist for dogmatic reasons and of course the lance disappears with the leg breaking. Thus the apparent death was that profound faintness which might well fall upon an organization after some hours of physical and mental agony on the cross, following continued strain and fatigue of the previous night.
As soon as he had sufficiently recovered it is suppoud that Jesus visited his

اس کے جسم پر پڑی کیونکہ
گزشتہ شب بھی متواتر تکلیف
اور تھکاوٹ میں گذری تھی
جب اسے کافی صحت پھر حاصل
ہوگئی تو اپنے حواریوں کو پھر
یقین دلانے کے واسطے کئی دفعہ
ملا لیکن یہودیوں کے سبب
نہایت احتیاط کی جاتی تھی حواریوں
نے اس وقت یہ سمجھا کہ یہ مرکر
زندہ ہوا ہے۔ اور چونکہ موت
کی سی بیہوشی تک پہنچ کر
وہ پھر بحال ہوا اسواسطے ممکن
ہے کہ اس نے آپ بھی دراصل
یہی سمجھا ہو کہ میں مرکر پھر زندہ
ہوا ہوں۔ اب جب استاد
نے دیکھا کہ اس موت نے میرے
کام کی تکمیل کر دی ہے تو وہ پھر
کسی ناقابل حصول اور نامعلوم
تنہائی کی جگہ میں چلا گیا اور مفقود الخبر
ہو گیا۔ گفرور جس نے شنتود
کے اس مسئلہ کی نہایت قابلیت
کے ساتھ تائید کی ہے وہ لکھتا ہے
کہ یہود کے حکام کے درمیان یسوع

disciples a few times to reassure them, but whith pre-caution on account of the Jews, and was by them believed to have risen from the dead, as indeed he himself may likewise have supposed, reviving as he had done from the faintness of death. Seeing however that his death had set the crown upon his work the Master with drew into impenetrable obscurity and was heard no more.
Gfrorer who maintains the theory of a Scheintod with great ability thinks that Jesus had believers amongst the rulers of the Jews who although they could not shield him from the opposition against him still hoped to save him from death.
Joseph a rich man

کے مرید تھے جو کہ اس کو اگرچہ
اس مخالفت سے بچا نہیں سکتے
تھے تاہم ان کو امید تھی کہ ہم اس
کو مرنے سے بچا لینگے یوسف ایک
دولتمند آدمی تھا اور اُسے مسیح
کے بچانے کے وسائل مل گئے
نئی قبر تھی اس مقام صلیب کے
قریب ہی اس نے طیار کرائی اور
جسم بھی پلاطوس سے مانگ لیا۔اور
نکودیمس جو بہت سے مصالح خرید
لایا تھا تو وہ صرف یہود کی توجہ ہٹانے
کے واسطے تھے اور یسوع کو
جلدی سے قبر میں رکھا گیا۔اور ان
لوگوں کی سعی سے وہ بچ گیا۔گفرورر
نے یوحنا باب ۲۰ آیت ۱۷ کی مشہور
آیت کی عجیب تفسیر کی ہے۔وہ
لکھتا ہے کہ مسیح کا جو یہ فقرہ ہے
کہ میں ابھی اپنے باپ کے پاس
نہیں گیا اس فقرہ میں آسمان پر
جانے سے مراد صرف مرنا ہے
اور یسوع نے جو یہ کہا کہ مجھے نہ چھوؤ
کیونکہ میں ابھی تک گوشت اور
خون ہوں۔اس میں گوشت اور خون

found the means of doing so. He prepared the new sepulchre close to the place of execution to be at hand, begged the body from Pilate_the immense quantity of spices bought by Nicomedus being merely to distract the attention of the Jesus being quickly carried to the sepulchre was restored to life by their efforts. He interprets the famous verse John XX: 17 curiously.

The expression or I have not yet ascended to my father"_he takes as meaning simply the act of

ہونے سے بھی یہی مراد ہے
کہ میں ابھی مرا نہیں یسوع
اس واقعہ کے بعد پوشیدہ
طور پر کئی دفعہ اپنے حواریوں
کو ملا۔اور جب اسے یقین
ہو گیا کہ اس موت نے
اس کے کام کی صداقت
پر آخری مہر لگا دی
ہے تو وہ پھر کسی
ناقابل حصول تنہائی
میں چلا گیا دیکھو
کتاب
سوپر نیچرل
ریلیجن
صفحہ ۵۲۳

dying going to heaven" and the reply of Jesus is aquivalent to "Touch me not for I am still fleash and blood_I am not yet dead. Jesus sees hisdisciples only a few times mysteriously and believing that he had set the final seal tothe truth of his work by his death he then retires into impenetrable gloom.

Das Heiligthum and die Wabrheit p107 p231.

(Pp. 523 of the Supernatural religion)

اور یاد رہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت کے مسئلہ کو مسلمان عیسائیوں
سے زیادہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ قرآن شریف میں اُس کی موت کا بار بار ذکر ہے لیکن
بعض نادانوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ اس آیت قرآن شریف میں وما قتلوہ
وما صلبوہ ولکن شبہ لھم میں لفظ شبہ سے مراد یہ ہے کہ حضرت
عیسیٰ کی جگہ کسی اور کو سولی دیا گیا اور وہ خیال نہیں کرتے کہ ہر ایک شخص کو اپنی
جان پیاری ہوتی ہے پس اگر کوئی اور شخص حضرت عیسیٰ کی جگہ صلیب دیا جاتا

توصلیب دینے کے وقت ضرور وہ شور مچاتا کہ میں تو عیسٰی نہیں اور کئی دلائل اور کئی امتیازی اسرار پیش کر کے ضرور اپنے تئیں بچالیتا نہ یہ کہ بار بار ایسے الفاظ مُنہ پر لاتا جن سے اس کا عیسٰی ہونا ثابت ہوتا۔ رہا لفظ شُبّہ لہم سو اسکے وہ معنے نہیں ہیں جو سمجھے گئے ہیں اور نہ اِن معنوں کی تائید میں قرآن اور احادیث نبویہ سے کچھ پیش کیا گیا ہے بلکہ یہ معنے ہیں کہ موت کا وقوعہ یہودیوں پر مشتبہ کیا گیا وہ یہی سمجھ بیٹھے کہ ہم نے قتل کر دیا ہے حالانکہ مسیح قتل ہونے سے بچ گیا۔ میں خدا تعالےٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ اس آیت میں شُبّہ لہم کے یہی معنے ہیں اور یہ سنّت اللہ ہے خدا جب اپنے محبوبوں کو بچانا چاہتا ہے تو ایسے ہی دھوکا میں مخالفین کو ڈال دیتا ہے ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم جب غار ثور میں پوشیدہ ہوئے تو وہاں بھی ایک قسم کے شُبّہ لہم سے خدا نے کام لیا یعنی مخالفین کو اس دھوکا میں ڈال دیا کہ انھوں نے خیال کیا کہ اس غار کے مُنہ پر عنکبوت نے اپنا جالا بنا ہوا ہے اور کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں پس کیونکر ممکن ہے کہ اس میں آدمی داخل ہو سکے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اس غار میں جو قبر کی مانند تھی تین دن رہے جیسا کہ حضرت مسیح بھی اپنی شامی قبر میں جب غشی کی حالت میں داخل کئے گئے تین دن ہی رہے تھے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ کو یونس پر بزرگی مت دو یہ بھی اشارہ اس مماثلت کی طرف تھا کیونکہ غار میں داخل ہونا اور مچھلی کے پیٹ میں داخل ہونا یہ دونوں واقعہ باہم ملتے ہیں پس نفی تفضیل اس وجہ سے ہے نہ کہ ہر ایک پہلو سے۔ اس میں کیا شک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف یونس سے بلکہ ہر ایک نبی سے افضل ہیں۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنّتوں اور عادتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب مخالف اُس کے نبیوں اور ماموروں کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو اُن کو اُن کے ہاتھ سے اس طرح بھی بچا لیتا ہے کہ وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم نے اس شخص کو ہلاک کر دیا حالانکہ موت تک اسکی نوبت نہیں پہنچتی اور یا وہ سمجھتے ہیں کہ اب وہ ہمارے

ہاتھ سے نکل گیا حالانکہ وہیں چھپا ہوا ہوتا ہے اور انکے شر سے بچ جاتا ہے پس شُبّہ لہم کے یہی معنے ہیں اور یہ فقرہ شُبّہ لہم صرف حضرت مسیح سے خاص نہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے تب بھی یہ عادت اللہ ظہور میں آئی۔ ابراہیم آگ سے جُدا نہیں کیا گیا اور نہ آسمان پر چڑھایا گیا لیکن حسب منطوق آیت قلنا یا نار کونی بردًا آگ اس کو جلا نہ سکی۔ اسی طرح یوسفؑ بھی جب کنوئیں میں پھینکا گیا آسمان پر نہیں گیا بلکہ کنوآں اُس کو ہلاک نہ کر سکا۔ اور ابراہیم کا پیارا فرزند اسماعیل بھی ذبح کے وقت آسمان پر نہیں اُٹھایا گیا تھا بلکہ چُھری اُس کو ذبح نہ کر سکی ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم محاصرہ غار ثور کے وقت آسمان پر نہیں گئے بلکہ خونخوار دشمنوں کی آنکھیں اُن کو دیکھ نہیں سکیں اسی طرح مسیح بھی صلیب کے وقت آسمان پر نہیں گیا بلکہ صلیب اسکو قتل نہیں کر سکا۔ غرض ان تمام نبیوں میں سے کوئی بھی مصیبتوں کے وقت آسمان پر نہیں گیا ہاں آسمانی فرشتے اُن کے پاس آئے اور انھوں نے مدد کی۔ یہ واقعات بہت صاف ہیں اور صاف طور پر اُن سے ثبوت ملتا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر نہیں گئے اور اُن کا اُسی قسم کا رفع ہوا جیسا کہ ابراہیم اور تمام نبیوں کا ہوا تھا اور وہ آخر وفات پا گئے اس لئے آنے والا مسیح اِسی اُمت میں سے ہے اور ایسا ہی ہونا چاہیئے تھا تا دونوں سلسلہ یعنی سلسلہ موسویہ اور سلسلہ محمدیہ اپنے اوّل اور آخر کے لحاظ سے ایک دوسرے کے مطابق ہوں۔ پس ظاہر ہے کہ جس خدا نے اس دوسرے سلسلہ میں مثیل موسیٰ سے ابتدا کیا اس سے صریح اس کا ارادہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس سلسلہ کو مثیل مسیح پر ختم کرے گا جبکہ اس نے فرما دیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہے اور یہ تمام سلسلہ سلسلہ خلافت موسویہ کا مشابہ ہے تو اس میں کیا شک رہ گیا کہ اس سلسلہ کا خاتمہ مثیل مسیح پر چاہیئے تھا۔ مگر اب یہ لوگ جو مولوی کہلاتے ہیں اپنے خیالات کو چھوڑ نہیں سکتے یہ اس مسیح کے منتظر ہیں جو زمین کو خون سے پُر کر دے گا اور اِن لوگوں کو زمین کے

بادشاہ بنا دے گا یہی دھوکا یہودیوں کو لگا تھا جنہوں نے حضرت عیسیٰ کو قبول نہیں
کیا جیسا کہ ہسٹری آف دی کرسچن چرچ فار فرسٹ تھری سنچریز مصنفہ ریورنڈ
جے جے بلیٹ ڈی ڈی صفحہ ۱۱۷ میں یہ عبارت ہے ✦
ان سب واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں کو کس قدر مسیح کے آ
کا انتظار تھا وہ کس طرح مسیح کی جماعت میں داخل ہونے کے واسطے طیار رہتے لیکن
اُن کو مسیح کی آمد کے متعلق ایک دھوکا لگا ہوا تھا۔ انبیا کی پیشگوئیوں کے غلط مع
سمجھ کر وہ یہ خیال کرتے تھے کہ مسیح قوموں کو فتح کرنے والا اور گزشتہ ز
سپہ سالاروں کی طرح اپنی قوم کی خاطر لڑائی کرے گا اور ظالموں کے پنجہ سے
اُن کو چھڑائے گا جو کہ فلسفیوں کی طرح اُن پر حکمران تھے ✦

المؤلف

میرزا غلام احمد عفی اللہ عنہ از قادیان

طالب دعا خاکپار عبدالحق کاتب